Checked
1987
دیوان ذوق
ملک الشعرا شیخ ابراہیم ذوق
باضافۂ غزلیات مزید
باہتمام کیسری داس سپرنٹنڈنٹ
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم
غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا

سوا تیرے خطِ مشکین کے کوئی
مجرب نسخۂ سودا نہ پایا

وہ بولے دیکھکر تصویر یوسف
سنا جیسا اُسے ویسا نہ پایا

نہ مارا تو نے پورا ہاتھ قاتل
ستم مین بھی تجھے پورا نہ پایا

مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے
فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا

نظیر اُس کا کہان عالم مین اَے ذوق
کہین ایسا نہ پائے گا نہ پایا

نام یون پستی مین بالاتر ہمارا ہوگیا
جسطرح پانی کنوین کی تہ مین تارا ہوگیا

میرے نالون سے جو پانی سنگِ خارا ہوگیا
وہ کے چشمو نکا آنسو ہر شرارا ہوگیا

ذکرِ دنیا نفسِ مردہ کو ہوا آبِ حیات
مرکے یہ سیماب پھر زندہ دوبارا ہوگیا

دانت یون چمکے ہنسی مین بات اُس یار کے
مین نے جانا ماہِ تابان پارہ پارا ہوگیا

ہر حبابِ بحر کی کھلجائے گی تارا سی آنکھ
عکس افگن گر بنج روشن تمھارا ہوگیا

شیخ نے افطاریون کے تر نوالے کھائے خوب
ہے مگر روزون کی گرمی سے چھوارا ہوگیا

ایکدم بھی ہمکو جینا ہجر مین تھا ناگوار
پر امیدِ وصل مین برسون گوارا ہوگیا

ہے مقام زندگی زیرِ دمِ شمشیر مرگ
ہوگیا جسطرح کوئی دم گذارا ہوگیا

رشک سے اُس زلف کے کیا مشک ہی پیچ و تاب
بلکہ جلکر سوختہ عنبر بھی سارا ہوگیا

دل پہ زخمون کی ترقی سے ہوئی اور اک بہار
آگے تھا صد برگ یہ گل اب ہزارا ہوگیا

ظلمتِ عصیان سے میرے بنگیا شب روزِ حشر
آفتاب اک نیزے پر دُمدار تارا ہوگیا

دی شہادت نشہ کی سرخی سے چشمِ یار نے
خون رہا اپنا نہ پنہان آشکارا ہوگیا

[illegible]

ذوق اُس بحرِ جہا مین کشتیٔ عمرِ رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہوگیا

مین ہجر مین مرنے کے قرین ہو ہی چکا تھا
تم وقت پہ آ پہونچے نہین ہو ہی چکا تھا

اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دوبارہ
اک بار تو غارت دل و دین ہو ہی چکا تھا

برہم اسے کیون تونے کیا چھیڑ کے پھر زلف
اے دل وہ ابھی چین بجبین ہو ہی چکا تھا

ہوتا جو نہ پیوند زمین تیری گلی مین
آسودہ یہ دل زیر زمین ہو ہی چکا تھا

آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ
جانے کا ارادہ تو کہین ہو ہی چکا تھا

جو خط مین لکھا اس سے وہ اس لکھنے سے پہلے
مکتوب سر لوح جبین ہو ہی چکا تھا

سب بے مدد تہ مرگ توقف رہا ورنہ
عزم سفر جان حزین ہو ہی چکا تھا

کیا ہوتا جو سمجھاتے اسے جا کے مرے دوست
دشمن کا سخن ذہن نشین ہو ہی چکا تھا

کیا دیکھتے ہم یوسف کنعان کو کہ اپنا
منظور نظر اک حسین ہو ہی چکا تھا

کیا گرم تپش ہوتا تڑپ کر ترے آگے
مین سردۂ خنجر کین ہو ہی چکا تھا

سینہ جو کیا چاک تو وان کچھ بھی نہ پایا
کیا جل کے جگر خاک کہین ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کسطرح نہ ہوتا
حکم ازلی ذوق یون ہین ہو ہی چکا تھا

ہم ہین اور سایہ ترے کوچہ کی دیوارون کا
کام جنت مین ہے کیا ہمسے گنہگارون کا

محتسب گرچہ دل آزار ہے میخوارون کا
دیکھئے اک جام تو ہے یار ابھی یارون کا

آشنا تو سوز فغان ہو کہ چمن مین بلبل
خرمن گل کی جگہ تا ڈھیر ہو انگارون کا

چرخ پہ بیٹھ رہا جان بچا کر عیسے
ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیمارون کا

ہون رنگین حلق بریدہ کی بہارے خونبار
گر تماشہ تجھے منظور ہو گلزارون کا

ہین کماندار ترے تیر مژہ تشنۂ خون
منھ کھلا رہتا ہے اسواسطے سوفارون کا

کیون نہ سرتار مین سو دل ہون گرفتار کہ زلف
جیلخانہ ہے محبت کے گرفتارون کا

دینگے جان بوسۂ لعل نمکین پر ہم بھی
جان نثاری ہے اگر شیوہ غمخوارون کا

اے اجل پلٹ مت آ کیا کرے گی انتظار
ہو چکا پہلے ہی میں کشتہ کسی کی آن کا

ہو سکے آلودہ دامن پاکدامن کس طرح
اے زلیخا چھوڑ دامن یوسف کنعان کا

نفس بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی سی بھی
دیکھ پھر [illegible] فرعون بے سامان کا

دیکھنا اے ذوق ہونگے آج ہم لاکھوں کے خون
پھر چبایا اس نے لعل لب پہ لاکھا پان کا

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفس امارا کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپکو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کی
تری زلفوں نے مشکیں باندھکر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر
جو اسنے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگ لعل غرق خون
جو غوطہ آب میں تو نے گہر مارا تو کیا مارا

جگر زخمی ہے اور دل لوٹتا ہے تیغ کیا جانے
ادھر مارا تو کیا مارا ادھر مارا تو کیا مارا

دل سنگین خسرو پر بھی ضرب کوہکن پہنچی
اگر تیشہ سر کہسار پر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے مین
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دل بدخواہ مین تھا مارنا یا چشم بدبین مین
فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

ہنگامہ گرم ہستی ناپائدار کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

مین جو شہید ہوں لب خندان یار کا
کیا کیا چراغ ہنستا ہے میرے مزار کا

ہو راز دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا
پردہ جو درمیان نہو دل کے غبار کا

آتا ہے گر تو آؤ کہ سینے سے چلکے اب
آنکھوں مین آکے ٹھہرا ہے دم انتظار کا

ہو پاکدامنون کو خلش گر ہے کیا خطر
کھٹکا نہین نگاہ کو مژگان کے خار کا

پوچھے ہے کیا حلاوتِ تلخابۂ سرشک
شربت ہے باغِ خلدِ برین کے انار کا

پہونچے گا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر
مکتوب شوق اُڑ کے ترے بیقرار کا

ہے عین وصل مین بھی مری آنکھ سوے در
لپکا جو پڑ گیا ہے مجھے انتظار کا

قاصد لکھون لفافہ کو خطِ غبار سے
تا جانے وہ یہ خط ہے کسی خاکسار کا

دیکھ اپنے زیرِ گوش کو عارض کے متصل
دیکھا نہو ستارہ جو صبحِ بہار کا

ہے دل کی داؤ گھات مین مژگان نے چشمِ یار
کرتی ہے قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا

بجھنے کی دل کی آگ نہین زیرِ خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

اُس روے تابناک پہ ہر قطرۂ عرق
گویا کہ اک ستارہ ہے صبحِ بہار کا

اے ذوق گر ہین ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
اس میکدے مین کام نہین ہوشیار کا

حذر ہے خون سے دلِ پائمال کے کیسا
چلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے کیسا

بغل سے لیگئے دل کو نکال کر وہ صبیح
جو مانگا تو کہا آنکھین نکال کے کیسا

نہین ہے چوکی اگر چشمِ یار گرد اُس کے
ہجوم کرتے ہین مژگان کے بال کے کیسا

نمودِ خال کی دیکھو تو زیرِ ابروِ یار
ستارہ نکلا ہے نیچے ہلال کے کیسا

ہماری نعش پہ ہنگامہ کیون ہے اے قاتل
اٹھا ہے فتنہ یہ بعد انفصال کے کیسا

شبِ فراق مین اُس مہ جبین کے انجم چرخ
مجھے ڈراتے ہین آنکھین نکال کے کیسا

ہزار دم ہین اُسے یاد تونے دیکھا ذوق
گیا وہ غیر کے گھر مجھ کو ٹال کے کیسا

مین کہان سنگِ درِ یار سے ٹل جاؤنگا
نہ وہ پتھر ہے پھسلتا کہ پھسل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تا چرخِ زحل جاؤنگا
بلکہ مین توڑکے اُسکو بھی نکل جاؤنگا

آج اگر راہ نہ پاؤنگا تو کل جاؤنگا
کوچۂ یار مین مین سر ہی کے بل جاؤنگا

کہتا وحشت سے ہے یہ جامۂ پیری میرا
دیکھ کپڑا ہون پرانا ابھی چل جاؤنگا

عقل سے کہدو کہ لائے نہ بیان اپنی کتاب
مین ہون دیوانہ ابھی گھر سے نکل جاؤنگا

اے صنم ورنہ نہین دیر مین جا بیٹھون گا
کچھ مین بچہ تو نہین ہون کہ مچل جاؤنگا

کہتا پیراہنِ گل ہے یہ نزاکت سے نسیم
ہاتھ مجھکو نہ لگانا کہ نکل جاؤنگا

سنتے ہو زاہد و ناصح جو ہین سمجھاتے مجھے
کیا بدل دیوینگے یہ اور مین بدل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لیجیو مجھکو
جاکے مین وان ترے قابو سے نکل جاؤنگا

مدرسہ مین بھی اگر جاؤنگا تو جاے کتاب
شیشۂ بادہ لئے زیرِ بغل جاؤنگا

کوچۂ یار مین جاؤنگا تو مثلِ خورشید
پاسِ آداب سے مین سر ہی کے بل جاؤنگا

دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینہ سے نکال
ورنہ خون ہوکے مین آنکھونسے نکل جاؤنگا

سرو مہرو نے فلک ڈال نہ پالا کہ بن آگ
نخلِ سرمازدہ کی طرح سے جل جاؤنگا

آنکھ سے اشک صفت مجکو گرا کر نہ سنبھال
مین نہین وہ کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤنگا

قیس و فرہاد کو بتلاؤنگا کچھ عشق کی راہ
ایکدن مین گر طرفِ دشت و جبل جاؤنگا

گر پڑا آگ مین پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت کہ جل جاؤنگا

ہون وہ مشتاقِ شہادت کہ ترے ہاتھ تلے
پاے کوبان تہِ شمشیرِ اجل جاؤنگا

جنبشِ برگ صفت باغِ جہان مین اے ذوق
کچھ نہ ہاتھ آئے تو مین ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ وہ بیدرد ہو گیا
اب آہ آتشین سے بھی دل سرد ہو گیا

سینے مین بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر
نشتر کا نام سنتے ہی منھ زرد ہو گیا

سو بار مرکے عاشقِ جانباختہ ترا
مرنے کو پھر کھڑا روشِ نرد ہو گیا

مجنون بھی دشت گرد تھا مانندِ گردباد
جب خاک اڑانی بیٹھے تو وہ گرد ہو گیا

اس صید تیر خوردہ کو تو نے کیا نہ ذبح
آخر تڑپ تڑپ کے یونہین سرد ہو گیا

وان رنج شگفتگی سے گل ورد بن گیا
یان غم سے روئے زرد گل زرد ہو گیا

پیر مغان کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد مرد جوان مرد ہو گیا

پانی طبیب دے ہے ہمین کیا بجھا ہوا
ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

کہتے تھے آفتاب قیامت جسے سو وہ
نکلا چراغ داغ دل اپنا بجھا ہوا

چشمِ غضب سے نیم نگہ میرے واسطے
ایک تیغ ہے زہر مین گویا بجھا ہوا

پھر دل مین آہ سرد ہوئی میرے شعلہ زن
لو پھر بھڑک اُٹھا یہ فتیلا بجھا ہوا

پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے
پر تھا مرے نصیب مین توڑا بجھا ہوا

جلکر اگر بجھا بھی دل سوختہ مگر
تو پھر جلے گا جیسے کہ کوئلا بجھا ہوا

ہم آپ جل بجھے مگر اس دل کی آگ کو
اس سینے مین ہے ذوق جو پایا بجھا ہوا

جدا ہون یار سے ہم اور نہون رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا
رہے ہے کیونکہ گلستان سے عندلیب جدا

دکھا دے جلوہ جو مسجد مین وہ بتِ کافر
تو چیخ اُٹھے مؤذن جدا خطیب جدا

جدا نہ درد جدائی ہو گر مرے اعضا
حروف درد کی صورت ہون اے طبیب جدا

ہے اور علم و ادب مکتب محبت مین
کہ ہے وہان کا معلم جدا ادیب جدا

ہجوم اشک کے ہمراہ کیون نہو نالہ
کہ فوج سے نہین رہتا کبھی نقیب جدا

فراق خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک
الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

کیا حبیب کو مجھسے جدا فلک نے اگر
نہ کر سکا مرے دل سے غم حبیب جدا

کریں جدائی کا کس کس کے رنج ہم اے ذوق
کہ ہونے والے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا

شکر پردے ہی میں اُس بت کو حیا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

رہا پامال رہِ عشق میں تربت کا نشان
اُس پہ تعویذ جو نقشِ کفِ پا نے رکھا

تلخ کامی کا رہا بعد فنا بھی یہ اثر
استخوان کو مرے باقی نہ ہما نے رکھا

آشیان باغ میں ڈھونڈھا جو قفس سے جا کر
ایک تنکا بھی نہ تھا بادِ صبا نے رکھا

دل جو دیوانہ نہ تھا میرا تو پھر کیوں اُس کو
پا بزنجیر تری زلفِ دوتا نے رکھا

آنکھیں دیدار طلب گور سے آئی ہیں نکل
دستۂ نرگس کا نہیں میرے سرہانے رکھا

ہے یہ ناواقفِ رہ پہلے سے دلبر موجود
گور سے آگے قدم دیکھو عصا نے رکھا

ناتوان ہیں نہ تنِ زار مرا دیکھ سکا
خوب دھوکے میں اُسے تارِ قبا نے رکھا

نہ رکھے خوبیٔ وحشت سے غرض آئینہ وار
گھر میں مہمان جسے اہلِ صفا نے رکھا

کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
نام مجنون مرا اُس ہوشربا نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
ایک ناکام اُسے آبِ بقا نے رکھا

نہ گیا مر کے بھی اُس مصحفِ رخسار کا شوق
کہ رہا گور پہ قرآن سرہانے رکھا

بے نشان پہلے فنا سے ہو تو ہو تجھکو بقا
ورنہ ہے کس کا نشان ذوق فنا نے رکھا

نشۂ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

عشق کے ڈھب پہ نہ کوئی بجز انسان چڑھا
اس کے قابو پہ چڑھا تو یہی نادان چڑھا

چڑھ گیا جبکہ زمیں توسنِ وحشت اپنا
دیکھیے افلاک پہ ہم خاکِ بیابان چڑھا

میں نے دیکھا مہِ نو کو تو اُس ابرو کا خیال
لیکے خنجر مری چھاتی پہ وہیں آن چڑھا

دیکھیے ملت و دیں کتنے کرے گا برباد
باؤ کے گھوڑے پہ وہ دشمنِ ایمان چڑھا

مصحف رخ پہ ترے سنگ سنہرا تیرا
واہ کیا خوب ہے سونا سر قرآن چڑھا

کشتۂ دست حنا بستہ ہوں ان ہاتھوں سے
کبھی دو پھول تو لاکر تو مری جان چڑھا

جب لڑی آنکھ تری کوئی مرے دل کے سوا
فوج مژگان کے یہ منھ پر سر میدان چڑھا

بو الہوس جاتے ہیں گر دام میں آہو کیطرح
چلّہ جلد اپنی کمان پہ ترے قربان چڑھا

دیکھو قسمت کا لکھا اُسنے پڑھا خط سو بار
دھیان پہ میرا نہ مضمون کسی عنوان چڑھا

سنگ سرمہ کو سیہ تاب تھی وہ تیغ نگاہ
گردش چشم نے پر دی ہے غضب سان چڑھا

غمزۂ یار کو دی سونپ متاع دل و جان
چور تھا پر نظر اپنی یہ نگہبان چڑھا

اشک آئے نہیں مژگان پہ کہ یارو لئے ابھی
پانی سو نیزے دیا باندھ کے طوفان چڑھا

حضرت عشق کی درگاہ مین آکر اے ذوق
دل و دین دیتے ہین سب گبر و مسلمان چڑھا

تیغ جب مول وہ بانکا جوان لینے لگا
موت کے جی مین مرے یہ نیمجان لینے لگا

تیر چٹکی مین لیا اُس نے تپے جان عدو
رشک میرے دلمین کیا کیا چٹکیان لینے لگا

نام میرا سُن کے مجنون کو جمائی آگئی
بید مجنون دیکھکر انگڑائیان لینے لگا

مجھکو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جون روز حشر
مجھسے یہ کس دن کے بدلے آسمان لینے لگا

ہے جو غنچون کا چٹکنا انگلیون کی سی چٹک
یہ بلائین کسکی باغ اے باغبان لینے لگا

جبسے کی اس میکدہ مین بیعت دست سبو
وہ قدم تیرے بس اے پیر مغان لینے لگا

لیکے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار
لینے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا

تیز جو کرنے لگا عشاق پر تیغ نگاہ
چشم کی گردش سے وہ کار فسان لینے لگا

وہ لبِ
حسن سے تھا دل آہن بھی گرم اختلاط
شمع کی گلگیر جو منھ مین زبان لینے لگا

موت اسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور
یون ترا بیمار غم جو ہچکیان لینے لگا

مرا تلوا اے ذوق اسکی نوک مژگان کا خیال
تن پہ ہر موسے مرے کار سنان لینے لگا

پہونچا آب تیغ قاتل تا بسر اچھا ہوا
اے دل مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا

ایکدن بالکل نہ میرا اے چارہ گر اچھا ہوا
داغ ادھر تازہ ہوا گر زخم اُدھر اچھا ہوا

کم ہوا اُس آبِ خنجر کی اُتنی آبرو
آج مدت میں ہمارا حلق تر اچھا ہوا

آ رہیگا دشت میں لیلےٰ ترے ناقے کے کام
ہو گیا مجنون جو کانٹا سو کھکر اچھا ہوا

روز کہتا تھا مزا مجکو چکھا دے عشق کا
بھر دیا نون اُسنے دلکو چیر کر اچھا ہوا

سنکے مجنون نے مرے شورِ جنون کو یون کہا
واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ سر اچھا ہوا

بندھ گیا اُس موکمر کا جب کہ مضمونِ کمر
ہو گئی مضمونِ دقت شعر پر اچھا ہوا

مجکو صدقے کر اگر ہے بدمزہ تیرا مزاج
یہ ادھر صدقہ دیا تونے اُدھر اچھا ہوا

ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا
زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا ہوا

کھنچ گیا میری طرف سے اور اُس دلبر کا دل
واہ وا جذبِ محبت کا اثر اچھا ہوا

قتل کرتا ہے ترا بسمل سے یہ کہتا کہ تو
ابتو دامن بھی ہوا لوہو سے تر اچھا ہوا

نامہ بر جاتا ہے جا جلدی چلی جا جانِ حزین
دیر مت کر ساتھ تیرے ہمسفر اچھا ہوا

آئنہ خانے میں عالم کے سمجھ لے یہ مثال
تا تجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا

ہے برا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو برا
تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سنکر پہلے تو کچھ رُک گئے
پھر کہا تو یہ کہا منھ پھیر کر اچھا ہوا

خلاف وعدہ سے میں تیرے کل تو جاں بلب آیا
نہ آیا آج بھی گر تو تو اے ظالم غضب آیا

چمن میں کہتے ہیں پھر موسمِ عیش و طرب آیا
بہاریں خوب لوٹیں گے اگر وہ غنچہ لب آیا

عجب حیرت میں ہوں جب سے نظر وہ خال لب آیا
دہن اُسکا عدم ہے اور دہن میں نکتہ کب آیا

وہ دستِ ناز لے کر مجھ سے میرے شیشۂ دلکو
ہوا خوش اسقدر گویا کہ اُسکے کھمر حلب آیا

نوید اے تشنہ کامی بارے آبِ خنجر قاتل
گلو تک میرے اور زخم گلو کے تا بلب آیا

تامل کیجیو ذوق تپ [illegible] دیکھئے کیا ہو
کہ اب تک فتح کرنے کا نہین قاتل ہو دیکھئے آیا

عبث جان منتظر ہو نکو ہے وہ شوخ لب آیا
اگر پیام لو بھی آیا تو ہم جانین کہ اب آیا

نوشتے سے ہوا اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم
جو پیشانی مین تھا لکھا ہوا وہ پیش سب آیا

برنگِ غنچہ خونی دل [illegible] کیا اس گلستان مین
نکل آیا خون منہ [illegible] تبسم زیر لب آیا

وہ آئین یا نہ آئین ہم ہین بخیہ دل اُسنے
مگر یہ رنج ہے کیون رنج ہم سے بے سبب آیا

لگائی زلف کو شانے سے جو انگلی یکایک دل
یہ گستاخی ہلا رہ تو سہی او بے ادب آیا

ترے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی نیچا نون کے
مگر رونا بھی بیوری سے بعد از نیم شب آیا

مین اپنے ذوق کے قربان کرستی مین نہ تھی کی
بلایا کس نے اسکو دیکھئے آیا بے طلب آیا

مرے طالع مین ہے کیا کام اے گردون ستارے کا
چمک جانا ہے کافی آتش غم کے شرارے کا

اُتارا تو نے تو سر تن سے اس شامت کے مارے کا
اسے احسان مانون سر سے مین تیغا اتارے کا

ستارے دیکھکر موتی تمھارے گوشوارے کا
لہین ہاکو ملا یہ نور صدقہ اس ستارے کا

جسے کہتے ہین بحرِ عشق اُسکے دو کنارے ہین
ازل نام اس کنارے کا ابد نام اس کنارے کا

نے اکسیر گر اس کشت و خون سے مین تو لون ہرگز
مرے مذہب مین خون کرنا ہے کشتہ کر نہ پارے کا

نہ پکڑین دامن الیاس گرداب بلا مین ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

مری منزل مین ہے ماہ سریع السیر وہ مہوش
خواص اسکا ہے گھر مین دشمنون کے قطع پارے کا

سر راہ فنا مین ہون مہیا ے سفر لیکن
برنگِ اشک مژگان منتظر ہون اک اشارے کا

تمہیدا اُسکی رحمت جنس عصیان کی ہے گر بے
چھڑک کر بیچتا ہون نفع پر سودا خسارے کا

ڈھلکتا ہے مثال دانۂ تسبیح کیون نکا
کہ جب ٹھہرا سفر دنیا سے کیا کام اس تمھارے کا

نفس ہے جادۂ عمر روان جب طرح گزرے
یہان پوچھے ہے اے گمراہ کیا رستہ گذارے کا

تھا ہر سوے مژگان دلکو انگشت اشارہ تے
سب سمجھنے • الا مجھسا چاہئیے پر اس اشارے کا

سفید پھول دل ہون چاندنی کے پھول کیا مجکو
دکھا دو خندۂ دندان نما اس ماہ پارے کا

فقط تار نفس کا ذوق خطِ جادہ کافی ہے
پئے عمرِ رواں کیا چاہئے رستا گذارے کا

تھا مجھے اُنسے بیان درد جدائی کرتا
کام قاصد کا ہے یہ تیرِ ہوائی کرتا

پنجۂ بستانہ کو دیتا ہے فلک کب ناخن
جانتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کشائی کرتا

دیکھتا اُس بتِ مغرور کا گر جاہ و جلال
کبھی فرعون نہ دعواے خدائی کرتا

خاک آئینہ سے ہے نام سکندر روشن
روشنی دیکھتا گر دلکی صفائی کرتا

نہین گوش شنوا باغِ جہان مین غافل
ورنہ ہر برگ ہے یان نغمہ سرائی کرتا

بند آنکھین کئے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے
ہے ترا نقشِ قدم چشم نمائی کرتا

سوزِ دل کون بجھائے کہ نہین چشم مین اشک
پر ہے کچھ خونِ جگر کارروائی کرتا

بیٹھ رہئیے تو قفس ہے عجب آرام کی جاے
پر ہے بیچین ہمین شوقِ رہائی کرتا

ذوق اُس پاے نگارین کا جو ہے وصف نگار
اشکِ خونین سے ہے کاغذ کو حنائی کرتا

نہ کرتا ضبط مین نالہ تو پھر ایسا دھوان ہوتا
کہ نیچے آسمان کے اک نیا اور آسمان ہوتا

ابھی کیا سردِ قاتل یہ شہیدِ تفتہ جان ہوتا
کہ کوئی دم شمعِ مردہ مین بھی ہے باقی دھوان ہوتا

لکھے ہے مرغِ دل اسے کاش مین زاغِ کمان ہوتا
کہ تا شاخِ کمان پر اُسکے میرا آشیان ہوتا

عزاداری مین ہے اُسکی یہ چرخ ماتمی جامہ
کہ جیبِ چاک کی صورت ہے خط کہکشان ...

نہوتی دلمین گر کاوش کسی کے نوکِ مژگان کی
تو کیون حق مین مرے ہر موے تن مثلِ سنان ہوتا

نہ رکھتا منہ پہ دانہ یہ مریضِ غم کبھی ہرگز
اگر تیرا میسر بوسۂ خالِ دہان ہوتا

جو روتا کھو کے رجی تنگنا سے دہر مین عاشق
تو جیسے کہکشان مین بھی فلک پہ خون روان ہوتا

بگولا گر نہوتا وادیِ وحشت مین اے مجنون
تو گنبد ہم سے سرگشتون کی تربت پر کہان ہوتا

ترے خونی جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ
تو مژگان کیطرح سے اسکے دائم خونچکان ہوتا

رکاوٹ دل کی اس قاتل کے وقتِ ذبح ظاہر ہے
کہ خنجر سے مری گردن پہ رک رک کے روان ہوتا

نہ کرتا ضبط مین گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر مین
کٹورے کیطرح گھڑیال کے غرق آسمان ہوتا

آنکھین مری تلوون سے وہ ملجائے تو اچھا
ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر
جو دل کہ ہو بے داغ وہ جلجائے تو اچھا

بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

ہو تم سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے
لینے کو خبر اسکی اجل جائے تو اچھا

کھینچے دل انسان کو نہ وہ زلفِ سیہ فام
اژدر کوئی انسان کو نگل جائے تو اچھا

اے گریہ نہ رکھ میرے تنِ خشک کو غرقاب
لکڑی کیطرح پانی مین گل جائے تو اچھا

تاثیرِ محبت عجب اک حب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

فرقت سے تری تارِ نفس سینے مین میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

ہان کچھ تو ہو حاصل ثمرِ نخلِ محبت
یہ سینہ پھپھولون سے جو پھل جائے تو اچھا

دل گر کے نظر سے ترے اٹھنے کا نہین پھر
یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا

ق

وہ صبح کو آئے تو کرون باتین مین دوپہر
اور چاہون کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھلجائے جو دن بھی تو اسی طرح کرون شام
اور پھر کہون گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہون کل کیطرح سے
گر آجکا دن بھی یونہین ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہین چاہتا مین جائے یہان سے
دل اسکا یہین گرچہ بہل جائے تو اچھا

ہے قطعِ رہِ عشق مین اے ذوق ادب شرط
جون شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

رکھے ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا
لگی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا

نہ پہونچا گردن جانان تک اور ٹوٹ کے ہائے
پڑا گلے مین مرے دست آرزو میرا

مقام وجد مین آئین ابھی ملائک عرش
جو میکدے مین سنے شور ہاے ہو میرا

عجب نہین ہے مرے سوزش محبت سے
کہ تار شمع ہو ہر ایک تار مو میرا

برنگ آئینہ چشم پر آب سے میرے
گرا نہ اشک کیا پاس آبرو میرا

نہ آئی اے نگہ یار تجکو کچھ غیرت
کہ آگے تیغ اجل کے ہے سرفرو میرا

کردن مین کیا کہ گریبان صبح کے مانند
نہین ہے چاک جگر قابل رفو میرا

مجھے وہ پردہ نشین سامنے کب آنے دے
جو ذکر آنے نہ دے اپنے روبرو میرا

فلک کا رنگ جو اب تک سیاہ ہے اے میر
پڑا تھا سایۂ بخت سیہ کبھو میرا

ہمیشہ مین ہون اسی داو گھات مین اے ذوق
کہ رام ہو وہ غزال پلنگ خو میرا

نہ ہوا آب شہادت سے گلو تر نہ ہوا
مستعد حیف ہوا ہا ہے تو خنجر نہ ہوا

جلکے مین خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر
یہ وہ سیماب ہے کشتہ نہ ہوا پر نہ ہوا

بے چراغ اسکو نہ رکھ داغ الم سے اے عشق
خانۂ دل کوئی ویرانہ ہوا گھر نہ ہوا

کب صبا آئی ترے کوچے سے آیا رکہ مین
جون حباب لب جو جامہ سے باہر ہوا

خون رگہاے گلو لاشۂ بے سر سے مرے
آگے کب جوش مین فوارے سے بہتر ہوا

عشق پہ معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتہ کے
موے سر حلق سے پیدا ہوے اور سر نہ ہوا

ذوق بیمار محبت ہے خدا خیر کرے
کہ یہ آزار ہوا جسکو وہ جانبر نہ ہوا

جان کے جی مین سدا جینے کا ارمان ہی رہا
دلکو بھی دیکھا کیئے یہ بھی پریشان ہی رہا

بعد مردن بھی خیال چشم فتان ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقف گلستان ہی رہا

مین ہمیشہ عاشقِ پیچیدہ مویان ہی رہا
خاک پر روئیدہ میرے عشق پیچان ہی رہا

پستہ قندی ہے کامِ غیر مین وہ لعل لب
پر مرے حق مین تو سنگِ زیرِ دندان ہی رہا

بندھ سکا مضمون نہ ہمسے اُس دہانِ تنگ کا
ہاتھ اپنا فکر مین زیرِ زنخدان ہی رہا

جاہلِ منکر نہ آئے راہ پر معجز سے بھی
جہل سے بوجہل اپنی نامسلمان ہی رہا

پانون کب نکلے رکابِ حلقۂ زنجیر سے
توسنِ وحشت ہمارا گرم جولان ہی رہا

کب لباسِ دنیوی مین چھپتے ہین روشن ضمیر
خانۂ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا نہین حیرت فزا
دیدۂ بسمل نے کیا دیکھا کہ حیران ہی رہا

حلقۂ گیسو مین دیکھی کس کے رخسار کی تاب
شب مہِ ہالہ نشین سر در گریبان ہی رہا

نہ تون دل اور پیکان دونون سینہ مین ہے
آخرش دل بہ گیا خون ہوکے پیکان ہی رہا

سبکو دیکھا اس سے اور اُسکو نہ دیکھا جون نظر
وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

آگے زلفین دلمین بستی تھین اور اب آنکھین تری
ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستان ہی رہا

مجھ مین اُسمین ربط ہے گویا برنگِ بوے گل
وہ رہا آغوش مین لیکن گریزان ہی رہا

دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت مین
اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

طلسمِ طرفہ ترا آنسو نے میرے مردمان باندھا
کہ ہے اک اک گرہ مین حاصلِ صد بحر و کان باندھا

ترے جوڑے کے کھلنے نے مرا دل دلستان باندھا
عجب تقدیر نے عقدہ وہان کھولا یہان باندھا

یہ بہتان کسنے افشاے محبت کا یہان باندھا
جو بعد از مرگ میرے سبکو تونے بدگمان باندھا

ہوئی تشہیر لاش اُس ناتوان کی جبکہ پانون مین
کوئی تارِ نگاہِ مور جاے ریسمان باندھا

کیا مجنون تجھے آشفتگی زلف نے کس کی
کہ میرے سر پہ مرغِ شانہ نے سر تا آشیان باندھا

ترا ہنستا جو یاد آیا برنگِ قہقہہ مینا
تو مین نے تار اک رونیکا لیے ہچکیان باندھا

تڑپکر دامن زین کو نہ آلودہ کرے خون سے
سر فتراک سے کیون تونے صید نیمجان باندھا

نہ جھاڑا غیر کو ہرگز کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا
مجھی پر گالیون کا مینھ تونے بے زبان باندھا

وہ ہون ناکام سمجھا نامرادی جو مرادین
مرے مرقد پہ چلہ اسنے آ کر دوستان باندھا

اڑا دینگے دھوئین اک آہ مین اس چرخ گردان کے
اگرچہ دود ہو مین نے دھوئین کے زیر آسمان باندھا

فلک وارستہ پھرنے دے ہے کوئی بیخرد شو کو
گیا ہے آخرش زنجیر سے بیل دمان باندھا

جلا ہون مضطرب مین بھی اسی سے برق نے دیکھو
حصار آب گرد اپنے شعلہ جوالہ سان باندھا

مرا دل آگے ہی سینے مین اک پھوڑا سا پکتا ہے
خیال خط سبز یار نے کیون برگ پان باندھا

دل مجروح پر میرے نہ سمجھو داغ حسرت کا
پر طاؤس اس رہزنی نے ہے آ دوستان باندھا

کہان دل بھاگ کر جائے کہ تیرے نخل قامت نے
عجب اک گرد نامہ خط نے اے سرو روان باندھا

تب سوز محبت کے لئے چارہ نہین قمری
یہ گنڈا اشکگون گردن نے کیون اے تفتہ جان باندھا

سمجھکر موج دریائے فنا کو شخص بے ہر آن
امن مثل حباب اے ذوق ہمنے سر ان باندھا

سمجھ کر کیا لیا کہون سینے مین اپنے آتش غم کا
کہ جانے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

حباب عرصہ عشرت ہے سواد چند بے غم کا
اگر ہے عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا

ترے عاشق کو ہے یون خوشگوار آب دم خنجر
مسلمان کو لگے جسطرح شیرین آب زمزم کا

برنگ طوق قمری کوئی نکلے ہے نکالے سے
کمند گردن دل ہے جو حلقہ زلف پر خم کا

ترے رخسار کا پرتو پڑے گر عارض گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

سیے جاتے ہین کس سے زخم اس تیغ تبسم کے
کہاں لگتا ہے بخیہ سوزن عیسی مریم کا

دلیران محبت کو خلش سے اسکی ڈر کا ہے
پس مردن لحد مین بھی ہے عالم چاہ رستم کا

خراش سینہ مین اک رہ گیا ہے ٹوٹکر ناخن
غلط ہے جو سمجھتے ہین کہ یہ پھاہا ہے مرہم کا

اگر آتش مزاجون کو حسد ہو خاکسارون پر
تعجب کیا کہ ابلیس لعین دشمن ہے آدم کا

خط اُسکا وصل کی دولت کا ہے پیغام ایقا
لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یہ اکسیر اعظم کا

شہیدا اے ذوق سینے مین ہوئی ہین حسرتین لاکھون
مری جو آہ ہے گویا ہے وہ اک غُل ماتم کا

گل اُس نگہ کے زخم رسیدون مین ملگیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین ملگیا

لذت کو تیغ عشق کی سن سن کے بوالہوس
اک مرغ سا حلق بریدون مین ملگیا

کیا جانے تیغ عشق کی لذت کو بوالہوس
گو جون مرغ وہ حلق بریدون مین ملگیا

گر بعد فقر کے سگ دنیا ہو اختیار
کمبخت پاک ہو کے پلیدون مین ملگیا

کھلائے کہکشان سے فلک چاک سینہ کو
اُس ماہوش کے سینہ دریدون مین ملگیا

اس شکل سے ہوا وہ طلبگار دید یار
صاف آئنہ کا دیدہ ندیدون مین ملگیا

حب حسین ذوق وہ شے ہے کہ جس سے حر
تھا گرچہ اشقیا مین سعیدون مین ملگیا

وہ کون ہے جو مجھپہ تاسف نہین کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہین کرتا

کیا تیرے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُنکے
اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا

تا صاف کرے دل نہ مئے صاف سے صوفی
کچھ سود و صفا علم تصوف نہین کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دنیا کے زر و مال پہ مین تف نہین کرتا

پڑھتا نہین خط غیر مرا وان کسی عنوان
جب تک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا

کچھ اور گمان گذرے نہ دلمین ترے کافر
یاد اس لیئے مین سورۂ یوسف نہین کرتا

اے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

محفل مین شور قلقل مینائے مُل ہوا
لا ساقیا شراب کہ توبہ کا قفل ہو

دریا سے غم نے میرے گذر نہ کیو اسطے
تیغ خمیدہ یار کی توبہ کا پُل ہوا

پروانہ بھی تھا گرم طپش پر کھلا نہ راز ‏/ بلبل کی تنک حوصلگی تھی کہ غل ہوا

آئی تھی درد دل کی نہ ہرگز سمجھ مین بات ‏/ آوازہ گو بلند مثال دہل ہوا

جسکی نظر پڑا ترا رخسارِ آتشین ‏/ اُسکا چراغ گور نہ تا حشر گل ہوا

بندہ نواز یان تو یہ دیکھو کہ آدمی ‏/ جز و ضعیف محرم اسرار کل ہوا

اُس بن رہا چمن مین بھی اے ذوق دلخراش ‏/ ناخن سے تیز تر مجھے یہ برگ گل ہوا

اس طپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا ‏/ کاش مین عشق مین سرتا بقدم دل ہوتا

آسمان دردِ محبت کے جو قابل ہوتا ‏/ تو کسی سوختہ کا آبلۂ دل ہوتا

چھوٹتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسملِ شوق ‏/ دامنِ برق اگر دامنِ قاتل ہوتا

چینِ پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر ‏/ نالہ دیوانہ تھا جو پابہ سلاسل ہوتا

کرتا بیمار محبت کا مسیحا جو علاج ‏/ اتنا دق ہوتا کہ جینا اُسے مشکل ہوتا

ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صیدِ حرم ‏/ رکھکے خنجر پہ گلو آپ وہ بسمل ہوتا

گر سیہ بخت ہی ہونا تھا نصیبون مین مرے ‏/ زلف ہوتا ترے رخسار کا یا تل ہوتا

آتا کیون مصر مین کنعان سے نکلکر یوسف ‏/ جذبۂ شوقِ زلیخا جو نہ کامل ہوتا

موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انسان ‏/ ہے وہ خودبین کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

آپ آئینۂ ہستی مین ہے تو اپنا حریف ‏/ ورنہ یان کون تھا جو تیرا مقابل ہوتا

دل گرفتون کی اگر خاک چمن مین ہوتی ‏/ تو جہان دیکھتے ہو غنچہ وہان دل ہوتا

سینۂ چرخ مین ہر اختر اگر تو ہے تو کیا ‏/ ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ ید اللہ کے ہاتھ ‏/ ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا

جو نہ رنگ رنج ماتم کا یہان نمود ہوتا ‏/ تو زمین نہ زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا

کسی رنجِ کشش کو دیتا تو کچھ اُسکو سود ہوتا
دلِ سخت کاش کافر حجر الیہود ہوتا

تو پھر ایک عرصہ گاہ عدم و وجود ہوتا
تو نہ پھر ظہور ہوتا نہ کہ پھر شہود ہوتا

تری بزم مین تو جلتا کہ تجھے کبھی بو پہونچتی
جو یہ تجھ مین تھا دلکو جلنا تو بلا سے عود ہوتا

لب نازک اُسکا کیونکر کبھو بار حرف اُٹھائے
کہ جو بسکہ منہ تبسم سے بھی ہے کبود ہوتا

یہ حیات چند روزہ جو نہ سدِ راہ ہوتی
تو پھر ایک عرصہ گاہِ عدم و وجود ہوتا

جو حسد کسی کو تجھ پہ ہو تو ہے یہ تیری خوبی
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیون حسود ہوتا

نہ خاک ہوتا ظاہر جو سلگنا اپنے دل کا
تو شرارِ سنگ تربت مین بھی اپنے دود ہوتا

جو ہین سرگذشتہ اُنکو نہین دینا سر کا مشکل
کہ وہ سر بکف نہوتا جو نہ دستِ جود ہوتا

جو رقیب زر بکف ہین کبھی ہونے سر بکف بھی
ترے جان نثار کا سا نہین دستِ جود ہوتا

ترے در کی جبہہ سائی اگر اشک اپنے کرتے
سرِ قطرہ قطرہ پر اک اثرِ سجود ہوتا

کوئی زہر نوش مجھسا نہین ذوق پہونچا ورنہ
شجر زقوم دوزخ مین بھی خشک دود ہوتا

اُس نے جب ہاتھ بہت ردو بدل مین مارا
ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل مین مارا

آنکھ سے آنکھ لڑی پر مجھے ڈر ہے دل کا
کہین یہ جا کے نہ اس جنگ و جدل مین مارا

دل کو اُس کاکلِ پیچان سے نہ بل کرنا تھا
پر یہ سمجھ گیا اپنے ہی بل مین مارا

چرخ بدبین کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بار
تیر نالے نے مرے چشم زحل مین مارا

اُس لب و چشم پہ ہے زندگی و مرگ اپنی
کہ کبھی دم مین جلایا کبھی پل مین مارا

کون سنتا ہے تری زلف مین دلکی فریاد
کہ مسلمان کو ہے کافر کے عمل مین مارا

عرس کی شب بھی مری گور پہ دو پھول آئے
پتھر اک گنبدِ تربت کے کنول مین مارا

ہوا پہ شعر میر کا انداز نصیب
ذوق یارون نے بہت زور غزل مین ملا

مذکور تری بزم مین کس کا نہین آتا
پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

جینا ہمین اصلا نظر اپنا نہین آتا
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہین آتا

کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب مین بھی رات کو تنہا نہین آتا

بیجا ہے دلا اُسکے نہ آنے کی شکایت
کیا کیجے گا فرمائیے اچھا نہین آتا

کس دن نہین ہوتا قلق ہجر سے مجھ کو
کس وقت مرا منھ کو کلیجا نہین آتا

ہم رونے پہ آجائین تو دریا ہی بہائین
شبنم کیطرح سے ہمین رونا نہین آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہین آتا

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم مین
جو جاتا ہے یان سے وہ دوبارا نہین آتا

ساتھ اُنکے ہین ہم سایہ کے مانند و لیکن
اس پر بھی جدا ہین کہ لپٹنا نہین آتا

غافل ہے بہار چمن عمر جوانی
کر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہین آتا

دل مانگنا مفت اور یہ پھر اُس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہین آتا

دنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام مین اُسکے
آجاتے ہین لیکن کوئی دانا نہین آتا

جاتی رہی زلفون کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمین لٹکا نہین آتا

جو کوچۂ قاتل مین گیا پھر وہ نہ آیا
کیا جانے مزا کیا ہے کہ جینا نہین آتا

آنے تو کہان جائے نہ تا جی سے کوئی جائے
جبتک نہین آتا اُسے غصا نہین آتا

دیتا دل مضطر کو ترے کچھ تو تسلی
پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہین آتا

آیا ہے دم آنکھون مین دم حسرت دیدار
پر لب پہ کبھی حرف تمنا نہین آتا

مین جاتا تا جہان سے ہون تو آتا نہین تا بتک
کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہین آتا

قسمت ہی سے ناچار ہون اے ذوق وگرنہ
سب فن مین ہون مین طاق مجھے کیا نہین آتا

ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکان نکل آیا
تھا کام تو مشکل مگر آسان نکل آیا

شب ہمنے تہیہ جو کیا توبہ کا ساقی
مغرب سے سحر مہر درخشان نکل آیا

عصمت بھی ہے کیا شے کہ الگ یوسف کنعان
درہاے مقفل سے عزیزان نکل آیا

تنگ آکے جو دم تن سے نکلجائے تو جانون
زندان سے کوئی قیدی زندان نکل آیا

ہاتھ آئے نہ قسمت کے سوا گوہر مقصود
دریا سے تہی پنجۂ مرجان نکل آیا

رات آہ مین یون سینے سے اک شعلہ سا چمکا
مین نے تو یہ جانا دل سوزان نکل آیا

ناقوس یہ کس دل سے کیا نالۂ جان سوز
یان دلکا دھوان آہ سے پیچان نکل آیا

تھا کوچۂ قاتل مین شہادت کا دفینہ
کھودا جو کسوان گنج شہیدان نکل آیا

دل رکھ کے کہین ذوق کا ہم بھول گئے تھے
تھا گم وہ کئی دن سے مگر ہان نکل آیا

ہر اک سے ہے قول آشنائی کا جھوٹا
وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا

بنا تا ہے آئین الفت مین تجھکو
یہ شیوہ تری بیوفائی کا جھوٹا

نہ منہ ڈال خار آبلے مین کہ ہوگا
یہ ساغر مے کہربائی کا جھوٹا

نہ کیون تیرے دانتون سے جھوٹا ہو موتی
کہ دعوے کیا تھا صفائی کا جھوٹا

مجھے نعمت خلد سے بھی ہے بہتر
ترے در پہ ٹکڑا گدائی کا جھوٹا

ترا لعل ہاتھون مین چمکا رہا ہے
نگین خاتم دلربائی کا جھوٹا

رسائی ہوئی جب کہ دامن تک اُسکی
ہوا ہاتھ اپنی رسائی کا جھوٹا

مزے لیتے ہوے اگر موت یا دے
یہ پانی مریض جدائی کا جھوٹا

اڑا کر گیا رنگ الفت کو رخ سے
یہ ساغر مے دلربائی کا جھوٹا

گئے طاق ابرو مین تھے حضرت دل
تو دعوے ہوا پارسائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق جھوٹا کہ سچا
مگر وہ نہین آشنائی کا جھوٹا

یان تنگ عدو زمانہ ہے مرد دلیر کا
جھیلے ہین سخت شکار کئے پر بھی شیر کا

جس گھر مین ہو لڑائی وہان آدمی نہین
کاشانہ سمجھئے سیہ کا یا گل کنیر کا

مجنون کی روح دشت مین مانند گرد باد
کرتی طواف تھی ترے مجنون کے ڈھیر کا

ہین اُس صنم کے ملنے کے رستے تو سینکڑون
پر کوئی راست ہے کوئی رستہ ہے پھیر کا

دم آچکا لبون پہ ہے آنکھون مین انتظار
بے دید جلد آ کہ نہین وقت دیر کا

چھوڑا نہ ایک دانۂ اختر سحر تلک
گردون کو لگ گیا جو مزا تپ شبگیر کا

کوٹھے پہ اُن کے خوب نہ بچے آج رات کو
تھا ہاتھ آ گیا جو سہارا منڈیر کا

ہوتے زبان حال سے مضمون ہین وہ ادا
جس مین نہ اختلاف زبر کا نہ زیر کا

زیبا ہے ذوق خرقۂ درویش مرد کو
بہر طمع کبھی نہ پائے گا نام و شیر کا

دریاے اشک چشم سے جس آن بہ گیا
سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہ گیا

دل بے گدازِ عشق کہ خون ہو کے دل کے ساتھ
سینہ سے تیرے تیر کا پیکان بہ گیا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا مین کیون
کیا ڈیڑھ چلو پانی مین ایمان بہ گیا

ہے موج بحرِ عشق وہ طوفان کہ الحفیظ
بیچارہ مشتِ خاک تھا انسان بہ گیا

دریاے اشک سے دم تحریر حال دل
کشتی کی طرح میرا قلمدان بہ گیا

یہ روئے پھوٹ پھوٹ کے پانون کے آبلے
نالہ سا ایک سوے بیابان بہ گیا

تھا تو بہا مین بیش پر اس لب کے سامنے
سب مول تیرا لعل بدخشان بہ گیا

کشتی سوار عمر ہین بحرِ فنا مین ہم
جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہ گیا

تھا ذوق پہلے دلی مین پنجاب کا سا حسن
پر اب وہ پانی کہتے ہین ملتان بہ گیا

سرو عاشق ہو گیا اُس غیرت شمشاد کا
غل مچا یا قمریون نے ہے مبارکباد کا

ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا
خوب طوطی بولتا ہے ان دنون صیاد کا

روز مرگِ عاشقِ ناشاد ہے شادی کا دن
ہے بجائے شورِ ماتم غُل مبارکباد کا

آنچ سے تلوار کی ڈرتا نہین یہ سخت جان
کشتہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا

کچھ گدازِ عشق مین ہوتا اثر تو دیکھتے
کوہ کے چشمون سے ہوتا خونِ روان فرہاد کا

ہو سبق آموز شوخی گر پری کو چشمِ شوخ
کام لے موجِ نگہ سے سیلیٔ اُستاد کا

سوزشِ غم سے ہزارون داغ جل جلکر پڑے
ہوگیا میرا کفن جامہ مگر حدّاد کا

سرد موجِ آبِ جو سے پاے در زنجیر ہے
دیکھ لو آزاد کو یہ حال ہے آزاد کا

آبداری ہے تری تلوار مین یا ہوگیا
آب زہرہ سخت جانی سے مری فولاد کا

یاد کرتا ہے مجھی کو سب سے پہلے وقتِ قتلِ عام
کیون نہ مین کشتہ ہون اے قاتل تری اس یاد کا

مین ہون چکر مین لگی جس دن سے دنیا کی ہوا
حال میرا ہے بعینہ آسیاے باد کا

سر ترے کشتہ کا دیکھے گا نہ ہرگز روے خاک
لے اُڑے گا شوقِ پابوسی اسے جلاد کا

سلسلہ مین لفظ و معنی کی نہ آیا دل کبھی
ابجد عالم مین گویا تھا الف آزاد کا

یون تو ہے استاد شیطان پر کہون کیا تجھکو دل
تو تو شاگردی مین بھی استاد ہے استاد کا

ذوق حیران ہے بہت فکرِ کشادِ کار مین
یا علی مشکلکشا یہ وقت ہے امداد کا

مرے سینہ سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا
دہانِ زخم سے خون ہو کے حرفِ آرزو نکلا

مرا گھر تری منزلگاہ ہو ایسے کہان طالع
خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہرو نکلا

پھرا گر آسمان تو شوق مین تیرے ہے سرگردان
اگر خورشید نکلا تیرا گرم جستجو نکلا

مئے عشرت کا تھا خمخانۂ افلاک پر دھوکا
کہ تھا لبریز غم اس خمکدہ سے جو سبو نکلا

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہوگیا میرا
رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا

کہین مجھکو نہ پایا گرچہ ہمنے اک جہان ڈھونڈھا
پھر آخر دل ہی مین دیکھا بغل ہی مین تو نکلا

خجل اپنے گناہون سے ہون مین یانتک کہ جب رویا — تو جو آنسو مری آنکھون سے نکلا سر فرو نکلا
گھسے جب ناخن تدبیر اور ٹوٹی سر سوزن — مگر تھا دل مین جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اُسے عیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جسکو
جسے یان دوست اپنا ہمنے جانا وہ عدو نکلا

جب بیجان ہون کوچۂ قاتل مین لوٹتا — قاتل ہے لوٹنے پہ مرے دل مین لوٹتا
لیلی کے شوق وصل مین مجنون کو دیکھنا — کیا کیا ہے راہِ ناقۂ محمل مین لوٹتا
غیرون سے دیکھ دیکھ تری گرمجوشیان — مین آگ پر ہون رشک سے محفل مین لوٹتا
دی لب نے تیرے غنچہ کو اکسیر مسکرات — گل ہو کے ہے جو پاے عنادل مین لوٹتا
کعبہ کا رخ ہے اور ترے درد فراق سے — مین اے صنم ہون پہلی ہی منزل مین لوٹتا
دل کا سا ہوتا گر دُرِ غلطان کو اضطراب — پھرتا تمام دامن ساحل مین لوٹتا
سودائیون کے دل پہ تری یاد زلف مین — اک سانپ سا ہے قیدِ سلاسل مین لوٹتا
کس کس مزے سے لوٹتے ہین سجدہ مین مست — ہے ایک کے جو ایک مقابل مین لوٹتا

بے آب تیغ ماہی بے آب کی طرح
اے ذوق دل ہے سینۂ بسمل مین لوٹتا

عالم ہے زندگی مین زمانہ شباب کا — گلشن مین برگ برگ ہے پھول آفتاب کا
جلوہ ہو کیونکہ خاک پہ تابِ عتاب کا — جلتا نہین ہے برق سے دامن سحاب کا
ہے گلرخو نہ چھیڑنا دامن سحاب کا — دیکھو چھلک رہا ہے کٹورا گلاب کا
اُس گل بغیر طوطی بسمل سے کم نہین — سبزہ مزارِ عاشق پُر اضطراب کا
صد پارہ دل ہے گنجفۂ عشق ہو گیا — اور ہر ورق پہ نقش ہے حکم آفتاب کا
ہے دل جلون کے واسطے نامہ بر تو خوب — اڑنا مگر محال ہے مرغ کباب کا
ٹپکے اگر عرق گل رخسار سے ترے — دریا مین ہر حباب ہو شیشہ گلاب کا

اے آفتاب تیرے رخِ تابناک سے
کیا کیا چمک رہا ہے ستارہ حباب کا

ہوتا ہے دل جلوں سے کہین ذوق ضبط آہ
موجِ دخان سے ضبط نہ ہو پیچ و تاب کا

نالہ جب دل سے چلا سینہ مین پھوڑا اٹکا
چلتی گاڑی مین دیا عشق نے روڑا اٹکا

جلد آ وعدۂ دیدار پہ اے وعدہ خلاف
کب تلک اٹکا رہے دم آنکھوں مین تھوڑا اٹکا

توسنِ عمر رواں ہر نفس اڑتا ہی رہا
کبھی میدانِ فنا مین نہ یہ گھوڑا اٹکا

بھاگا مجنون مری وحشت سے بگولے کیطرح
سامنے میرے ذرا بھی نہ بھگوڑا اٹکا

لے گئے مرکے بھی اے ذوق رکاوٹ دل مین
ہاتھ تلوار کا جو یار نے چھوڑا اٹکا

ہر گام پہ رکھے ہے وہ یہ ہوش نقشِ پا
ہو خاکِ عاشقان نہ ہم آغوش نقشِ پا

افتادگان کو بے سر و سامان نہ جانیو
دامانِ خاک ہوتا ہے روپوش نقشِ پا

اعجازِ پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ مین
بول اٹھے منہ سے ہر لبِ خاموش نقشِ پا

اس رہ گذر مین کس کو ہوئی فرصتِ مقام
بیٹھے ہے نقشِ پا بسر دوش نقشِ پا

جسم نزارِ خاک نشینان کو ہے عشق
یون ہے زمین پہ جیسے تن و توش نقشِ پا

قیس برہنہ پائی مجنون سے دشت مین
ہر آبلہ بنے ہے دُرِ گوشِ نقشِ پا

پابوس در کنار کہ اپنی تو خاک بھی
پہنچی نہ ذوق اسکے ہم آغوش نقشِ پا

جل اٹھا شمع نمط تارِ رگِ جان میرا
آہ روشن نہ ہوا کلبۂ احزان میرا

ملنے دیکھا جو لبِ زخم تو بولا قاتل
آج تیرا ہے دہن اور نمکدان میرا

کرکے بسمل مجھے کس ناز سے کہتا ہے وہ شوخ
دیکھ جو کیجیو نہ خون سے کہین دامان میرا

اے جنون دن سے سوا رات کو دشمن گریہ
سر گردون ہوا جو داغِ دلِ سوزان میرا

خارِ وحشت سے کہو چھوڑ دے دامن دلکا — ہے خط جادہ ترا چاک گریبان میرا
دھیان میں آئینہ رخ کے گئی جان نکل — رہ گیا ہائے کھلا دیدۂ حیران میرا
اے جنون تو بھی ہو دنیا میں یونہیں خانہ خراب — خاک در خاک کیا خانۂ ویران میرا
نظم معنی کا بکھر جائے ابھی حرف سے حرف — باندھیں گر اہل سخن حال پریشان میرا
خندۂ جام کو مینا کے لبون پر رکھ دو — دیکھو پھر ہنستا ہے کیا کیا لب خندان میرا

اپنا رونا مجھے ہنسنے سے مبارک ہو ذوق
دیکھ خندان ہو جو وہ دیدۂ گریان میرا

رکھتے تھے جو کشور کسرے و قیصر زیر پا — ہے انہی کا آج سر با تاج و افسر زیر پا
اے جنون ہم پا برہنہ گرم پتھر زیر پا — دوپہر سایہ بھی بیٹھا ہے چھپکر زیر پا
تم چلو رکھ کر جو سیپارہ دیدۂ تر زیر پا — پل ہوں بحرِ اشک پر مژگان سراسر زیر پا
خاکساری کو ہماری مل گئی اکسیر عشق — اب تو پارس ہوگا جو آئیگا پتھر زیر پا
میری آنکھوں کو ملو تم لے کے تلوون کے تلے — کیون نشہ میں توڑتے ہو رکھ کے ساغر زیر پا
ہے نمازِ کشتۂ قامت بجائے جانماز — اے قیامت لا بچھا دامان محشر زیر پا
زیر دستی پر بھی ہے موذی سے لازم احتراز — جب دبے گا سانپ کاٹیگا مقرر زیر پا
ہیں ترے مجنون کے مژگان وادی وحشت کے خار — راہ آنکھوں کے نکل آئے ہیں چھپکر زیر پا
بوۂ گل مہندی کے گلبن رشک گل گملوں میں تو — آ کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیر پا
فاتحہ عاشق کا دیتا ہے تو واجب ہے ادب — اپنے کفش پا کو رکھ لے پا سے باہر زیر پا
غرق ہوں وہ کشتی شکستہ بحرِ الفت میں صبا — ایک تختہ رہ گیا ہے جس کے بچ کر زیر پا

قصر تن کو ذوق سب غارت کریگا ایکدن
چونٹیوں کا پھر رہا ہے یہ جو لشکر زیر پا

دشمن جان یکبیک سارا زمانہ ہو گیا — ہائے تاثیر محبت یہ ستم کیا ہو گیا

تم مین تھا یا مجھ مین تھا دل پھر کہو کیا ہو گیا
دل کے جانے کا تو عالم کو اچنبھا ہو گیا

جس کو اے ظالم تری مژگان کا کھٹکا ہو گیا
سوکھ کر ایسا ہوا دبلا کہ کانٹا ہو گیا

ہمنے اُن سے دوستی کی وہ ہین کرتے دشمنی
دیکھو کیا سوچا تھا ہمنے اور وان کیا ہو گیا

بادۂ گلگون نے رنگِ رُخ کو روشن کر دیا
پہلے تھا گلرنگ مکھڑا پھر بھبوکا ہو گیا

جب اُٹھا تابوت تیرے کشتۂ حسرت کا آہ
شور ماتم تھا کہ اک عالم مین برپا ہو گیا

تم نے کل عزمِ سفر کا ہم کو تھا بھیجا پیام
لو سفر یان آج دنیا سے ہمارا ہو گیا

پھر چلو اے حضرتِ دل ہو چکا ملنا بس اب
آج گھر مین غیر کے پھر اُن کا رہنا ہو گیا

مرنا جینا ایک جہانکا ہے نگاہون پر تری
جس نظر سے آنکھ بھر کر تونے دیکھا ہو گیا

خط لکھا مجھکو تو اُس مین نام بھی پورا نہ تھا
کیا کہون قسمت کا لکھا آج پورا ہو گیا

وہ تو خود شعلہ تھا جب مین نے کہا ہو شعلہ خو
اس لطیفہ سے بھڑک کر آگ دونا ہو گیا

غیر کے گھر ہم سے تو اڑ کر اگر پہنچا تو کیا
تیرے جانے کا تو اک عالم مین چرچا ہو گیا

گرم ہو کر آتا ہے منھ پر مرے طفلِ سرشک
دیکھ کیا اے چشمِ تر ابتر یہ لڑکا ہو گیا

کر دیا تیغِ نگہ نے ایک عالم کا ہے خون
نام بدنام اے صنم ناحق قضا کا ہو گیا

یادِ زلفِ عنبرین مین رات یہ آہین بھرین
گنبدِ گردون سیہ سارے کا سارا ہو گیا

ذوق مینے جو زلف کو چھیڑا تو لے مجھسے قسم
تونے خود چھیڑا اُسے اور برہم اتنا ہو گیا

کوہ کے چشمون سے اشکونکو نکلتے دیکھا
اے صنم پر ترا پتھر نہ پگھلتے دیکھا

ضعف سے سینہ مین آتا ہے مرا دم جس طرح
ریگ کو شیشۂ ساعت مین نہ چلتے دیکھا

تھا ہمین اس باغ مین نخلِ گلِ آتشبازی
پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا

اُس رخ و زلف کے آگے نہ ہوا اسکو فروغ
آگے کالے کے دیا کسنے ہے جلتے دیکھا

اے صبا جنبشِ سبزہ کے سوا کس کو بھلا
مورچھل گورِ غریبان پہ ہے جھلتے دیکھا

جو چڑھا اوجِ فنا پر وہ گرا سایہ نمط
پانون اس کوٹھے پہ ہے سب کا پھسلتے دیکھا

کوے جانان مین ہے دل جیسا گیا قابو سے
ہم نے بچے کو بھی ایسا نہ مچلتے دیکھا

زلف کہتی ہے درِ گوش سے دکھلاوے کوئی
گر سرِ بجنبہ سے ناگن کو ہو ٹلتے دیکھا

کج ادائی گئی کب ہم سے ترے ابرو کی
شاخ آہو سے ہے خم کس نے نکلتے دیکھا

اشک کو لیتا نہ دامن مین تو کیا کرتا مین
گاہوارہ مین یہ لڑکا نہ سنبھلتے دیکھا

جا چھپا شرم سے ظلمات مین جو آبِ حیات
تجکو دانتون پہ مسی ہے کبھی ملتے دیکھا

کوے جانان سے ہم اور خلد سے آدم نکلے
اُن کو دیکھا نہین پر ہم کو نکلتے دیکھا

خانۂ دل کے سوا آتشِ غم سے اے ذوق
سامنے آنکھون کے گھر کس نے ہے جلتے دیکھا

برنگِ گُل صبا سے کب کھلا دلگیر دل میرا
کہ ہے باغِ جہان مین غنچۂ تصویر دل میرا

خطِ عارض کا تیرے رات دن جو دھیان رکھتا ہے
تلاوت کرتا ہے قرآن با تفسیر دل میرا

ورق پہ سینہ کے کھینچا ہے تارِ اشک سے سطر
کریگا شرحِ دردِ عشق کی تحریر دل میرا

سنبھالے رکھ ذرا اے آسمان تکیہ اپنے اوج
زمین پر کھینچتا ہے نالۂ شبگیر دل میرا

بتون کی سرد مہری نے کھلا دی زعفران لیکن
کرے کیا گر موبشی ہو گیا کشمیر دل میرا

تری چشمِ فسون گر نے کہان سیکھا تھا یہ جادو
کیا ہے اک نگہ مین اے پری تسخیر دل میرا

تصور مین کسی تیغِ نگہ کے کشورِ الفت
ہوا تسخیر کر کے صاحبِ شمشیر دل میرا

بتو گر حسن کی دولت سے تم ہو بن گئے پارس
ہوا ہے کیمیائے عشق سے اکسیر دل میرا

کبھی منت کی زنجیر انکو پہنے اس نے دیکھا تھا
ہے ابتک پہنے تارِ اشک کی زنجیر دل میرا

نشان تو رہنے دے قاتل ذرا سا خون کا دامن
قیامت مین ترا تا ہو وے دامنگیر دل میرا

جنون کا عشق ہے گر ذوق تو ساری خدائی مین
کریگا شہر اک دن سب مجھے تشہیر دل میرا

اُن سے کچھ وصل کا ذکر اب نہیں لانا اچھا
وہ جو کچھ کہیں تو تم بھی کہے جانا اچھا

تم نے دشمن ہے جو اپنا ہمیں جانا اچھا
یارِ نادان سے تو ہے دشمنِ دانا اچھا

پھول گل مہندی کے لالا کے نہ ہاتھوں میں ملو
خونِ عاشق نہیں مرقد پہ بہانا اچھا

طائرِ جان کے سوا کوچۂ جانان کیطرف
نامہ بر کون ہے جو کیجے روانا اچھا

طاقِ ابرو کے تصور میں دلا کھینچ نہ آہ
سمتِ کعبہ پہ نہیں تیر لگانا اچھا

بدگمان دیکھو کچھ اس میں بھی نہ ڈالیں رخنہ
روزنِ در سے نہیں آنکھ لڑانا اچھا

آتشِ عشق ہے سینہ میں دبی دیکھ اے چشم
اب نہیں دامنِ مژگان کا ہلانا اچھا

بیٹھ رہ کر کے قناعت کہ بشکلِ مہِ نو
چھوڑ کے آدھی تو نہیں ساری کو جانا اچھا

مرغِ دل نے نگہِ یار سے پوچھا اڑ کر
پھر بھی کہنا کہ لگاتے ہیں نشانا اچھا

جان تو دم میں نہیں دم اور وہ لیے تیغِ دو دم
کہتے ہیں دیکھو نہیں دم کا چرانا اچھا

طرۂ شمشاد دکھاتا ہے تری زلفوں کو
لا ڈرا دے کہ یہی اسکو ہے ستانا اچھا

ساقیا ابر ہے آیا تو بڑھا خم پہ ہاتھ
کہ گھٹا میں نہیں ہمت کا گھٹانا اچھا

جل کے گر قطرۂ خونِ دل کا ہوا اشک آلود
تو نہیں نیچے مژگان سے گرانا اچھا

گردشِ عمر میں تسبیحِ سلیمانی کا
آج اک ہاتھ لگا ہے مرے دانا اچھا

سامنے یار کے اے ذوق بہانا آنسو
ہے تو چاہت کے جتانے کو بہانا اچھا

اچھا ہے عالم میں فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا
دیکھ جلتے سے ہے شرر ہوتے ہی پتھر سے جدا

کیجو ساطہ نہ سبزہ گوشِ دلبر سے جدا
ہو نہ اسے گر رکھیں مینا کو ساغر سے جدا

دل مرا یا رب نہ ہو زلفِ معنبر سے جدا
سر جدا ہو تن سے یہ سودا نہ ہو سر سے جدا

لکھے شرحِ سوزشِ ہجران جو تیرا بیقرار
ہوں تڑپ کر جوں شرر ہر نکتہ دفتر سے جدا

ذوق پائے نگارین کا ہے حنا میں جو دہ
قطرۂ خون بھی نہ ہوگا نوکِ نشتر سے جدا

ہجر میں کیا کیا مرض ہے سنگدل پیدا ہوا
ہول دل پیدا ہوا آزار سل پیدا ہوا

تیرہ بختی بھی اُسی دن اپنی روشن ہوگئی
روئے تابان پر تمھارے جب کہ تل پیدا ہوا

یا الٰہی کیا کہون تیری عنایت کے سوا
مین نے کیا ایسا کیا جو ایسا دل پیدا ہوا

غیر کے چھلّے سے وان تونے جو گل کھائے تو یان
داغ تازہ داغِ دل کے متصل پیدا ہوا

اُس لبِ لعلین پہ ہے یہ جلوۂ رنگ مسی
یا کہ نافرمان ولالہ مشتعل پیدا ہوا

کر کے وعدہ رات کو جو راہ سے تو پھر گیا
وہم کیا دل مین یہ اے پیمان گسل پیدا ہوا

خاکساری نے اُسی دن روشنی پائی تھی ذوق
آدم خاکی کا جس دن آب و گل پیدا ہوا

رکھ دل جلون کی خاک پہ تو با فراغ پا
سوزِ درون وہی ہے پہ ہونگے نہ داغ پا

تو باغ مین رکھے اگر اے رشک باغ پا
پھر آئے وان خزان تو وہین ہو دباغ پا

وہ اور میرے گھر مین رقیبون کو لے کے آئے
بلبل کے آشیان مین رکھے حیف زاغ پا

گر کوے یار مین نہین ملتا پتا تو پھر
تو کوے زلفِ یار مین دل کا سراغ پا

رو دیگی پھوٹ پھوٹ کے ہر چشم آبلہ
جوش جنون مین رکھ نہ سکوگے وہ داغ پا

ہم دل جلون کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم
اس سے تو ڈال دیکھو میان ایاغ پا

اُس گل سے گر اجازتِ پابوس ہو نصیب
ہو جائے چوم چوم کے دل باغ باغ پا

اُچھلے ہے شیخ وجد مین اس طرح بار بار
جس طرح بد لگام ہو گھوڑا چراغ پا

ساقی کا دور چشم ہو گر بہ کنار آب
پائے حباب آب روان سے ایاغ پا

ہے جی مین آب جو منظا اے سرو خوش خرام
دھو دھو پیا کرین ترے سب بے دماغ پا

اے ذوق کیون چمن مین وہ گل جائے جس کے ہون
رنگ حنا سے غیرتِ صد یاسمن باغ پا

تجھ کو یوسف سے کیا حسن مین بہتر پیدا
گر کیا اُس کو پیمبر تجھے کافر پیدا

ہو جہان کشتۂ مژگان کا تمھارے مدفن
عوض سبزہ ہو وان خاک سے نشتر پیدا

عاجزی سے رہے آئے نہ ہوا مین کمزور
موت ہے چیونٹی کی ہو دین اگر پر پیدا

قصد پرواز کرے کیون نہ مرا طائرِ روح
تیرے خنجر سے جو پہلو مین ہو نشتر پیدا

خط ترے شعلۂ رخسار پہ ہے معجزِ حسن
ورنہ ہو سبزہ بھلا آگ پہ کیونکر پیدا

خاکِ دل سوختہ یک مشت ہو گر صرف چمن
ہو دین غنچون کی جگہ باغ مین اخگر پیدا

رخ روشن پہ عیان ہین جو عرق کے قطرے
کیا تماشا ہے کہ دن کو ہوئے اختر پیدا

درفشان وقتِ سخن ہین لبِ رنگین تیرے
ہوتے گویا ہین یہان لعل سے گوہر پیدا

اشکِ گرم ایک بھی دریا مین جو ٹپکے میرا
جائے ماہی ہو تہ آب سمندر پیدا

آسمان سخت مزاجون کو ہنر دیتا ہے
دیکھ لو ہوتے ہین فولاد مین جوہر پیدا

سر کٹانے مین مزا دہ ہے کہ جی چاہتا ہے
سر ہر موے بدن ہو دے جدا سر پیدا

بے مکین ہوتی نہین زیب مکان کی اے ذوق
خانۂ دل ہے تو کر لو رخِ دلبر پیدا

[illegible]

تیرے ہاتھون کوئی آوارہ اے گردون ٹھہریگا
و لیکن تو بھی گر چاہے کہ مین ٹھہرون تو ٹھہریگا

جو تعلق کرنا قیس لیلے سر ہامون نہ ٹھہریگا
اگر سو کوس ہو گا نجد تو مجنون نہ ٹھہریگا

وہ دولت کر طلب جس سے کہ دل ہو جائے غنی
اگر ہاتھ آئیگا گنجینۂ قارون نہ ٹھہریگا

گرا ہون چشم ساقی سے مری تصویر مین بھی گر
بنا دیگا کوئی جام مئے گلگون نہ ٹھہریگا

بہر بالین آئے ہمدم کوئی دم تو ٹھہرنے دے
ابھی سے کیا کہون حالِ دلِ محزون نہ ٹھہریگا

بتا ٹک ہو علاج اشک جو اس خال کا بوسہ
طبیبو آب نزلہ ہے کہ بے افیون نہ ٹھہریگا

یہی ہے دل کی بیتابی تو بعد از مرگ بھی قاتل
نہ ٹھہرا ہے زمین پر عاشق محزون نہ ٹھہریگا

قتل کرتی ہے نگہ سے شہرہ نگاہ یار کا
سچ کہا ہے بار شہ کاٹے نام ہو تلوار کا

گر دکھاؤن عالم اپنے نالہ ہائے زار کا
کام لون ہر تار مو سے تارِ موسیقار کا

کوچۂ زلفِ بتان مین دل پڑا ہوگا کہین
پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اُس جدائی خوار کا

کعبے کے دیوار و در سے نور کے جلوے اُٹھین
گر پڑے سایہ مرے بتخانہ کی دیوار کا

آنسوؤن مین شمع بالین سے برستے ہین جو پھول
مین شہیدِ ناز ہون کس آتشین رخسار کا

استخوان اس سوختہ جان کی نہ کھانا زینہار
اے ہما یہ رزق ہے مرغانِ آتشخوار کا

نالۂ بلبل مین گر پیدا اثر ہوجائیگا
خندۂ گل خندۂ زخمِ جگر ہوجائیگا

کشتیِ بحرِ شہادت ہے ترے بسمل کو تیغ
اب ادھر سے دیکھنا دم مین اُدھر ہوجائیگا

ہم نے جانا تھا کہ قاصد جلد لائیگا خبر
کیا خبر تھی جاکے وان خود بے خبر ہوجائیگا

شکل تو دیکھو مصور کھینچے گا تصویرِ یار
آپ ہی تصویر اُس کو دیکھکر ہوجائیگا

آدم دوبارہ سوئے بہشتِ برین گیا
دیکھو جہان خراب ہوا پھر وہین گیا

دنیا گئی کہ عشق مین ایمان و دین گیا
یہ دل گیا تو جانئے کچھ بھی نہین گیا

خورشید وار چرخ پہ چمکا کوئی تو کیا
آخر کو پھر جو دیکھا تو زیرِ زمین گیا

دیکھا کہین نہ اُسکو جو دیکھا تو اپنے پاس
مین جو بعد دور جون نگہِ دوربین گیا

کیا کھیل مزا نہ تیرے ستم کا اُٹھا لیا
ہم نے بھی لطفِ زندگی اچھا اٹھا لیا

کیون لائے وان سے ہم دلِ سیپارہ کرکے جمع
دیکھا جہان پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا

جو بار آسمان و زمین سے نہ اٹھ سکا
تو نے غضب کیا دلِ شیدا اٹھا لیا

سر ہم نے جب سے پائے صنم پر سے رکھ دیا
دونون جہان سے دستِ تمنا اٹھا لیا

کیا کہین اُس سے جو ہو ہم سے زیادہ جانتا — وہ ارادہ ہے ہمارا یہ ارادہ جانتا
بولتا بڑھ بڑھ کے اتنا کیون بشر مستِ غرور — گر بڑا بول اپنا قاضی کا پیادہ جانتا
کرتا ہے جب نالہ اپنا عالمِ بالا کی سیر — ہے فلک پر کہکشان کو خط جادہ جانتا

آفتابِ حسن کو کیا خاکسارون کا ہو درد
پا فتادہ کا ہے دروازِ پا فتادہ جانتا

کرون درد آشنا کیونکر دل احباب اپنا سا — بلا سے جیسا مین ہون ڈھونڈھون مین تاب اپنا سا
فلک سجدہ کرین آدم کو کیا ذرّہ نوازی ہے — دیا بندہ کو اپنے اُس نے خود آداب اپنا سا

آنا تو خفا آنا جانا تو رُلا جانا — آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا
کیا طبع مین جودت ہے چٹ دل کی اڑا جانا — ہونٹون کا یہان ہلنا وہان بات کا پا جانا

اے دل نہ راہِ عشق کشادہ سمجھ کے جا — یان اژدہا ہے ہر خط جادہ سمجھ کے جا
صیادیون سے یار کی نالان ہے کیون دلا — اسکو نہ اپنا دوست زیادہ سمجھ کے جا

اگر رقصان نہ سر اپنا سنان یار پر دیکھا — تو سربازی کا اپنے کیا تماشا اپنا سر دیکھا
جہان باریک بین و ناتوان بین اسقدر دیکھا — ہلال اُنتیسوین کا سب کو منظورِ نظر دیکھا

رہیگا تشنہ لب سیراب یہ بسمل نہ ہووےگا — میسر جب تک آبِ خنجرِ قاتل نہ ہووےگا
کوئی اسے لالہ رخ داغِ عشقِ ان کا قابل نہ ہووےگا — اگر مہر گیاہی میرا داغِ دل نہ ہووےگا

چاندنی نے رات تجھ بن روپ یہ دکھایا تھا — مجھ کو مہتابی پہ دھوپ مین بٹھایا تھا

بعد فراق کوئی دن ایسا نہ وصل کا ہوا
وہ کہیں تم کو کیا ہوا ہم کہیں تم کو کیا ہوا

آدمی گر ہو مکدر کیا قصور ادراک کا
خاک کا پتلا ہے یہ کچھ تو اثر ہو خاک کا

کیوں کہہ کے مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

وہ دیکھیں کس طرح ہے روزِ فرقت دیکھکر جیتا
کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھکر جیتا

جب قیامت قد ترا اے رشک گلشن بن گیا
اخترِ صبحِ قیامت خالِ گردن بن گیا

نشۂ پندار سے ابلیس رہ گم کردہ تھا
ورنہ آدم میں دھرا کیا تھا وہی در پردہ تھا

بعد قافِ عشق تھا جو درسِ مکتب خانہ تھا
کاف کن کے ماسبق کیا جانے کیا تھا کیا تھا

مژہ پیکاں کا ہے ٹکڑا کہ سری کا ٹکڑا
مکھڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا

دل ہے گریہ کل زمیں ہو کر قدم گڑنے لگا
اور قدم اکھڑے تو کیا دیکھا بھنور پڑنے لگا

دل کی طپش سے زخم جگر کا جو ٹانکا ٹوٹ گیا
طائر جان جو رشتہ بپا تھا فرصت پاکر چھوٹ گیا

ضبطِ گریہ نے تماشہ طرفہ تر دکھلا دیا
چشم کے کوزہ میں دریا بند کر دکھلا دیا

ہاتھ آکر دلِ وحشی جو کوئی چھوٹ گیا
ہوسِ صید سے صیاد کا جی چھوٹ گیا

لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگان کا
نشان سوفار کا معلوم ہوتا ہے نہ پیکان کا

دل کہان جس پر گمان ہو غنچۂ تصویر کا
ہے کوئی سینہ مین خون آلودہ پیکان تیر کا

چشم و نگہ کو تیرے بدنام کیون کریگا
مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مریگا

عہد پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کودنا
ہائے طفلی کھیلنا کھانا اُچھلنا کودنا

مسجد مین اُس نے ہم کو آنکھین دکھا کے مارا
کافر کی دیکھو شوخی گھر مین خدا کے مارا

ہوئے انسان ہم درد محبت کے لیئے پیدا
فرشتے ہوتے گر ہوتے عبادت کے لیئے پیدا

یارب یہ اس زمانہ کے لوگون کو کیا ہوا
جس کا برا ہو اُن کو یہ کہنا بھلا ہوا

آج غصہ سے ادھر کو دستِ قاتل اُٹھ گیا
بس بھروسا زندگی کا ہم کو اے دل اُٹھ گیا

آخر گِل اپنی خاکِ درِ میکدہ ہوئی
پہنچی وہین یہ خاک جہان کا خمیر تھا

ہو گیا نامۂ شوق اُن کو سب ازبر میرا
کھا گئے ذبح جو وہ کر کے کبوتر میرا

کچھ رازِ نہان دل کا بیان ہو نہین سکتا	گونگے کا سا ہے خواب بیان ہو نہین سکتا
سبزۂ خط اے خضرِ طریقت کہ کھتا رسم الخط ہے جدا	خطِ بتان ہے خطِ الٰہی لکھے موسیٰ پڑھے خدا

ردیف باے موحدہ

پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پس جام شراب	لب پہ توبہ ترے دل مین ہوس جام شراب
لب نمک اُسکے جو ہوئی دسترس جامِ شراب	بنگیا خالِ لب اُسکا مگس جامِ شراب
جھپکا مستی مین وہ صاحب ہوس جام شراب	عکس خال اپنا جو سمجھا مگس جام شراب
باز گشت اپنی ہے یون جانبِ قسام ازل	جیسے ساقی کی طرف باز پس جام شراب
دستِ بدست سے کی لوٹ کے فریاد بہت	نہ ہوا کوئی بھی فریاد رس جامِ شراب
جوشِ مستی سے عجب قافلہ جسمین کہ نہین	بے شکست ایک صدائے جرسِ جامِ شراب
محتسب شعلۂ آواز سے جل جائے گا	ٹوٹا گر ایک دلِ آتش نفس جامِ شراب
رات میخانے مین ساقی جو نشے مین بہکا	حسن شیشہ کو لگا کہنے حسن جامِ شراب
مرغِ دل نرگسِ میگون کی ہے مژگان مین اسیر	تازہ مضمون ہے جو باندھون قفس جامِ شراب
دل شکستہ ہون وہ مین ٹوٹ گئے ہون سو ٹکڑے	نام لکھدے جو کوئی میرا بس جامِ شراب
ساقی اُس دور مین کب آنکھ چرا سکتا ہے	رات بھر گشت کرے ہے عسس جامِ شراب
نوشدارو سے بھی بہتر ہے دمِ رنجِ خمار	ساقیا شربتِ فریاد رس جامِ شراب
بے خبر قافلۂ عیش گذر جاتا ہے	بے زبان ہے جو دہان جرسِ جامِ شراب
ابلق چشم سیہ مست کو تیرے دیکھا	ورنہ ابتک نہ سنا تھا فرس جامِ شراب
سمجھے میخانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز	سرِ جمشید پہ اُڑ کر مگس جامِ شراب
نخل مینا سے جدا جانئے کہ ساقی کس کو	پہلے پہونچے ثمرِ نیشہ رس جامِ شراب

بادۂ صاف میں آیا ہے کہاں سے تنکا
عکس مژگاں ترا میکش ہے خس جام شراب

مجکو دے بوسۂ دنداں بھی پس از بوسۂ لب
اچھے نقل نمکیں چند پس جام شراب

ذوق جلدی مئے گلرنگ سے بھر ساغر گل
لب نازک کو ہے اُسکے ہوس جام شراب

ہو ہجر مدتوں جو ہو وصل اکدم نصیب
کم ہوگا کوئی مجھسا محبت میں کم نصیب

ہوں میری خاک کو جو تمھارے قدم نصیب
کھایا کریں نصیب کی میرے قسم نصیب

بہتر ہیں لاکھ لطف و کرم سے ترے ستم
اپنے زہے نصیب کہ ہوں یہ ستم نصیب

ماہی ہو یا ہو ماہ وہ دے ایک یا ہزار
بیداغ ہوں نہ دست فلک سے درم نصیب

ہے خوش نصیب عشق میں اے بوالہوس وہی
جسکو کہ غم پہ غم ہو الم پر الم نصیب

غافل جو دم کی آمد و شد سے نہ ہووے تو
ہر دم ہے تجکو سیر وجود و عدم نصیب

سو بار جوں قلم ہو زباں شمع کی قلم
اک حرف ہو نہ مثل زبان قلم نصیب

مجنوں سیاہ خیمۂ لیلی کے گرد پھر
اے خوش نصیب تجکو طواف حرم نصیب

دے جسکو اپنے ہاتھ سے تو ایک جام مے
ساقی دئیے خدا نے اُسے مثل جم نصیب

ایماں ہے تیرا شوق لقا جس کو یہ نہو
دیدار اُسے خدا کا نہو اے صنم نصیب

جانتے ہیں کو سے یار اب ہمیں جو ہو سو ہو
اے ذوق آزماتے ہیں آج اپنے ہم نصیب

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب
کام چور اس کام پر کس منھ سے اجرت کی طلب

حشر تک و لیں ہی اُس سرو قامت کی طلب
یہ طلب اپنی تھی یا رب کس قیامت کی طلب

دل تنگ ہے جانتا ہے جبتلک و طبیعت جائے نہ جاں
کم ہو قلیاں کش سوز محبت کی طلب

جاسطے نظارۂ قاتل کے فرصت چاہیئے
اور یہاں فرصت کہاں جو کیجئے فرصت کی طلب

ہو مبارک خضر کو چشمۂ آب بقا
ہے ہمیں کب اے سکندر ایسی دولت کی طلب

دور رہ اور دیر تک رو سامنے مثل بلال
شہر میں تجکو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

بڑھ گئی ہے عیش میں حرص اسقدر اپنی کہ ہے
غم پہ غم کی آرزو حسرت پہ حسرت کی طلب

ہو کے دل غمزہ کا بسمل ناز پر دیتا ہے دم
کرتا ہے آفت طلب آفت پہ آفت کی طلب

جو حلاوت زندگی کی چاہتا ہے چرخ سے
تو کبھی ہرگز نہ کر تو اس سے راحت کی طلب

بطن مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے
یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب

[illegible]

گر گلستان جہان میں تنگ ہے تو غنچہ وار
کر کشادہ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

کرے ہے شرع کا پاس نمک حرام شراب
حرام ہے نہیں لیکن نمک حرام شراب

یہ ایسا ماہ مبارک یہ ایسا کار سعید
شروع دیکھ کے پیچھے مہ صیام خراب

عوض ہے نشۂ دنیا کا ذوق عقبیٰ پر
دوام بکتی ہے اس میکدہ میں وام شراب

اس بت نامہربان کو ہے پسند اپنا رقیب
ورد اسماء الٰہی میں بھی ہے تو یا رقیب

ردیف تاے مثناۃ

معلوم جو ہوتا ہمیں انجام محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت

ہیں داغ محبت درم و دام محبت
مژدہ تجھے اے خواہش انعام محبت

ہر روز اڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق
دو چار اسیر قفس و دام محبت

مانند کباب آگ پہ گرتے ہیں ہمیشہ
دل سوز ترے بستر آرام محبت

کاسہ میں فلک کے نہ رہے نام کو زہراب
دھر کھینچے اگر تشنہ لب جام محبت

شوق حرم کوچۂ قاتل میں کفن کو
ہم جانتے ہیں جامۂ احرام محبت

کی جس سے رہ و رسم محبت اسے مارا
پیغام قضا ہے ترا پیغام محبت

نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کشِ عشق و مئے جامِ محبت

ایمان کو گرو رکھئے نہ یون کفر کو لے مول
کافر ہو گرویدۂ اسلامِ محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کنان نعش پہ میری
سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سنان کو
چڑھ سر کے بَل اُس زینے پہ تا بامِ محبت

مجنون نے دی لگا جو سرِ خار زار پشت
پشت اب ہجوم خار سے ہے پشتِ خارِ پشت

ہو روون کے گر ہو پنجۂ مژگان سے پشت خار
کھجلائے وہ پری نہ کبھی زینہار پشت

ماہی سے تا بماہ ہین دستِ فلک سے داغ
وان داغدار سینہ ہے یان داغدار پشت

پیدا فلک سے ایک ہو تجھسا ماہوش
نہ پشت تک تو کیا کہ ہو نہ ہزار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لیکر بشر کی طرح
سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایکبار پشت

ہو جائے ہے زیادہ گرانباری گناہ
پیری مین ہو خمیدہ نہ کیون زیر بار پشت

سینہ سپر جو منہ پہ ہین تیغ نگاہ کے
دکھلائے وہ کبھی نہین آئینہ وار پشت

تڑپے یہی کہ ایسا ہو بعد مرگ بھی
لگنے نہ دے زمین سے دلِ بیقرار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

ردیف جیم تازی

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھسے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

ہے وہ آزارِ محبت سے دلِ ناشاد کو رنج
جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج

[illegible] آبلہ پا کا ہے یہی تو رونا
کہ نہ پہنچا ہو کہین مجھسے کسی خار کو رنج

جا بجا کوہ کے چشموں سے رواں ہیں آنسو
ہے جو ناکامی فرہاد کا کہسار کو رنج

کبھی کرتی ہے قدم رنجہ جو گلشن میں صبا
اور ہوتا ہے سوا مرغ گرفتار کو رنج

شربت خضر بھی دے ہے روش تلخی مرگ
تیری اس زہر بھری آنکھ کے بیمار کو رنج

راحت و رنج زمانہ میں ہیں دونوں لیکن
یاں اگر ایک کو راحت ہے تو ہے چار کو رنج

سخت جانی سے ہوں لاچار وگرنہ مجھسے
نہ تو خنجر کو ہے آزار نہ تلوار کو رنج

سن کے فریاد قفس میں مری خوش ہوں صیاد
یہ نہ پوچھیں کہ ہے کیا مرغ گرفتار کو رنج

ہوش لو بیچ کے لے دارو بیہوشی تو
ذوق بے ہوش کو آرام ہے ہشیار کو رنج

مرتا ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج
خط بھیج یا نہ بھیج زبانی خبر تو بھیج

ردیف جیم فارسی

اس پری کو تو نہ لے حیف اے دل بیمار کھینچ
اور لیوے آدمی کو چاہ میں سیماب کھینچ

یوں گلو سے تشنہ میں وہ آب خنجر سو فرو
جیسے تفتیدہ زمیں لے ایکدم میں آب کھینچ

عاشق رسوا کے خط میں کیا تکلف چاہیئے
چار حرف اک پرچہ پر تو یوں ہی بے القاب کھینچ

وہ مثل ہے ناؤ یہ کس نے ڈبوئی خضر نے
لے گیا خط ذوق کو دل سے گرداب کھینچ

ردیف حاے حطی

فرقت کی رات جی سے چلے ہم تا زمان صبح
ہوگی اذان گور ہماری اذان صبح

پر نور ہے ترا رخ سیمیں لبان صبح
آنکھیں ہیں تیری مست صبوحی کشان صبح

[illegible] خضر بھی برنگ شفق میں ہر روز
ماتم میں ہیں مرے ہمہ خونچکان صبح

[illegible] دل سے جھٹکتے ہیں دامن
ہے میرے نالہ شب و آہ و فغان صبح

پیسے یہ دانت رات نے مجھ پر کہ گھس گئے
انجم کے جتنے دانت تھے زیب دہان صبح

یون پہنچے اُسکی زلف مین عارض سے جان و دل
منزل پہ پہنچین رات کو جون رہروان صبح

اب سیکڑون ہین رات کو ناقوس پھونکیے
مسجد مین مدتون رہے تسبیح خوان صبح

ریش سفید شیخ مین ہے ظلمت فریب
اس مکر جانفزا پہ نہ کرنا گمان صبح

اے ذوق کچھ نہ پایا شب وصل کا مزا
یا آج صبح ہم نہین یا طائران صبح

ٹھہری ہے اُنکے آنکی یان کل پہ جا اصلاح
اے جان بر لب آمدہ اب تیری کیا اصلاح

منظور چشم یار ہے سب عین مصلحت
پوچھے بلاکشون سے کسی کی بلا اصلاح

سیدھے ہی جائین کعبہ کو بیت الصنم سے ہم
گر پھیر دے نہ وہ صنم کج ادا اصلاح

اُس چشم مست کے ہین خراباتیون مین ہم
تقوی کجا و زہد کجا و کجا اصلاح

کیا جان میری جان کے درپے وہ ہو سکے
غمزہ سے تیرے پوچھے نہ جبتک قضا اصلاح

اس بد معاملہ سے ترا کیا معاملہ
کس بد صلاح نے تجھے دی یہ دلا اصلاح

رہتا ہے اپنا عشق مین یون دل سے مشورہ
جسطرح آشنا سے کرے آشنا اصلاح

زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتون سے تو
دیتا ہے کوئی ایسی بھی مرد خدا اصلاح

کرتی خراب اُسی کو ہے تیر نگاہ مست
جسکو کہ دیکھتی ہے نکوکار یا اصلاح

یارب ہو دل کی خیر کہ کچھ کر رہے ہین آج
چشم و نگاہ مشورہ ناز و ادا اصلاح

منظور گر ہو قتل مرا غیر سے نہ پوچھ
ہے تو صلاح نیک مین کیا پوچھنا اصلاح

قلابے آسمان و زمین کے ملا نہ تو
اُس مہروش سے ملنے کی ناصح بتا اصلاح

ہے یہ مرا رفیق یہی ہے مرا شفیق
لون کس سے وانکے جانے کی دل کے سوا اصلاح

اے ذوق جا نہ ہوش و خرد کی صلاح پر
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا اصلاح

ردیف خاے معجمہ

تھی زلف تیری سنبل صحن چمن کی شاخ
قطروں سے پر عرق کے بنی یاسمن کی شاخ

اُس قد کو کیونکہ کہیئے نہال چمن کی شاخ
لائیگی وہ کہاں سے ادا بانکپن کی شاخ

ابرو پہ اُسکے خال ہے کیا زاغ شوخ چشم
سمجھا ہے اپنی شاخ نشیمن ہرن کی شاخ

دکھلائی اُس کے سرمۂ دنبالہ دار نے
آنکھوں سے ہمکو نرگس ہاروت فن کی شاخ

ناف اُس صبیح کی ہے کوئی نسترن کا پھول
تا ناف سیلی سینہ پہ ہے نسترن کی شاخ

دل باغ عشق نخل کہ جس میں ہزار ہا
حسرت کے برگ الم کے ثمر ہیں حزن کی شاخ

بے بہرہ انتفاع سے رہتے ہیں پر جفا
ممکن نہیں کہ لائے ثمر کرگدن کی شاخ

کھنی تھی چوب تیشہ مری طرح ایک دن
سوکھے گی نخل آرزوے کوہکن کی شاخ

جب سے پڑا ہے باغ میں جھولا ترے لیئے
ممنون باغ میں ہے نہایت رسن کی شاخ

لچکے ہے یوں کمر تری وقت خرام ناز
جنباں ہو جوں نسیم چمن سے سمن کی شاخ

حیراں ہوں دیکھ خال کو ابروے یار پر
گل نیلوفر کا لائی ہے کیونکر ہرن کی شاخ

ہے جوش پارہ پارۂ دل ہر مژہ پہ یوں
لائے نہال کو چلیں جس طرح گھن کی شاخ

مسواک نے چڑھایا ہے زاہد کا اعتبار
ہے یہ بھی اُسکے اک شجر بکر دفن کی شاخ

رکھتی ہے سر پہ بلبل آتش نفس کو جا
رکھتی ہی کیا چمن میں ہوس سوختن کی شاخ

ہے نقش تیرے تختۂ سنگیں کی پشت میں
گویا کہ اک نشیمن زاغ و زغن کی شاخ

ہے شمع استخوان صفا کیش زیر خاک
دیکھی نہ ہے سنی گل صبح کفن کی شاخ

نے برگ ہے نہ غنچہ نہ گل ہے نہ ہے ثمر
ہیں خشک طالعی سے ہوں گویا ہرن کی شاخ

ریشم کا لچھا ہاتھ میں اسکے نہیں ہے لا
پیچاں سمن کا سانپ ہے وہ یاسمن کی شاخ

چھوٹے جلانے والوں سے وحشی نہ مرکے بھی
آخر کے کام آئے اگر ہے ہرن کی شاخ

تشبیہ کیونکہ دون مژہ خون فشان سے مین | مرجان کی شاخ کب ہے بھلا اس چمن کی شاخ
صیاد مین چمن سے ہون مایوس چاہیئے | چوب قفس بھی ہو تو نہال چمن کی شاخ
باریک ہین بتاتے ہین جس کو تری کمر | یا کوئی موے تن ہے و یا موے تن کی شاخ
گل نورد تن مرا دم روئیدگی ہو | ہے آشیان بلبل گلشن وطن کی شاخ
دیوے خراش دل کو نہ کیونکر وہ نازنین | رکھتی ہے خار سینکڑون نازک بدن کی شاخ
دکھلائے باغ مین قد رعنا جو اپنا تو | قمری کے حق مین دار ہو سرو چمن کی شاخ
موذی کو سرکشی سے متغیر ہوا اعتبار | نکلے ہے طول عمر سے مار کہن کی شاخ
ہوتی ہے وحشیون پہ پس از مرگ بھی شکست | زور آزمائیون کے لیئے ہے ہرن کی شاخ
شاخ نبات کو نے قلیان نہ منہ لگائے | ایسی مصاحبت سی لگی اس دہن کی شاخ
ہے فیض سے وقار کہ میری نگاہ مین | جس شاخ مین ثمر ہے وہ ہے لاکھ من کی شاخ
آخر یہ دستگیری تیشہ نے پھل دیا | کی قطع نخل آرزوے کوہکن کی شاخ
بدخصلتون کو کرتا ہے بالانشین فلک | اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ
رہتے ہین کشمکش مین پس از مرگ پر جفا | آخر کو زیر ارہ کٹی کرگدن کی شاخ
بیمار چشم دلبر آہو نگاہ کو | شاخین بھی گر لگائین تو لیکر ہرن کی شاخ
ہر صید کی کمر سے گئی ٹوٹ جس گھڑی | ٹوٹی کمان دلبر ناوک فگن کی شاخ
تاثیر بیکسی سے ہو سایا درخت خشک | ڈالے جو سایہ نعش پہ اس بیکفن کی شاخ
ہے سیب باغ خلد کو کیا کیا نہ سرکشی | جب سے مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ
سوفار کا دہن جو ہوا خون دل سے سرخ | تیر اس کا بن گیا ہے گل خندہ زن کی شاخ

تھی سیب باغ خلد کو کب اتنی اوج قدر + لیکن مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ

نـ فزون تر ہوا اعتبار

لکھ ذوق اُس کی مدح کہ جس کی ثنا سے ہے
سرسبز تیرے گلشن باغ سخن کی شاخ

وہ کون شاہ اکبر ثانی کہ جس کو روز | مجرا کرے ہے جھک کے نہال چمن کی شاخ

اُس کی دعا سے حرز پڑھے جوشِ غنچہ سے / تسبیح ایک لے کے عقیقِ یمن کی شاخ

کر دے جو وہ نہال تو لائے ابھی نکال / پروین کا خوشہ گاو سپہرِ کہن کی شاخ

پھر تصدق آئے زرِ گل کو لے صبا / کرنے لگے نثار گہر یاسمن کی شاخ

پہونچائے اُس کا مژدۂ صحت جو باغ مین / سجدہ مین بہرِ شکر جھکے نارون کی شاخ

ہمسر ہے آج خضر ارم سیر سے شجر / ہم قد ہے آج یوسفِ گل پیرہن کی شاخ

گرمیِ عدل اُس کی اگر ہو ستم گداز / پگھلے برنگِ شمع ابھی کرگدن کی شاخ

مطلع وہ پر بہار لکھون اُسکی مدح مین / مصرع کو جسکے سن کے کٹے نسترن کی شاخ

تیرے بہارِ فیض سے نخلِ کہن کی شاخ
سرسبز یون ہے جیسے کہ سروِ چمن کی شاخ

تیرے سحابِ لطف سے سیراب ہو اگر / ہمسر ہو شاخِ نخلِ ارم سے ہرن کی شاخ

شاہا یہ تیرا دستِ سخا باغِ دہر مین / گویا کہ نکلی ہے کرمِ ذوالمنن کی شاخ

گر تیرا حفظ ہو چمنِ سبزِ روزگار / آبِ شرہ سے سبز ہو سروِ چمن کی شاخ

صرصر کا سارا خاک مین ملجائے زور شور / چھیڑے گر آشیانۂ مرغِ چمن کی شاخ

کھیچے جو تیرا قوتِ بازو تو ٹوٹ جائے / وقتِ کشش کمانِ سپہرِ کہن کی شاخ

تیرے عصا کو اُس سے مین تشبیہ کیونکر دون / ہے شاخِ سدرہ ایک کنارِ کہن کی شاخ

تاثیر تیرا زور ضعیفون کو دے اگر / ٹوٹے نہ پیلتن سے بھی نازک بدن کی شاخ

بلکہ کمند مار کے ہاتھی کو کھینچ لے / خرطوم سے لپٹ کے بصورت رسن کی شاخ

منظور گر خزانہ مین ہو تجھ کو شاخِ زر / طیار ہو وہین زرِ جوز سے کرن کی شاخ

ہاتھی کو تیرے چاہیئے لکڑی تو دشت مین / خرطوم سے اکھاڑ لے وہ کرگدن کی شاخ

دانتون کو اُسکے دیکھ کے لرزان مثلِ بید / حصہ دو ہو کوہ پیکر البرز تن کی شاخ

گلگون سے تیرے بڑھ نہ سکے ابلقِ صبا / گو ہو تازیانے مارے نہال چمن کی شاخ

ہو تیرا فیض گر چمن آرا اے باغِ دہر
آب تبر سے سبز ہو نخلِ کہن کی شاخ

نالان ہین تیرے عدل سے خونریز اسقدر
نا سند لے ہو گرم فغان کرگدن کی شاخ

برسائے جبکہ لعل و گہر تیرا دستِ جود
محتاجِ ابر ہو نہ نہالِ چمن کی شاخ

شاداب آبِ لعلِ یمن سے ہو مثلِ گل
سیراب ہووے آب سے دُرِّ عدن کی شاخ

یان تک ہے پاس شرع ترے عہد مین کہ اب
ساغر بکف نہ ہووے گلِ خندہ زن کی شاخ

پیدا ہو بادہ خوار کی تعزیر کے لیئے
نخلِ کدو سے تاک مین صورت رسن کی شاخ

یہ ذوق کی دعا ہے کہ تا باغِ دہر مین
سرسبز شعر ترے ہو نخلِ سخن کی شاخ

جبتک کہ ہووے گردنِ مینا کی طرح سے
نخلِ نشاطِ ساقیِ پیمان شکن کی شاخ

نخلِ حیات تیرا تر و تازہ ہو مدام
جون موسمِ بہار مین نخلِ چمن کی شاخ

ردیف دال مہملہ

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینے مین ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کیا روکا اپنے گریے کو ہمنے کہ لگ گئی
پھر وہ ہی آنسوؤن کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کوئی گھڑی اگر وہ ملائم ہوئے تو کیا
کہہ بیٹھین گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

اُس لعلِ لب کے ہمنے لیئے بوسے اسقدر
سب اُڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف سینے سے ہر آہ بے اثر
لب تک جو پہنچی بھی تو گھڑی دو گھڑی کے بعد

کل ہمنے اُس سے ترک ملاقات کی تو کیا
پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

پہلے تو التجا مری سنتے رہے مگر
کہتا رہا کچھ اُنسے عدو دو گھڑی کے بعد

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری شیخی اُنکی جھڑی دو گھڑی کے بعد

پروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا
پھر دیکھی اسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد

تو دو گھڑی کا وعدہ نہ کر دیکھ جلد آ
آنے میں ہو گئی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد

تو دو گھڑی تک اُسے نہ دیکھا ادھر تو کیا
آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانئے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤں گھڑی دو گھڑی کے بعد

جوہر کا نظر سر پہ ترے ابتو بڑا چاند
تھا وعدہ چڑھے چاند کا لا بوسہ چڑھا چاند

ہے آئنہ خانہ کبھی گذرگاہِ بد و نیک
دیکھا نہ کبھی ہم نے در اہلِ صفا چاند

دم گھٹتا ہے سینے میں دمِ شدتِ گریہ
باران کی علامت ہے جو ہو جائے ہوا بند

ردیف ذال معجمہ

مژدۂ قتل سے اُس عہد شکن کا کاغذ
ہے مری روح کو آزادیِ تن کا کاغذ

گور میں پیش ہو جب دفترِ تن کا کاغذ
ہو سیاہ کو سفیدیِ کفن کا کاغذ

بن گیا عکس سے اُس شوخِ گلستان رو کے
صفحۂ آئنہ تصویرِ چمن کا کاغذ

کیا کرے خانۂ گیتی کا کوئی دعوائے ملک
نام پر کس کے ہے اس مہر کہن کا کاغذ

لکھیں اُس چشم کے وحشی کے لئے گر تعویذ
اہل تکسیر کریں پوستِ ہرن کا کاغذ

رقعہ شادی شہادت کا ہو خون سے رنگین
ایسی شادی کو ہو ایسی ہی پھبن کا کاغذ

سینۂ صاف نکو زمانے کے ہے ہاتھوں شکست
ہے صفائی سے سزاوار شکن کا کاغذ

ورق چشم ہو گر نسخۂ آشوب نہو
سرمۂ چشم سے سیہ سیم بدن کا کاغذ

یوں اسیرانِ قفس تک کوئی پہونچا کلبرگ
جیسے غربت میں شفیقانِ وطن کا کاغذ

ظاہرا ایسی کتابوں سے ہو شد و دزخ سے
کر نہ آتش میں لباس اپنے بدن کا کاغذ

جعلسازی پہ زمانے کی گواہی دی ہے
مہری و سادہ ہے چرخ کہن کا کاغذ

مہر وہ کرتا ہے نامے پہ مجھے آئے ہے رشک
لا سے یوں چوسے لعاب اُسکے دہن کا کاغذ

ذوق دل سوختہ دیوان لکھے اپنا کیا
متحمل نہیں گرمی سخن کا کاغذ

ہول دل کا مجھے کیا دیتے ہو لاکر تعویذ
اُس کا خط لاؤ کہ رکھوں میں بناکر تعویذ

جو تری چشم کے دیوانوں کا کرتے ہیں علاج
لکھتے ہیں پوست کا آہو کے بناکر تعویذ

تمنے تعویذ نشانی جو دیا تھا اپنی
لے گیا کوئی موکل وہ اُڑا کر تعویذ

ابتلک جوش میں ہے خونِ شہیدِ غمِ عشق
دیکھ لو تم سرِ مرقد سے اُٹھاکر تعویذ

جلتوائی نہ پڑی یار میں اور غیروں میں
سینکڑوں خاک کئے ہمنے جلاکر تعویذ

ردیف رائے مہملہ

نکہ نہیں حرف دلنشین تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہوکر
نکل کے رستہ سے چشم فتان کے دلمیں بیٹھا خدنگ ہوکر

پھر آیا لو وہ نگار خونی ادھر کو سرگرم جنگ ہوکر
کہ جسکے ہاتھوں سے اڑ گئے سر ہزاروں مہندی کا رنگ ہوکر

وہ چشم مخمور اک نظر سے چھوئے لاکھوں جو نشتر سے
تو ہو رواں ہر رگِ جگر سے لہو مئے لالہ رنگ ہوکر

جو رنگ الفت سے آشنا ہیں وہ گر پڑے پر بھی خوشنما ہیں
کہ رنگ ہی سے گرانبہا ہیں عقیق و یاقوت سنگ ہوکر

جو مجھمیں حسن بتاں کو پایا یہ ایں رہ کفر و دیں ہے یکساں
یہ بھید سمجھے لیے کو ہیں مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہوکر

صفائے دل کی یہی ہے صورت کہ دلمیں آنے نہ دے کدورت
کہ بیٹھ جائیگی بالضرورت اس آئنہ پر یہ زنگ ہوکر

غزال رم دیدہ بنگیا ہے جو خواب آنکھون مین تو بجا ہے
کہ بھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہوکر

ہوئے جو یکرنگ انکو زیبا ہین جہان مین رعونت صلا
کہ پایا گل نے ہے نام رعنا تو اس چمن مین دو رنگ ہوکر

حلاوت وشرم پامداری جہا مین ہے ذوق رنج وخواری
مزے سے گذری اگر گذاری کسی نے بے نام و ننگ ہوکر

خوب روئے آج ہم سنسان ہامون دیکھکر
یاد آیا ہمکو مجنون بید مجنون دیکھکر

اڑ گئے اک آن مین جادو سے بابل کے دھوئین
سرمہ آلودہ تری چشم پرافسون دیکھکر

دیکھکر غیرومین مہتابی پہ اس مہوش کو رات
آہ کی اک دل سے ہمنے سوے گردون دیکھکر

سچ کہا ہے آگے کالے کے نہین جلتا چراغ
چھپ گیا مہ رخ پہ تیرے زلف شبگون دیکھکر

بل بے میرے ساغر سرشار وحشت کا نشہ
چھپ گیا خم مین مری صورت فلاطون دیکھکر

آ گئین انکو لگانے انگلیون مین فندقین
نوک مژگان پر مرے اشک جگر گون دیکھکر

قتل کو کسکے چڑھائی تیغ تو نے سان پہ
اترے ہے آنکھون مین زخمون کی مرے خون دیکھکر

جو ہے نالہ اپنا وہ اک مصرعہ برجستہ ہے
ہم جو نالان ہین کسی کا قد موزون دیکھکر

لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام لون
سامنے آجائے تو شاید بتا دون دیکھکر

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھکر
عجب مزا ہے جو مرئیے کسی کے سر چڑھکر

مرے خیال پہ وہ چشم فتنہ گر چڑھکر
یہ خانہ جنگ ہے آئی ہے لڑنے گھر چڑھکر

دکھاؤ جوش دم وشن اپنا زور پر چڑھکر
گئے جہا مین دریا بہت اتر چڑھکر

ستمگرون کی کشاکش مین آبرو ہو سوا
کہ ہوتی سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھکر

الٰہی غیر ہو ما سند شعلہ آتش
پھر آیا باد کے گھوڑے پہ وہ ادھر چڑھکر

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبی زر — اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھکر
کہیں فلک پہ نہ چڑھ جائے چاند جھومر کا — کہ دور آپکو کھینچے ہے تیرے سر چڑھکر
ترا مکان تو کیا لامکان میں کود پڑیں — امید وصل میں ہم بام عرش پر چڑھکر
جو مارے نفس کو اور کرلے اپنے غصے کو زیر — بنالے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھکر

ہماری خاک پہ برپا ہے ذوق فتنۂ حشر
سمندِ ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھکر

جان ہوا یوں ہوئی اُس خال کا بوسہ لیکر — جیسے اُڑ جائے دہن میں کوئی گلکا لیکر
تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لیکر — چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لیکر
شرط ہمت نہیں مجرم ہو گرفتار عذاب — تونے کیا چھوڑا اگر چھوڑیگا بدلا لیکر
ذبح کر شکو مرے پوچھتے ہو کیا تکبیر — تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر
کھینچتی روز قیامت سے بھی ہے آپکو دور — تیری زلفوں کی بلائیں شب یلدا لیکر
مجھسا مشتاق جمال ایک نہ پاؤگے کہیں — گرچہ ڈھونڈھوگے چراغِ رخِ زیبا لیکر
میرے قدموں ہی میں بچھ جائینگے جائینگے کہاں — دشت میں میرے قدم آبلۂ پا لیکر
جب یہ دیکھا نہ ملا مجھ میں کہیں میرا پتا — پھر گیا نامہ بر یار خط اُلٹا لیکر
رہ گیا اپنا سا منہ لے کے وہ آئینہ رو — تیری تصویر کو یوسف نے جو دیکھا لیکر

واں سے یاں آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یاں سے تو جائینگے ہم لاکھ تمنا لیکر

کل گئے تھے تم جسے بیمار ہجراں چھوڑکر — چل بسا وہ آج سب ہستی کا ساماں چھوڑکر
طفل اشک ایسا گرا دامانِ مژگاں چھوڑکر — پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاکِ گریباں چھوڑکر
بکھو نکلے تیر اُسکا دلمیں پیکاں چھوڑکر — جائے بیٹھنے کو کہاں یہ مرغ پرّاں چھوڑکر
کام جو ہے تیرا ہی تھا رحمت ہے اے ابر کرم — ورنہ جاسے داغِ عصیاں میرا داماں چھوڑکر

جس نے یہ لذت اٹھائی زخم تیغ عشق کی
کب وہ مرہم ان کو ڈھونڈھے ہے نمکدان چھوڑ کر

صید دل کو کیونکہ چھوڑے جبکہ دکھلائے ہے تو
مچھلیاں دست حنائی مین مرجان چھوڑ کر

سرد مہری سے کسی کی آگ سے دل سرد ہے
یا سنے ہٹ جا دھوپ اے ابر بہاران چھوڑ کر

دیکھئے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی
دل کو اے کافر تری زلف پریشان چھوڑ کر

اے دل اُسکے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل
ورنہ پچھتائیگا تو ساتھ نادان چھوڑ کر

کیون نہ رم کر جائین آہو ایسے وحشی سے ترے
شیر بھاگین جسکے نالون سے نیستان چھوڑ کر

سرخی پان دیکھ لے زاہد جو دندان پر ترے
اٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیح مرجان چھوڑ کر

پیش خیمہ لیکے نکلا گرد باد دود آہ
ہے جو سرگرم سفر تن کو مری جان چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہ یک ہفتہ کی طرح
دوڑے ساری کو کبھی آدمی آدھی نان چھوڑ کر

ساغر دل بھیجا آیا ہون کھوست ہاتھ کے
جو کتا ہے کیون چمن دست گدا ان چھوڑ کر

پڑھ غزل اے ذوق کوئی گرم سی تو اب بجا
جانب مضمون طرز تفتہ جانان چھوڑ کر

جب چلا وہ مجھکو بسمل خون مین غلطان چھوڑ کر
کیا ہی پچھتاتا تھا مین قاتل کا دامان چھوڑ کر

مین وہ مجنون ہون جو نکلون کنج زندان چھوڑ کر
سیب جنت تک نہ کھاؤن سنگ طفلان چھوڑ کر

ہیوے میرا ہی لہو پانی جو اُس شوخ کے
کھینچے تو شنگرف سے خون شہیدان چھوڑ کر

مین وہ ہون گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا
رہ گیا بس منشی قدرت جگہ وان چھوڑ کر

سایۂ سرو چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
سانپ سا پانی مین اے سرو خرامان چھوڑ کر

ہو گیا طفلی ہی سے دلمین ترازو تیر عشق
بھاگے ہین مکتب سے ہم اوراق میزان چھوڑ کر

اہل جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک
لعل کیون اس تنگ سے آتا بدخشان چھوڑ کر

شوق ہے اُسکو بھی طرز نالۂ عشاق سے
دم بدم چھوڑے ہے منھ سے دود قلیان چھوڑ کر

دل شگفتہ ہی لگے گا حوریان چمن سے
باغ ہستی سے چلا ہون ہائے پریان چھوڑ کر

گھر سے بھی واقف نہیں ہم کہ جس کے واسطے
بیٹھے ہیں گھر بار سب ہم خانہ ویران چھوڑ کر

وصل میں گر ہو سے مجھ کو رویت ماہ رجب
روے جانان ہی کو دیکھوں میں تو قرآن چھوڑ کر

اندنون گرچہ دکن مین ہے بڑی قدر سخن
کون جاے ذوق پر دلی کی گلیان چھوڑ کر

بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہون چراغ سے دور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈے دشت گمشدگی مین مجھے کہ ہے
عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر

اس مرغ ناتوان پہ ہے حسرت جو رہ گیا
مرغان کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی بط شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی
خم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر

خود اڑ کے پہونچے نامہ جو ہو مرغ نامہ بر
اس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

کرتا ہے دل کا قصد کمان دار تیر آہ
پر ہے نشان داغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق میرے طائر دل کو کہان فراغ
کوسون ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

بادام دو جو بھیجے ہین بٹوے مین ڈال کر
ایما ہے یہ کہ بھیج دے آنکھین نکال کر

دل سینہ مین کہان ہے نہ تو دیکھ بھال کر
اے آہ کہدے تیر کا نامہ نکال کر

ہون سرد ہو چکا نہ دوبارہ حلال کر
مین اور دم نہ لاؤنگا یہ تو خیال کر

عاشق کے خون سے اپنا یہ تیر لال کر
دکھلا دے شاخ خشک مین کونپل نکال کر

تیرے مریض نے کئی نقل مکان کیے
آخر کو روح تن سے گئی انتقال کر

شہ رگ ہے اپنی زندگی و موت مین ہے لاگ
آ تیغ یار قصہ یہ تو انفصال کر

اترے گا ایک جام بھی پورا نہ چاک سے
چاک دل شکستہ نہ صہبا سے اے کلال کر

[illegible] نے جان جب [illegible] پہ ڈالا ہاتھ
دل کیا کنارے ہو گیا اب کو سنبھال کر

سینہ ہمارا وادی وحشت ہے اے جنون
ہر داغ پر ہے تہمت چشم غزال کر

شب جان زار رک گئی لب پر دہن کے پاس
پھر اُٹھ کے رہ گیا یہ مسافر وطن کے پاس

یہ جو ہے خون رواں نہیں دیکھو ہے رو رہا
تیشہ سر اپنا رکھ کے سر کوہکن کے پاس

اس آرزو میں جان ہوں دیتا کہ لے کے جام
پہنچوں کبھی لب بت پیمان شکن کے پاس

انگشت شمع کیوں نہ اُٹھے بہر فاتحہ
یہ ڈھیر ہے پتنگ کا پائے لگن کے پاس

میں تو اُسی جھجک پہ فدا ہوں کہ کان کو
شب کیا ہٹا لیا مرے لا کر دہن کے پاس

چمکے گی تا بہ حشر ہماری لحد میں آگ
چاک جگر میں دیکھنا چاک کفن کے پاس

میں نے کہا کہ بوسہ تمھیں دوں ادب ہے میں
لا سکتا اپنا منہ نہیں چاہ ذقن کے پاس

ہنسکر کہا کہ جاتا ہے پیاسا کوئی بھی آپ
جاتا ہے کنواں کسی تشنہ دہن کے پاس

اے ذوق صدقے جائیے پیک خیال کے
کیا لے گیا اُڑا کے بت سیمتن کے پاس

متفرقات

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آ کے پاس
بدگمان وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

ہمیں سے بند ہیں جیسے سین قاف قفس
قفس میں بند ہیں ہم جیسے قاف قفس

لب شیریں کو ترے جانکے دہن چشم مگس
بیٹھی نظروں میں ہے جائے بلبلے چشم مگس

بو الہوس جیفۂ دنیا سے پھرا دل نہ ترا
تو مگس اور تری چشم ہوس چشم مگس

ردیف صاد مہملہ

سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خاص
کہ جہاں عام ہے ہوتا ہے وہاں عام میں خاص

ساغر دل کی تو واقف نہین کیفیت سے
دیکھ عکس رخ ساقی ہے اسی جام مین خاص

خضر باتین ہین کہ ہے چشمۂ حیوان جان بخش
ہے یہ خاصیت اُسی کے لب تہنام مین خاص

شیخ صاحب کے ہین نزدیک وہ خاصان خدا
خدمتی اُنکے ہین جو زمرۂ خدام مین خاص

کام دشوار ہے عاشق کا ترے ناکامی
کر دیا تو نے لگا اس کو اسی کام مین خاص

عشق کا جوش ہے جبتک کہ جوانی کے ہین دن
یہ مرض کرتا ہے شدت انہین ایام مین خاص

ذوق اسماء الٰہی مین ہے سب اسم اعظم
اُنکے ہر نام مین عظمت ہے نہ اک نام مین خاص

ردیف ضاد معجمہ

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض
ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

بحر و بر مین نہین کس کو ہوس قطع و برید
ناخن شیر ہے خنجر دُم ماہی مقراض

گل کترتی ہین ہزارون تری آنکھین کاد
ہے عجب طرح کی اک تیر نگاہی مقراض

سب زبان چلتی ہے اُس بزم مین بدگوئی کی
اُنکے منہ مین یہ زبان ہے کہ الٰہی مقراض

محضر خون جو مرا سارا کتر پھینکا
دیگی اس ظلم کی محشر مین گواہی مقراض

یا ہم کیا قطع تعلق مین کہ یکسان سمجھا
قطع مین کسوت درویشی و شاہی مقراض

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوق
کھو سکی شمع کے دُکھ نہ سیاہی مقراض

ردیف عین مہملہ حسن مطلع

ذوق کیونکر ہوا اپنا دیوان جمع
کہ نہین خاطر پریشان جمع

مطلع
صحیفۂ دہر پہ یکدل نہ ہوا ایک سے ایک
دل کے دو حرف ہین سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

پھر تو آئے غیر سے ہم جا کے اُس مغرور تک
پھر اُچھلتا ہی رہا اپنا کلیجہ دور تک

ردیف کاف فارسی

بینی و عارض و ابرو سے ہین شاخ و گل برگ
یون عیان اُس چمن رو سے ہے شاخ و گل و برگ

بینی اور وہ دہن خندہ زن اور نازک لب
لکھے گویا قلم مو سے ہین شاخ و گل و برگ

ردیف لام

پھنسے نہ حلقۂ گیسوے تابدار مین دل
بلا سے گر ہو نوالہ وہان مار مین دل

بغل مین جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے
نہ ایسا ہو کسی دشمن کا بھی کنار مین دل

نکل نہ جائے دم اضطراب سینے سے
برنگ شعلہ کہین آہِ شعلہ بار مین دل

ہمیشہ روزن سینہ سے کیون نہ چشم براہ
اگر نہین کسی مہوش کے انتظار مین دل

ترا سنگار بھی ہے وہ بلا کہ جائے کھُب
پرو دے زلفِ مسلسل کے تار تار مین دل

خدا بچائے مجھے اس بغل کے دشمن سے
کہ میرا دشمن جان ہے مری کنار مین دل

بغیر مارے نچھوڑے گی دل کو کافر زلف
کہو یہ دل سے کہ جائے نہ مار مار مین دل

اگرچہ جبر کرون اختیار اے ناصح
تو کیا کرون کہ نہین میرے اختیار مین دل

الٰہی کا مثل شرر ٹکڑے ہو کے سنگ مزار
رہا اگر یونہی گرم تپش مزار مین دل

برنگ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر
نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار مین دل

فلک کے رنگ سے ظاہر ہین یہی آثار
خروش اپنا کیونکہ ہو اس نگون حصار مین دل

برنگ بیضۂ مور ٹوٹے دل اُس سے
ہزارون ایک بھلا ہے کس قطار مین دل

ہزاروں دشمن جان سے ہے ایک دوست ترا
جو پوچھو کون ہے سو میں کہوں ہزار مین دل

نہوتین خلد مین حورین تو ہوتا خلد مین کون
لگے ہے صحبت خوبان گلعذار مین دل

یہ جسم زار ہے یا میرے پیرہن مین دل
گرہ ہے تار مین یا میرے جسم زار مین دل

اُٹھا تو لائے سب تجھے میرے ہمنشین اے ذوق
رہیگا میرے عوض میرا کوئے یار مین دل

ازل سے یون دل عاشق ہے نور کی قندیل
کہ جیسے عرش خدائے غفور کی قندیل

سمجھ وہ دود بناگوش نور کی قندیل
تجلی ہے اختر صبح لنغور کی قندیل

ہمارے کعبۂ دل مین ہمیشہ روشن ہے
کسی سے کے تاب کمال ظہور کی قندیل

جہان ہے خانۂ عشرت جب ہی ہوا اسکا فروغ
کہ لگے اُس مین سر پر غرور کی قندیل

رہے ہے جون قمر منخسف سدا بے نور
سیاہ بختون کے بالین گور کی قندیل

پڑے ہے جو عکس ترا جام مین تو ہو روشن
حباب بادہ تجلی سے طور کی قندیل

عیان ہے یون مرے روز سیاہ مین خورشید
کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سوائے داغ کے ہونا ہیچ باغ خلد سے بھی
کبھی پسند نہ اس رشک حور کی قندیل

اُڑے جو آہ کے ہمرہ شعل کے پارۂ دل
ہوئے ہوا مین وہ صورت طیور کی قندیل

وہ تیرہ مین یہ مرے نالۂ قیامت زا
کہ اسکے رکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضہ مین تفتہ جانون کے
نہ گل ہو باد سے آواز صور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق
یہ روشن آپ نے کیون پیش گور کی قندیل

دیوانہ ہون تیرا مجھے کیا کام کہ لون گل
زیبائش سر کو ہے مرے داغ جنون گل

ہون زیر قدم خار پہ سر داغ جنون گل
بجا ہے ہے جنون بوؤن سدا خار جنون گل

سو ٹکڑے ہین اڑی کے برنگ گل صد برگ
کیا دشت نوردی مین کترتا ہے جنون گل

مین کشتہ ہون لعل لب پان خوردہ کا کس کے
نکلے ہے مری خاک سے آغشتہ بخون گل

اُس گل مین نہ پایا اثر بوے محبت
سو بار سونگھائے اُسے پڑھ پڑھ کے فسون گل

ہے روشنی خانۂ دل سوز محبت
کافر تو بتا شمع حرم کیون نہ کرون گل

پیکان تو دلدوز ہے سوفار سے باہر
اُس تیر سے ہے دلمین درون غنچہ برون گل

اے ذوق محبت مین کسی غنچہ دہن کی
گلدستہ سے بھی ہین مرے ہاتھونپہ فزون گل

ردیف میم

پابند جون دخان ہین پریشانیون مین ہم
یارب ہین کسکی زلف کے زندانیون مین ہم

ہوتی نہ یاد زلف تو خط شکستہ مین
لکھتے الف خطون کی نہ پیشانیون مین ہم

زنجیر مین بھی نالۂ زنجیر کی طرح
جوش جنون مین رہتے ہین جولانیون مین ہم

پائی نہ تیغ عشق سے ہمنے کبھی پناہ
قرب حرم مین بھی ہین تو قربانیون مین ہم

دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول
لائین جو آہ کو شرر افشانیون مین ہم

پاکوبیون کو مژدہ ہو زندان کو نوید
پھر ہین جنون کے سلسلہ جنبانیون مین ہم

تم بھی نہین جگر یہ رہے اسقدر رہے
سرگرم سوز عشق کی مہمانیون مین ہم

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا
جون خط سرنوشت ہین پیشانیون مین ہم

ہین آئنہ مین صورت تصویر آئنہ
آئنہ رو کے سامنے حیرانیون مین ہم

ہو وہ عزیز سورۂ یوسف سے بھی جدا
رکھدین تری شبیہ جو کنعانیون مین ہم

کیا جانین ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم
کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہین فانیون مین ہم

کیون جی سکے ہجر مین ہوے شرمندہ یار سے
اب مر رہے ہین اُسکی پشیمانیون مین ہم

پوشیدہ ان گناہونپہ سرخوش ہین اتذن
شرب الیہود کرتے ہین نصرانیون مین ہم

سینے کا چاک سینے کی فرصت نہین کہ ہین
مصروف زخم دل کی رفوگر یان دن مین ہم

ہم کدورت دل صیاد گر نہ ہو
کیا کیا اڑائین خاک پر افشانیون مین ہم

دکھلائین روز حشر کو بین السطور سے
اپنے سیاہ نامہ کو طولانیون مین ہم

جا سکتے ضعف سے نہین کوچے مین اُسکے ذوق
بہ جائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم

شمع نازان نہو اک رات بہا آنسو گرم
برسون یان آنکھ سے ٹپکا ہے مرے لہو گرم

اے جنون ہے خبر موسم گل ہر سو گرم
دم تو لے لینے دے مجکو نہ کرا تنا تو گرم

آتش رنگ سے اس کا گل مشکین ہے صبا
جل گیا نافہ مین اس وجہ ہوا تو ہو گرم

آبلے سینۂ دریا مین ہوے جل کے حباب
دیدۂ تر نے بہاے یہ غضب آنسو گرم

اے صبا نکہت گل لیکے چمن کو پھر جا
کیا کرون سر کو مرے کرتی ہے یہ خوشبو گرم

آتش حسن کا پتلا ہے تو اے رشک پری
تاب رخ تیری بھبوکا ہے بلا ہے تو گرم

توسن ناز ترا ہر قدم اے رشک غزال
کیون نہو تیز کہ رکھتا ہے مزاج آہو گرم

فاختہ سوز محبت سے ہوئی جل کے خاک
کھینچے ہے دل سے پر اتنا نفس کوکو گرم

مشعل افروز جنون کون ہو مجنون کیلئے
گر نہ ہو گرمی وحشت سے دل آہو گرم

سرد مہری کا تری ہو جو خنک دل کشتہ
ہووے گلگشت سے کیا اُسکا دل آگاہ گرم

تابش نار جہنم سے سوا اُس کو لگے
ہمرہ باد سحر بوے گل شبو گرم

سرد مہری سے رکھا اپنی خنک دل تو نے
گرمجوشی سے کیا تو نے بہت دلجو گرم

اپنے کشتہ کی کرامت کو ذرا دیکھ آکر
ایک پہلو سے اگر سرد تو اک پہلو گرم

ذوق دلمین یہ تپ عشق کلام ایسا خنک
عاشقانہ سی غزل اور کوئی پڑھ تو گرم

جل بے اے آتش غم دلکو کرے یہ تو گرم
گر زمین پشت سمک تک ہو تہ پہلو گرم

لطف بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب تو گرم
شربت قند دیا کر کے بر آتش خو گرم

تن رہا یوں ہی تپ غم سے اگر گرم مرا
سیخ آہن کی طرح ہونگے بدن پر مو گرم

نیشتر جل کے وہیں کشتۂ فولاد ہوا
نکلا یہ آتش سودا سے مرا لو ہو گرم

کٹ سکا صید محبت کا نہ قاتل سے گلا
اُس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہوا چاقو گرم

آتش دل سے پس از مرگ برنگ شعلہ
خاک عاشق سے نکلتا ہے گل خود رو گرم

مہروش بل بے ترے حسن جہانتاب کی تاب
رخ سے گرم آئنہ ہو آئنہ سے زانو گرم

کیا کہوں نامۂ جانسوز کی اپنے تاثیر
جل گیا بس یہ کبوتر کا ہوا بازو گرم

سر مجروح کو ٹھکرا کے گیا وہ اور میں
چونکا اُس وقت کہ جب سینہ پہ بہا لو ہو گرم

دست خورشید کی رعشہ سے سپر جائے چھوٹ
کھینچکر تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم

دل عاشق کے جلانے کا ہے سارا ساماں
یعنی شعلہ ہے تری رنگ بھبوکا رو گرم

کونسا سوختہ جاں صبح سے ہے گرم فغاں
کہ ہوا آتی ہے کوچے سے ترے گلرو گرم

ہم تو سنتے تھے سدا کُل خُوش یار ہے
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابرو گرم

ردیف نون

بے یار روز عید شب غم سے کم نہیں
جام شراب دیدۂ پرنم سے کم نہیں

دیتا ہے دور چرخ کسے فرصت نشاط
ہو جسکے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

اُس زلف فتنہ زا کے لئے اے مسیح دم
کچھ دست شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

زیبا ہے روے زرد پہ کیا اشک لالہ گوں
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

سرعت ہے نبض کی رگ سنگ مزار میں
دل کی تپش کچھ اب بھی تپ غم سے کم نہیں

وحشی کو تیری چشم کے مژگاں ہر غزال
صحرا میں تیز ناخن ضیغم سے کم نہیں

ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش
درہم کی شکل صورت درہم سے کم نہین

ساقی ملے ہزار فلاطون ہین خاک مین
جو خم تہی ہے قالب آدم سے کم نہین

اُس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہین

شورابۂ سرشک سے دھوتا ہے زخم دل
تیزاب میرے حق مین یہ مرہم سے کم نہین

ہاتھوں سے تیرے پارۂ الماس زخم دل
مجکو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہین

اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے
سب ہم سے ہین زیادہ کوئی ہم سے کم نہین

ہان تامل دم ناوک فگنی خوب نہین
ابھی چھاتی مری تیرون سے چھنی خوب نہین

تشنۂ دشت محبت کے لیئے اس لب سے
کوئی دنیا مین عقیق یمنی خوب نہین

گل پریشان ہوا ہنس ہنس کے چمن مین آخر
دیکھ اے غنچہ یہان خندہ زنی خوب نہین

خوبیان یون تو ہین اس عالم تصویر مین سب
اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہین

چشم کہتی ہے تری جنبش مژگان سے کہ دیکھ
سر پہ بیمار کے یہ سینہ زنی خوب نہین

یہ نہین شیشۂ مے ہے کسی میخوار کا دل
محتسب دیکھ نہ کر دل شکنی خوب نہین

تاب دندان نہ دکھا بزم مین تو ہنس ہنس کر
کوئی کھا جائے جو ہیرے کی کنی خوب نہین

بات تو ہمنے بنائی تھی وہان خوب مگر
تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہین

خلش خار کا کھٹکا ہے بغل مین موجود
دیکھ گل دعوی نازک بدنی خوب نہین

اُٹھے ہی جائیگا اس دل سے دھوان آہ کیتک
جب تلک جلنے کا یہ سوختنی خوب نہین

کوئی آتش نفس اے ذوق چمن سے گذرا
آج جو سرد نسیم چمنی خوب نہین

ہفتاد و دو فریق حسد کے حدود سے ہین
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہین

ہم رو نہین وہ طائر سدرہ ہی کیون نہ ہون
تیر نگاہ یار کے جو دور رو سے ہین

خورشید وار دیکھتے ہین سب کو ابا آنکھ
روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہین

وہ مست ہوا کہ رکھے قدح کس تئین نا
بنیاد میکدہ مری خشت لحد سے ہین

جان دادگان عشق سے پوچھو رہ فنا
ہمین جناب خضر ابھی نابلد سے ہین

چشم ثمر ہے سرو سے انکو جو بیوقوف
رکھتے امید دوستی اُس سرو قد سے ہین

دشنام دو کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی
رکھتے فقیر کام نہین ردو کد سے ہین

بر مین خنک دلونسے ہو گر خرقہ فقیر
سمجھو کہ کرتے برف کی کوشش نمد سے ہین

وہ ایک دم کہ جسمین میسر ہو وصل یار
بہتر سمجھتے ہم اُسی عمر ابد سے ہین

جتنے ہین یان مزن رکوش نشہ شراب
ہر جاتے تیزہ بین جو بڑھ جاتے حد سے ہین

ہر چند ناتوان ہین مگر رکھتے دل قوی
ہم عشق کی ملک سے جنون کی مدد سے ہین

جان لباسیونکے نہ ظاہر لباس پر
عاری عباے ہوش قباے خرد سے ہین

محفوظ ہین جو رکھتے ہین ذرعز و قدر یہ
ابجد کا قفل قاعدہ اب وجد سے ہین

دل کے ورق پہ ثبت ہین صد مہر داغ عشق
ہم کرتے ذوق عشق کا دعوے سند سے ہین

بلائین آنکھونسے اُنکی مدام لیتے ہین
ہم اپنے ہاتھو نگاہ کان سے کام لیتے ہین

ہم اُنکی زلف سے سودا جو دام لیتے ہین
تو اصل وسود وہ سب دام دام لیتے ہین

شب وصال کے روز فراق ہین کیا کیا
نصیب مجھسے مرے انتقام لیتے ہین

ترے اسیر جو صیاد کرتے ہین فریاد
تو پھر وہ دام نہین زیر دام لیتے ہین

جھکاتے ہے سر تسلیم ماہ نو پر وہ
غرور حسن سے کس کا سلام لیتے ہین

ترے قتیل بتاتے نہین تجھے قتال
جب اُنسے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہین

ترے خرام کے پیرو ہین جتنے ہین فتنے
قدم سب آنکے وقت خرام لیتے ہین

ہم اُنکے زور کے قائل نہین ہین دہشہ زور
جو عشق مین دل مضطر کو تھام لیتے ہین

فقط قمر ہی نہ داغی غلام ہے انکا | وہ مول لیتے ہزارون غلام لیتے ہین

ہمارے ہاتھ سے اے ذوق وقت مینوشی
ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہین

دود دل سے ہے یہ تاریکی مرے غمخانے مین | شمع ہے اک سوزن گم گشتہ اس کاشانے مین

مین ہون وہ وحشت کہ مدت سے اس ویرانے مین | برسون کعبہ مین ہا برسون رہا بتخانے مین

مستی و نا آشنائی وحشت و بیگانگی | یا تری آنکھون مین دیکھی یا ترے دیوانے مین

مین وہ کیفی ہون کہ پانی ہو وہ بنکے شراب | جوش کیفیت سے میری خاک کے پیمانے مین

عشق کو اے حسن اگر نشو و نما منظور ہو | سبز نخل شمع ہو خاکستر پروانے مین

پتھرون مین ٹھوکرین کھاتی ہے ناحق سیل آب | پوچھو کیا لیجا سکیگی آکر مرے ویرانے مین

عشق کی نشو و نما منظور کب ہے ورنہ سبز | تخم اشک شمع ہو خاکستر پروانے مین

برق خرمن سوز دانائی ہے نافہمی تری | ورنہ کیا کیا لہلہاتے کھیت ہین ہر دانے مین

کس نزاکت سے ہے دیکھو اتحاد حسن و عشق | زلف وان شانے مین کھینچی درد ہے یان شانے مین

ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبے گئے
ذوق ہر بت قابل بوسہ ہے اس بتخانے مین

گئین یارون سے وہ اگلی ملاقاتین سب رسمین | پڑا جب سے یہ دل بسمین ترے اور ہوگئے ہم بسمین

کبھی ملنا کبھی رہنا الگ مانند مژگان کے | تماشہ کچھ سر شکوہ نہ ہے کچھ اخلاص آپسمین

توقع کیا ہو جینے کی ترے بیمار ہجران کی | نہ جنبش نبض مین جسکے نہ گرمی جسکے لمس مین

دکھائے چیرہ دستی آہ بالادست گر اپنی | تو مارے ہاتھ دامان قبائے چرخ اطلس مین

جو ہے گوشہ نشین تیرے خیال بیت ابرو مین | وہی بیت الصنم مین بھی تو ہے بیت المقدس مین

کرے لب آشنا حرف شکایت سے کہان یہ دم | ترے محزون بیدم مین ترے مفتون بیکس مین

ہوا سے کوچہ جانان لے اڑے اسکو تعجب کیا | تن لاغر مین ہے جان اسطرح جو جسطرح خس مین

مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار انکے | ہزاروں دے چکے وہ قول لاکھوں کھا چکے قسمیں

جو مضمون ذوق دیوان دو عالم میں ہیں ہونگے موزوں
ہو اس خمسہ میں انساں کے وہ بند مخمس میں

ہے چشم میری مست قدح گیر باغ حسن | عارض پہ خط ہے طوطی تصویر باغ حسن
ہو جاتا دل ہے بیٹھ کے خود گلرخوں میں گل | تاثیر باغ خلد ہے تاثیر باغ حسن
تحریر سرمہ ہے تری آنکھوں میں وقت خواب | اے غیرت چمن در و زنجیر باغ حسن
پان و مسی و سرمہ و رخ ہو گئے لالہ زار | مشاطہ باغبان پہ تدبیر باغ حسن
تبخالہ لب پہ گرمی بوسہ سے ہے کہاں | ہے گلرخو یہ غنچہ دلگیر باغ حسن
اے رشک باغ طاق دو ابرو کا ہے یہ عکس | دریائے آئنہ میں ہے تعمیر باغ حسن

سیر خزاں جو چاہیے تو اے ذوق دیکھ لے
اس نازنیں کا جلوۂ تغییر باغ حسن

اس گلستان جہان میں کیا گل عشرت نہیں
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں

علم جس کا عشق اور جسکا عمل وحشت نہیں
وہ فلاطون ہے تو اپنے قابل صحبت نہیں

خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
پر ہمارے واسطے یاں منزل راحت نہیں

بسمل تیغ محبت کا سبب سر زخم دل
ہوتا واسطے شور و واویلا و واحسرت نہیں

منہ میں گر پانی چوا دے یار اپنے ہاتھ سے
مرگ کی تلخی سے شیریں تر کوئی شربت نہیں

دل وہ کیا جس کو نہین تیری تمناے وصال
چشم وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت نہین

کہتے ہین مرجائین گر چھوٹ جائین غم کے ہاتھ سے
پر ترے غم سے ہمین مرنے کی بھی فرصت نہین

ایک حسرت تو برستی ہے کبھی بر سی کے دن
ورنہ روتا ابر بھی اپنی سر تربت نہین

ہے نوشتے مین ترے بیمار کے صحت کہان
جسکے نسخہ مین دوا کی لفظ کو صحت نہین

کھاکے زخم تیغ قاتل جو بجا لائے نہ شکر
کوئی بھی اُس سے زیادہ کافر نعمت نہین

خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہملو قرار
ایک ساعت مثل ریگ شیشۂ ساعت نہین

خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشت عدم
روز کرلیجے چہل قدمی مگر رخصت نہین

میری وحشت پاؤن پھیلائے تو پھر دونون جہان
ہون اگر اک عرصۂ میدان تو کچھ وسعت نہین

ایک دل اور اُس پر لتنے بار غم اللہ رے مین
اور اُس طاقت پہ ایسا کوئی بیطاقت نہین

ذوق اس صورت کدہ مین ہین ہزارون صنع زین
کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہین

✓ وقت پیری شباب کی باتین — ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

اُسکے گھر لے چلا ہے مجھے دیکھو — دل خانہ خراب کی باتین
واعظا چھوڑ ذکر نعمت خلد — کہ شراب و کباب کی باتین
حرف آیا جو آبرو پہ مری — ہین یہ چشم پُر آب کی باتین
یاد ہے مہ جبین کو بھول گئے — وہ شب ماہتاب کی باتین
مجھکو رسوا کرینگی خوب اے دل — تیری یہ اضطراب کی باتین
جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقان — سنکے ناصح جناب کی باتین
جام کو سب سے لے لگا اپنے — چھوڑ شرم و حجاب کی باتین
سنتے ہین اُسکو چھیڑ چھیڑ کے ہم — کس مزے سے عتاب کی باتین
دیکھ اے دل نہ چھیڑ قصۂ زلف — کہ یہ ہین پیچ و تاب کی باتین

ذکر کیا جوش عشق مین اے ذوق
ہم سے ہون صبر و تاب کی باتین

ہے جی مین اپنے غرۂ جوہر کو توڑ دون — آئینۂ خیال مکدر کو توڑ دون
مین کاٹ دون پہاڑ کو پتھر کو توڑ دون — پر کیون نہ غیر سے بت کافر کو توڑ دون
دنیا سے مین اگر دل مضطر کو توڑ دون — سارے طلسم وہم مکدر کو توڑ دون
کیا دور جام ہو جو کبھی سر پہ دور چرخ — گر چاک پر پھرے تو مین ساغر کو توڑ دون
راہ جنون مین جلد اُٹھاؤن جو مین قدم — پائے رفیق و ہمت رہبر کو توڑ دون
کیا دشمنی ہے اہل کرم سے کیے ہے چرخ — یا تنگ جھکاؤن شاخ ثمرور کو توڑ دون
ساقی لڑائیو نہ نے تری چاہتا ہے جی — باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دون
احسان ناخدا کے اُٹھائے مری بلا — کشتی خدا پہ چھوڑ دون لنگر کو توڑ دون
اے آشنا نہ پوچھ گرانباری گناہ — کشتی مین ہون تو بوجھ سے لنگر کو توڑ دون
ہر موج بحر عشق کو یہ زعم بل ہے زور — کشتی ہے دست و پائے شناور کو توڑ دون

نازک خیالیاں مری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

پھر اُس مژہ کو یاد کرے تو تو دلمیں ذوق
نشتر چبھو کے میں سرِ نشتر کو توڑ دوں

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں
ہوں اس طرح جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں
میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

اس در پہ شوقِ سجدے سے فرشِ زمیں ہوں میں
مانندِ سایہ سر سے قدم تک جبیں ہوں میں

سرگشتگی بخت نہ دے مجکو اتنے پیچ
کچھ چینِ زلف کچھ شکنِ آستیں ہوں میں

تارا سا تہ بہ ہوں میں کنوئیں میں برنگِ آب
نام آسمان پہ میرا ہے زیرِ زمیں ہوں میں

ہوں طائرِ خیال نہ پر ہیں نہ ہے بال
پر اُڑ کے جا پہونچتا کہیں سے کہیں ہوں میں

گذرتی عمر ہے یوں دورِ آسمانی میں
کہ جیسے جائے کوئی کشتی دخانی میں

رکاوٹ خوب نہیں طبع کی روانی میں
کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی میں

وفورِ اشک اگر سر بہ اوج ہو اپنا
فلک برنگِ گل نیلوفر ہو پانی میں

کہانیاں ہیں حکایاتِ خضر و آبِ بقا
بقا کا ذکر ہے کیا اس جہانِ فانی میں

نہیں خضاب سے مطلب ہیں یہ موے سفید
سیاہ پوش ہوئے ماتمِ جوانی میں

وہ سیدھے گھر کو سدھارے اور انکے گھر چیں ہم
پھرے بھٹکتے ہوئے کوے بدگمانی میں

مبصروں نے کہو دیکھیں چینِ ابروِ یار
کہ جوہر ایسے کہاں تیغِ اصفہانی میں

ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ فنا میں بقا
حباب وار ہوں میں آبِ زندگانی میں

لگاتے تہمتِ گریہ ہیں دل جلو نکو ترسے
یہ ہیں وہی جو لگاتے ہیں آگ پانی میں

کہوں میں اپنی کہانی تو وہ یہ کہتے ہیں
بغیر جھوٹ نہیں اور کچھ کہانی میں

نگاہ کسکی چڑھا دل کہ خوف سے دن رات
گذرتی ہے مجھے دل کی نگاہبانی میں

مزا ہے تیغِ محبت کے زخم کھانے کا
نہیں جو ضعف سے دم لینے کیسے ہے آہ
کرے جو صرفہ نہ قاتل نمک فشانی مین
اگر بس نہ دے مجھے تکلیف ناتوانی مین

بجز نثار علی شاہ کون جانے ذوق
تری زبان کا مزا تیری شعرخوانی مین

تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی خوب نہین
سامنے سے مرے ٹلتا نہین ناصح جب تک
فتنہ سرکش ہے جبھی تک کہ تری آنکھوں نے
منہ چڑھے تیغ غم عشق کے کیا منہ ہے ترا
عجب کہ منہ چھوٹا سا اور بات بھی بچی نہین
مغز کھاتا مرا دو چار گھڑی خوب نہین
دست مژگان سے کوئی دھول جڑی خوب نہین
بوالہوس تجھپہ کوئی ضرب پڑی خوب نہین

خوبرویون سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس
قسمت اے ذوق کہین اپنی لڑی خوب نہین

ہین نہان محو خودنمائی مین
ہو سکے اک بوسے پر ترش ابرو
نہین نکبھی مین وہ فرنگی زاد
بیر ہے پر خودی خدائی مین
بات کو ڈالنا کھٹائی مین
ماہ ہے منزل ہوائی مین

ذوق سے ہے ایک رند شاہد باز
اسکو کیا دخل پارسائی مین

سلام کرتے ہین اُنکو جدھر کو دیکھتے ہین
وہ دیکھین بزم مین پہلے کدھر کو دیکھتے ہین
یہ لوگ کیون مرے عیب و ہنر کو دیکھتے ہین
وہ اپنی تیزی تیغ نظر کو دیکھتے ہین
نہ خیر و شر کو نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہین
مین چپکا دیکھ رہا ہون جگر کے داغون کو
اور اُن کو دیکھو ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہین
محبت آج ترے ہم اثر کو دیکھتے ہین
نہین تو دیکھین ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہین
ہم اُنکو دیکھتے ہین اور جگر کو دیکھتے ہین
جدھر کو آپ نہون ہم اُدھر کو دیکھتے ہین
کہ چارہ گر نہین وہ چارہ گر کو دیکھتے ہین

اُن آہوؤں سے کہو دیکھیں میری آنکھوں کو
جو آب جو میں گل نیلوفر کو دیکھتے ہیں

ہے اُن کی چشم کی گردش پہ گردش عالم
جدھر ہو اُن کی نظر سب اُدھر کو دیکھتے ہیں

ہمارے وصل کی شب ہے و یا شب محشر
کہ اُٹھ کے صبح قیامت سحر کو دیکھتے ہیں

ہوا کے گھوڑے پہ کس برق وش کو دیکھا
کہ طمطراق پہ ہم کرّ و فر کو دیکھتے ہیں

پڑیگا سایۂ زلف اُس پہ بھی ضرور کبھی
کہ پیچ و تاب تمھاری کمر کو دیکھتے ہیں

ہم اُنکے کوٹھے پہ چڑھکر ہیں ڈھونڈتے مہ عید
کدھر کو چاند ہے اور ہم کدھر کو دیکھتے ہیں

خدا کا بندہ ہو زاہد خدا کو دیکھ ذرا
کہ زر کے بندے زمانہ میں زر کو دیکھتے ہیں

اُدھر شفق میں ہے شام اور ادھر ہمیں دیکھو
ابھی سے دمبدم اُٹھکر سحر کو دیکھتے ہیں

نہ پوچھو شغل اسیری میں ہم غریبوں کا
کبھی قفس کو کبھی بال و پر کو دیکھتے ہیں

وہ دن تو عید کا ہوتا ہے دن ہمارے لیئے
تمھارا اُٹھ کے جو منھ ہم سحر کو دیکھتے ہیں

یہ کس کو دیکھ فلک سے گرا ہے غش کھا کر
پڑا زمیں پہ جو نور قمر کو دیکھتے ہیں

سوال جوہر آئینہ ہے پہ چشم پر آب
کہ منھ پہ خاک ملے کیوں ہنر کو دیکھتے ہیں

بہار کو ہیں دکھاتے ستارۂ سحری
تمھارے کان میں جب ہم گہر کو دیکھتے ہیں

فنا کی راہ میں تھک کر جو بن کے بیٹھے ہیں
اُنہیں کو دیکھ کے ہنستے شرر کو دیکھتے ہیں

وہ خاک اُڑائینگے بازار عشق میں آکر
کہ پہلے آن کے سود و ضرر کو دیکھتے ہیں

بنا کے چشم کے دنبالہ پر وہ خال سیاہ
سنان ترک نظر پر سپر کو دیکھتے ہیں

عرق کے قطرے نہیں دیکھتے ہیں اُس رخ پر
ستارے دھوپ میں ہم دوپہر کو دیکھتے ہیں

الٰہی آگ یہ سینے میں ہے کہ آفت ہے
عرق کی جا پہ نکلتے شرر کو دیکھتے ہیں

بنا کے آئینہ ہیں دیکھتے جو آئینہ گر
ہنرور اپنے بھی عیب ہنر کو دیکھتے ہیں

زیادہ سر ہو عدو دشمن تو ہم سمجھتے ہیں
تڑپتا خاک پہ مار دو سر کو دیکھتے ہیں

نگین کو دیکھ نہیں چاہیں جو نام عالم میں
کہ سینہ کاوی میں یاں نامور کو دیکھتے ہیں

خراشِ ناخنِ وحشت سے چارہ گر ہر سے
شکستہ بخیۂ زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

اُٹھائی آنسوؤن نے کسپہ آج ہے تسبیح
سفر ہے جان کا جو فالِ سفر کو دیکھتے ہین

کسی کی کاوشِ مژگان سے بر سرِ مژگان
ٹپکتا قطرۂ خونِ جگر کو دیکھتے ہین

جہان کے آئینہ سے دل کا آئنہ ہے جدا
اس آئینہ مین ہم آئینہ گر کو دیکھتے ہین

دکھا دو تم لبِ میگون پہ خندۂ نمکین
گریان تو ساغرِ مے مین شکر کو دیکھتے ہین

عیارِ نقدِ محبت کا دیکھ سختی پر
لگا کے ذوق کسوٹی پہ زر کو دیکھتے ہین

مے ملا کر ساقیان سامری فن آب مین
کرتے ہین جادو سے اپنے آگ روشن آب مین

زلف حبشی وش کو دھووے گر وہ پُرفن آب مین
ہون بجائے موج پیدا مارِ رہزن آب مین

چشمۂ آئینہ مین کب تو ہوا پاسے نگاہ
اسطرح جاتے ہین دیکھا پاکدامن آب مین

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کوئی مردون کا منھ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب مین

صحبتِ اہلِ صفا سے تیرہ دل کب صاف ہون
زنگ سے آلودہ ہوجاتا ہے آہن آب مین

اب بھی گریہ سے مجھے فرصت نہین فوارہ وار
گو کہ مین ڈوبا کھڑا ہون تا بگردن آب مین

طاس قلیان مین رکھا ہے اُسنے ابرِ مردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو اے ابرِ بہمن آب مین

دیکھنا آبی دوپٹہ منھ پہ اُسکے وقتِ خواب
موجِ آبی مین ہے مہ یا مہرِ روشن آب مین

مین ہون وہ تفسیدہ دل کر جائے اک دریا کو جذب
گر پڑے گر ذرہ میری خاکِ مدفن آب مین

یون رہا مین زندگی بھر تشنۂ دیدارِ یار
جیسے مستسقی کا دم ہوتا ہے مردن آب مین

سایۂ سروِ چمن نے کیا ڈرایا ہے مجھے
اژدہا بن بن کے شب لے ہے رشکِ گلشن آب مین

وعدہ ہے آنے کا اُسکے ابر کھل جائے تو آئے
ڈالتا ہون دمبدم اُٹھ اُٹھ کے روغن آب مین

شب جو ہم لکھنے کو بیٹھے انکھڑیون سے اندیشۂ شک
بہ گیا خط لکھتے لکھتے کشتئ من آب مین

ذوق تو اس بحر مین ایسے گل مضمون بہا
جا بجا لگ جائے اک پھولون کا خرمن آب مین

ہووے تو اے مہروش جب پرتو افگن آب مین
ہو سراپا فلس ماہی ماہ روشن آب مین

عکس زلف یار اور آئینہ رخسار یار
کھینچے ہین شام و سحر تصویر سوسن آب مین

تو جو دریا مین لڑا چھینٹے تو بنیان شرم سے
پانی پانی ہوگیا اے شوخ پرفن آب مین

مردم دیدہ ہین اپنے زندہ آب اشک سے
مردم آبی ہین انکا ہے نشیمن آب مین

بھول مت علم کتابی پر کہ آخر کب تلک
ناؤ کاغذ کی بہے اے طفل کودن آب مین

تو لب دریا نکلے آکر جو اے رشک بہار
ڈالے بھر بھر کے صبا پھولونکے دامن آب مین

لے لو اپنے روے سیمین پر ذرا آبی نقاب
نیلوفر دکھلا رہا ہے اپنا جوبن آب مین

کیا ہوا کیا سبزہ ہے کیا گل ہے کیا ابر بہار
لطف ہے گر ہووے فیض رب ذو المن آب مین

مدح کر اُس شاہ دریا دل کی اے دل جسکا فیض
لعل و گوہر ہے بہاتا وقت گفتن آب مین

شاہ اکبر خسرو غازی کہ آب تیغ سے
رکھے حاسد کو ہمیشہ تا بگردن آب مین

پڑھکے بِسْمِ اللهِ مَجْرٖیهَا وَمُرْسٰهَا دلا
جون شناور بحر سوا مین دست و پازن آب مین

مطلع روشن لکھا جس سے کہ بحر نظم مین
صورت اختر دُر معنی ہین روشن آب مین

ڈالے جون روح القدس تو جبکہ توسن آب مین
نور حق ہو اہل برہان پر مبرہن آب مین

اے شہ الیاس رتبت اے شہ خضر احترام
خشک و تر کو ہے سہارا تیرا دامن آب مین

تھام حق لیکر جو مارے تیغ راہ حق مین تو
غرق جون فرعونیان ہو فوج دشمن آب مین

تو شہ دریا نوال اور دل ترا موج کرم
ہے سخاوت سے تری دست تلاطم زن آب مین

تیرا فیضان عطا جسدم گہرباری کرے
گوہر تر سے بھرین موجونکے دامن آب مین

حکم تیرا جستجو چاہے تو گم ہووے نہ پالے
مثل ابراہیم ادہم ایک سوزن آب مین

تیرے حکم شرع سے جب کفر دریا برد ہو
غرق ہووے تا بہ انشاے برہمن آب مین

ہو ترے سینہ مین جب بحر معانی موج زن
قطرہ سے روشن ہو صد معنی روشن آب مین

ہو ترا فیضِ سخن گر سبحۂ نطقِ فصیح
بلبلے مانندِ بلبل ہون نوا زن آب مین

تیرے آگے گر کرین اعدا سرِ عصیان بلند
مثلِ قومِ نوح ہووے سب کا مدفن آب مین

تو صف آرا ہو جو دریا مین تو اک اک کرمِ آب
ہو عدو کے قتل کو سو سو تہمتن آب مین

روے دریا پر بناتے ہین بہم موج و حباب
بہر سربازانِ لشکر خود و جوشن آب مین

ق

نور و ظلمت ہمدگر دشمن ہین پر حیران ہون مین
تیرے خنجر مین ہے کیون آتش با آہن آب مین

باد پا تیرا ہے یون آتش قدم بر روے خاک
ہووے جون برقِ درخشان سایہ افگن آب مین

عکس ابھی دریا مین ہے اور سن سے اڑ جاتا ہے یون
روح گویا اڑ گئی اور رہ گیا تن آب مین

ق

تیرا فیلِ کوہ پیکر بسکہ دریا سیر ہے
ڈالے وہ کوہِ روان جب لے بنا دامن آب مین

مثلِ ابر آئے ولیکن سرعتِ رفتار سے
اوپر اوپر جائے مثلِ ابرِ بہمن آب مین

نسرِ طائر نسرِ واقع چرخ پر تا ہون شہا
اور زمین پر ہووے تا ماہی کا مسکن آب مین

ہو ہواے شوق مین سر پر ہما اقبال کا
ماہیِ دولت کا ہو تیرے نشیمن آب مین

غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہین
ہے شورِ الغیاث صریرِ قلم نہین

وہ دن ہے کونسا کہ ستم پر ستم نہین
گر یہ ستم ہین روز تو اک روز ہم نہین

مضمون کے پیچ و تاب سے نامہ رقم نہین
ہے زلفِ یار ہاتھ مین میرے قلم نہین

بعد از فنا بھی جوشِ جنون میرا کم نہین
کس وقت زلزلہ سرِ دشتِ عدم نہین

گو اضطرابِ دل کو عیان کرتے ہم نہین
پر جو نگاہ ہے رگِ بسمل سے کم نہین

جوشِ شگفتگی ہے محبت کا غم نہین
ہے خون خراشِ دل مین تبسم سے کم نہین

آتش مین آ پڑا تو ہے میری طرح سپند
لیکن نکل بھی جائیگا تا ہمت قدم نہین

ہے دل مجھے ڈبو کے رہیگا کہ سینہ مین
وہ کونسا ہے داغ جو گردابِ غم نہین

منظور دل لکھو کاوشِ غم کی ہے مشق اگر
بہتر مژہ سے یار کی کوئی قلم نہین

ہین آمد بہار سے بھر لائے منہ مین خون
یہ زخم دل تبسم غنچہ سے کم نہین

ہم کافران عشق کو ہے یہ بڑا عذاب
دوزخ مین آتش الم سنگ صنم نہین

مجھ روسیہ سے کب ہوا سجدہ سرفرو
کب گردن خجالت محراب خم نہین

مشکل ہے میرے عہد محبت کا ٹوٹنا
اے بے وفا یہ تیری خدا کی قسم نہین

اہل صفا کا دیکھا نہ دامن کسی نے تر
گوہر ہے اپنی آب مین غرق اور نم نہین

وحشی کو تیرے دشت بھی ہے عرصۂ بہشت
آہو کی شاخ شاخ سے طوبے کے کم نہین

اللہ رے ضبط دل کہ مرے بر سر مزار
گیسوے دود شمع مین بھی پیچ و خم نہین

اے عہد یار ہے تو زمین پر کہ اٹھ گیا
ڈھونڈھون کدھر سراغ کہ نقش قدم نہین

منصوبہ مارنے کا مرے کرتے ہین حریف
اور مجھ مین مثل بازی شطرنج دم نہین

تونے جو ہاتھ قتل سے کھینچا تو کیا ہوا
رکتی کسی طرح تری تیغ ستم نہین

ہے میکشون کے واسطے میخانہ تخت جم
یان جام مے ہے سامنے گو جام جم نہین

چمکا یہ آتش دل پروانہ کا ہے رنگ
اے شمع رو عیان شفق صبحدم نہین

ہے لوث حب زر سے یہ دامن ہمارا پاک
گر چھینٹ بھی پڑے تو پئے درہم نہین

گر آب دیدہ شربت کو ثر بھی ہے تو کیا
جب تک کہ اسمین چاشنی درد و غم نہین

حالت ہے اب یہ زار ترے دلفگار کی
ہے چشم زخم منھ یہ کہ جز چشم نم نہین

ہاتھ آئے کس طرح سے دل گم شدہ کا کھوج
ہے چور وہ کہ جس پہ کسی کا بھرم نہین

ہاتھوں سے چرخ تفرقہ پرداز کے کبھی
کر سکتے آہ دست تاسف بہم نہین

سر باز عشق کے لیے دار الامان کہان
محفوظ قطع سے سر شمع حرم نہین

جاتا ہے آنکھین بند کیے ذوق تو کہان
یہ راہ کوے یار ہے راہ عدم نہین

ہم سے ظاہر و پنہان جو اُس غارت گر کے جھگڑے ہین
دل سے دل کے جھگڑے ہین نظرون سے نظر کے جھگڑے ہین

جیتے ہی جی کیا ملک فنا مین ساتھ بشر کے جھگڑے ہین
اِدھر کے ادھر سے جبکہ چھٹے تو جا کے اُدھر کے جھگڑے ہین

کیسا مومن کیسا کافر کون ہے صوفی کیسا رند
سارے بشر ہین بندے حق کے سارے شر کے جھگڑے ہین

ایک ایک جور و ستم پر اُسکے سو سو داغ دل ہے گواہ
ہم جو اُس سے جھگڑے ہین جو ثابت کر کے جھگڑے ہین

غم کہتا ہے دل مین رہون مین جلوۂ جانان کہتا ہے مین
کس کو نکالون کس کو رکھون یہ تو گھر کے جھگڑے ہین

گھر مین موتی پانی پانی لعل کا دل خون پتھر مین
دیکھو لب و دندان سے تمھارے لعل و گہر کے جھگڑے ہین

دوست کے گھر مین دشمن ہو جب سنگ ہمارے سینہ پر
دل کا ذکر رہا کیا باقی پھر تو سر کے جھگڑے ہین

حضرت دل کا دیکھنا عالم ہاتھ اُٹھانے دنیا سے
پاؤن پسارے بیٹھے ہین اور سر پہ سفر کے جھگڑے ہین

ذوق مرتب کیونکہ ہو دیوان شکوۂ فرصت کس سے کرین ہم
باندھے گلے مین ہم نے اپنے آپ ظفر کے جھگڑے ہین

آفتِ جانی لکھو ہین تن کے قفس کی تیلیان
در نہ ہین یان بال و پر تار نفس کی تیلیان

استخوان ہین اس تن لاغر مین خس کی تیلیان
تیلیان بھی وہ کہ جو ستر برس کی تیلیان

رخصت پرواز گر دین قفس کی تیلیان
جا کے دیکھ آئین جو کچھ رکھی تھین خس کی تیلیان

دلکے شعلون سے قفس کے پیش و پس کی تیلیان
یون جلین اُڑجائین جیسے خار و خس کی تیلیان

گر رسیلا بچی رکھتے ہو جنس کی تیلیان
لیجئے مژگان کی سمجھ بے دسترس کی تیلیان

گر رگِ گل سے ہون بلبل کے قفس کی تیلیان
کانٹے آنکھون مین چبھوئین اُسکے حس کی تیلیان

طائران رنگ گل کا فکر کیا اے باغبان
ہین یہی رگہاے گل اُسکے قفس کی تیلیان

اے مہندس مرغِ ساعت کو اگر کرتا ہے بند
لے ہوا مین اُڑکے آوازِ جرس کی تیلیان

مین ہون دیوانہ کسی کے سبزۂ رخسار کا
مارو پھولون کی جگہ تم مجکو بھس کی تیلیان

سوزِ غم سے ہین سلگتے جسم و جان ناتوان
کب کا یہ کوڑا تھا یارب کے برس کی تیلیان

کشتۂ مژگان کے گنبد کا ہے مرقد اے صبا
جا لگا اس پر عوض زرین کلس کی تیلیان

طائر رنگ حنا کا شوق اگر ہواے پری
تیرے ہاتھون کی لکیرین ہون قفس کی تیلیان

پنجۂ مژگان جو پا روبِ سمندِ ناز ہے
تاب کب لائین لگدکوب فرس کی تیلیان

لے چلا دنیا سے دل یا کاسۂ روغن حریص
اسمین کیون رکھتا ہے جاروب ہوس کی تیلیان

چشمِ گریان نے اگر کی اس برس برسات خوب
سبز ہو جائینگی سب پیرِ قفس کی تیلیان

شیخ کی داڑھی تو حاضر ہے لگا دے ساقیا
گر نہین شیشہ کو ہین درکار خس کی تیلیان

ہے دوائی اس شجر کے واسطے تازہ خزان
سیتے تجکر رہ گئین خالی سرس کی تیلیان

موے مژگان ہین کہ رکھتے ہین ترے شہبازِ چشم
آشیان کے واسطے چن چن کے خس کی تیلیان

ہے پئے مرغِ دلِ بلبل رگِ گل کا قفس
اس سے نازک اور کیا ہونگی قفس کی تیلیان

ق
گر ہے اے صیادِ نادان تجکو آرائش کا شوق
مت بنا پیتل کے تار و تیج قفس کی تیلیان

جو ہین مرغِ تر دماغ اُنکے قفس کے واسطے
چاہیین صندل کی جو ہین اور خس کی تیلیان

اُڑکے جا پہنچے ہواے شوق مین تنکے کیطرح
سمجھین جو ٹانگین قاصدانِ زود رس کی تیلیان

طرزِ نالہ مجھسے گر سیکھین جلا دیوین ابھی
صوتِ ققنس بنکے آوازین جرس کی تیلیان

شیخ تل شکری جو لائے لعلِ لب کے سامنے
گل کا دونا تھا مگر شاخ عدس کی تیلیان

آگے ان نالوں کے ہیں یوں خار و خس ہوے رقیب | جون لی ہون روکش آتش اژدر نفس کی تیلیان
کاروان حیرت کا تھا شب تنکا تنکا دشت مین | رہ گئیں ہیں ہیں کے آواز جرس کی تیلیان

سلسلہ وابستہ تھا کچھ عالم معنی سے ذوق
ورنہ تھین یہ تیلیان کب اپنے بس کی تیلیان

آج اُن سے مدعی کچھ مدعا کہنے کو ہین | پر نہین معلوم کیا کہوینگے کیا کہنے کو ہین
وصف چشم و وصف لب اس یار کا کہنے کو ہین | آج ہم دو رس اشارات و شفا کہنے کو ہین
ہین دہن غنچون کے وا کیا جانے کیا کہنے کو ہین | شاید اُسکو دیکھکر صل علے کہنے کو ہین
کہدے شبنم سے نہ بھر سیماب گل کے کان مین | بلبلین احوال دل کچھ اے صبا کہنے کو ہین
دیکھے آئینے بہت بن خاک ہین ناصاف سب | ہین کہان اہل صفا اہل صفا کہنے کو ہین
دمبدم رک رک کے ہے منھ سے نکل پڑتی زبان | وصف اُسکا کہہ چکے تو ارسے یا کہنے کو ہین
اب تو رات آخر ہوئی میری طرف دیکھو ذرا | مسجدون مین لوگ اذان سے لقا کہنے کو ہین
ہین ترے ہاتھونکے قربان واہ کیا مارے ہین تیر | سب دہان زخم منھ سے مرحبا کہنے کو ہین
میرے دلکے آبلے دیکھے تو منھ فق ہو گئے | زرد یون ہی دانہاے کہربا کہنے کو ہین
دیکھ تو لے پہنچے کس عالم سے کس عالم مین ہین | نالہاے دل ہمارے نارسا کہنے کو ہین
گاہ دامنگیر باد و گہ بیابان گرد خاک | اب تو تیرے عاشقونکے دست و پا کہنے کو ہین
وہ جنازہ پر مرے کس وقت آئے دیکھنا | جبکہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہین
ہے جہان مانند مجمر اور ہم مثل سپند | اب چلے جائینگے آئے اک صدا کہنے کو ہین
پوچھو قاتل سے کریگا قتل آخر کب تلک | اپنی تاریخ آج ہم پیش از قضا کہنے کو ہین
میرے سودا کا اطبا کر نہین سکتے علاج | یون ہی خبطی خبط و مالیخولیا کہنے کو ہین
سست نکلے جو سر وفا کے اُٹھ گئے سب اہل دل | اب دغا سے نام کو اور باوفا کہنے کو ہین
اے صفائے دل وہی جس مین عیان ہو شکل یار | یون تو آئینون کے دل بھی باصفا کہنے کو ہین

کیا تماشا ہے کہ اُنکے کانین اُٹھا ہے درد
ہم جو آئے درد دل اپنا ذرا کہنے کو ہین

بے سبب سوفار اُنکے منہ نہین کُھلے ہین ذوق
آئے پیک مرگ پیغام قضا کہنے کو ہین

گر ترا نور نہین چشم مین کیا ہے اس مین
کہنا فیہِ نظرٌ عین خطا ہے اس مین

دل کو کیا دیکھے کا تو چیر کے کیا ہے اس مین
اب تو قطرہ بھی نہین خون کا رہا ہے اس مین

رسن انداز ہے چاہ ذقن یار مین زلف
نہین معلوم کہ دل کسکا گرا ہے اس مین

عشق کی تلخی حسرت کے جو لے لے کے مزے
بے مزہ رہتے ہین ہم کچھ تو مزا ہے اس مین

تو نگین تو نہ دلکا کہ بڑی کاوش سے
اسم کو مین نے ترے کندہ کیا ہے اس مین

کبھی کرتا ہون فغان اور کبھی ضبط فغان
نہین معلوم وہ خوش اسمین ہے یا اس مین

خضر ساقی ہو تو مین جام نہ لون گر جا لون
کو نہین جام مین مے آب بقا ہے اس مین

دیکھئے عشق مین جان وامق و قیس و فرہاد
اور ابھی دیکھئے کس کس کی قضا ہے اس مین

اُس جفا کیش کے نامہ کو پڑھون کیا قاصد
جو کہ قسمت کا لکھا تھا سو لکھا ہے اس مین

شیشۂ سبز فلک سے نہ طلب کر مے عیش
مے کہان اسمین ہے زہراب بھرا ہے اس مین

جا پڑا پاؤن پہ قاتل کے تڑپ کر کشتہ
سرد ہونے پہ بھی گرمی وفا ہے اس مین

کیا بگولے کیطرح خاک کا پتلا اسے ذوق
اُڑتا پھرتا ہے بھری جب سے ہوا ہے اس مین

کہے وحشت بیان چشم غزالو اسکو کہتے ہین
یہ سچ کہتے ہین سر چڑھ بولے جادو اسکو کہتے ہین

سوالِ بوسہ کو ٹالا جوابِ چین ابرو سے
براتِ عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہین

جگر اور دل کا جتنا حوصلہ تھا تُل گیا سارا
نگہ کے تیر کا ہونا ترازو اسکو کہتے ہین

عدو دے نیش زن ہر دم میرے در پئے ایذا
یہ موذی زہر کی ہے گانٹھ بچھو اسکو کہتے ہین

گوارا تلخی مے کیون نہ ہو ہم خستہ جانون کو
کہ دارو تلخ ہی بہتر ہے دارو اسکو کہتے ہین

گرہ کھولی ذرا اُس نے جو اپنی زلف مشکین کی
معطر ہو گیا آفاق خوشبو اسکو کہتے ہین

جو پوچھے عقل یہ دلسے بتا کیا نام ہے تیرا
کہون دیوانہ چشم پری رو اسکو کہتے ہین

کبھی شیرین نہ دل سے کوہکن نے کوہ کو کاٹا
محبت یہ نہین ہے زور بازو اسکو کہتے ہین

اجل سو بار آئی ذوق پر جب تک نہ وہ آئے
نہ پایا دم نکلنے میرا قابو اسکو کہتے ہین

قصد جب تیری زیارت کا کبھو کرتے ہین
چشم پر آب سے آئینے وضو کرتے ہین

کرتے اظہار ہین در پردہ عداوت اپنی
کیون مرے آگے جو تعریف عدو کرتے ہین

دلکا یہ حال ہے پھٹ جا ہے سو پھٹ جاے اوسے
اگر اک جا سے ہم اس کو رفو کرتے ہین

توڑین اک نالہ سے اس کاسۂ گردون کو مگر
نوش ہم اسمین کبھی دلکا لہو کرتے ہین

قد دلجو کو تمھارے نہین دیکھا شاید
سرکشی اتنی جو سرو لب جو کرتے ہین

رکھتا ز بسکہ جیفۂ دنیا سے ننگ ہون
پارس بھی ہو تو جانتا مردار سنگ ہون

ہون وہ شگفتہ دل کہ نہ در غمین تنگ ہون
آہن تو آگ مین ہون مگر لالہ رنگ ہون

ہین سب سے پہلے سر کے اٹھانے کی فکر مین
محفل مین اُنکی مین کسی چوسر کا رنگ ہون

دل بیٹھا محو ضبط ہے اور مجکو اضطراب
دل میرا مجھسے تنگ ہے مین دل سے تنگ ہون

پروانہ گر نہین تو نہین پر ہون شعلہ دوست
کچھ بھی ہون تو خال دہان تفنگ ہون

مرے نالے کہین اس گنبد بے در کے اوپر ہین
ہوا کیون باندھتے بادل یوہین اوپر اوپر ہین

گذر جاتے ہمارے نالے اُنکے سر سے اوپر ہین
وہ اک سنتے نہین دیتے اڑا اوپر سے اوپر ہین

عجب عالم ہے اب دلکا کہ اُنکے اک اشارہ پر
ٹپک جاتے ہمارے دل مین سو نشتر سے اوپر ہین

بلند دیوار گلشن ہم پہنچتے ہین ناتوانی سے
ابھی طاقت کرے یاری تو اسکو کر گئے اوپر ہین

تم وہ غضب کہ ہوتے بھی کم ایسے شخص ہین
اور ہم تمھین پہ مرتے ہین ہم ایسے شخص ہین

صاحبدلون نے کعبۂ دل پر کیا مقام
کب کرتے قصد دیر و حرم ایسے شخص ہین

دیوانے تیرے دشت مین رکھینگے جب قدم
مجنون بھی لیگا آکے قدم ایسے شخص ہین

دین کیا ہے بلکہ دیجئے ایمان بھی اُنھین
زاہد پہ بت خدا کی قسم ایسے شخص ہین

یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین
وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین

خط دیکھکر وہ آئے بہت پیچ و تاب مین
کیا جانے لکھدیا اُنھین کیا اضطراب مین

بے بادہ غورگی مین ہوا ذوق جون مویز
کی توبہ بے وقوف نے ناحق شباب مین

نے رنگ کف ہون نہ ترا فندق پا ہون
مین کچھ نہین لیکن ترے قدمون سے لگا ہون

مجنون نے مجھے سمجھا چراغ رہِ مقصود
مین ناقۂ لیلی کا سراغ کف پا ہون

وہ مہر تو مین تاب وہ گوہر ہے تو مین آب
مجھسے نہ جدا وہ ہے نہ مین اس سے جدا ہون

کھائے سہم پہ ترے ناوک مژگان دلمین
اتنے مونس پہ نہین جتنے ہین پیکان دلمین

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غم ہجران دل مین
ہمنے جانا تھا کوئی دن ہے یہ مہمان دلمین

خانقاہ مین بھی وہی ہے جو خرابات مین ہے
فرق پر یہ ہے یہان مغز مین ہے اور وان دلمین

تیرے آفت زدہ جن دشتون مین اڑجاتے ہین
صبر و طاقت کے وہان پاؤن اُکھڑ جاتے ہین

اتنے بگڑے ہین وہ مجھسے کہ اگر نام اُن کا
خط مین لکھتا ہون تو سب حرف بگڑ جاتے ہین

کیون نہ لڑوائین اُنھین غیر کہ کرتے ہین یہی
ہمنشین جن کے نصیبے کہین لڑجاتے ہین

مر گیا ہون جسکے وصلِ سیمتن کی فکر مین
چادرِ مہتاب ہے میرے کفن کی فکر مین

ہائے کل سب آشنا تیرے مریضِ عشق کے
تھے علاجِ ضعفِ دل اور ضعفِ تن کی فکر مین ق

آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہین باچشمِ پر آب
گاہ تدبیرِ لحد مین گہ کفن کی فکر مین

متفرقات

ابھی دل لے لون تو پھر اُس ستم قاتل کو نہ دون
جان دون دل دون یا دون پر دلکو نہ دون

چار ٹکڑے کرون دل کے کہ نہین ہو سکتا
لب کو دون رخ کو نہ دون زلف کو دون تل کو نہ دون

نہ ڈال آبلے اے گرمیِ فغان منھ مین
کہ چپکا بیٹھ رہون بھر کے گھنگنیان منھ مین

ہمارا پی کے لہو تیرے تیر کا سوفار
یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہین زبان منھ مین

اسیرِ رنج و غم مین ہون مریضِ جان بلب مین ہون
وہ اس پر اب تلک جیتا ہون یہ کوئی عجب مین ہون

جو مانگون موت در و پھر سے مجکو نہین ملتی
کہ نام عشق لون اور اسقدر راحت طلب مین ہون

ہر بنِ مو سے نکلتے ہین شرارِ آتشین
بن گیا ہون مین سراپا اک انارِ آتشین

واہ رے سوزِ جگر اُٹھتے ہین میری خاک سے
دود گلخن کی طرح اب تک غبارِ آتشین

سینہ و دل پہ مرے زخمِ جگر ہنستے ہین
ہنسنے دو چارہ گر ہنستے ہی گھر بستے ہین

ہوتے پابندِ علائق نہین وارستے نہین
نکہتِ گل کے نکل جانے کو سو رستے ہین

مین ہون وہ جگر خون کہ مسامات بدن سے / جون اشک عرق بھی تپفقی رنگ نکالون

سہے جی مین کہ غنچہ کو کرون تنگ چمن مین / پھر یار کا ذکرِ دہنِ تنگ نکالون

دنبالہ سے سرمہ کے دھوان ہین تری آنکھین / کہہ بیٹھین نہ کچھ سیف زبان ہین تری آنکھین

مرے نالون سے چپ ہین مرغ خوش الحان زمانہ مین / صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقارخانہ مین

ہوا ہے اور نہ ہووےگا کوئی پیدا جدائی مین / وفا مین کوئی تجھسا اور تم سا بے وفائی مین

اسیری عشق کو منظور تھی میری لڑکپن مین / بہانہ کرکے منت کا پہنایا طوق گردن مین

ہین وہ دیوانے کہ جنکو بیڑیان درکار ہین / ہم اسیر زلف ہین کافی ہمین دو تار ہین

کمندین اور بھی یون تو کمند انداز رکھتے ہین / تری زلفون کے خم کچھ اور ہی انداز رکھتے ہین

کیا صوفی و کیا میکش قائل مرے دونو ہین / پر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونو ہین

مرگئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے مین / بے وفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لیجانے مین

جس جگہ بیٹھے ہین با دیدۂ نم اٹھے ہین / آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم اٹھے ہین

کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری پرسون	ہوے برسون نہ ہوئی پر وہ تمہاری پرسون
یہ طوق اس واسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن مین	کہ تھا بلبل کی گردن کا پڑا قمری کی گردن مین
رخصت جو ہو کے ہم سے جاتے وہ اپنے گھر مین	گھبرا کے پہنچتے وان ہم اُن سے پیشتر ہین
زاہد گمراہ کے مین کس طرح ہمراہ ہون	وہ کہے اللہ ہو اور مین کہون اللہ ہون
کرتے اپنے سر کو جو نوک سنان پر تاج ہین	عشق مین وہ کرتے حاصل رتبۂ معراج ہین
سمجھو نہ سہل تم خفقان کو حکیم جی	حضرت اسے بھی جانئے ہمزادۂ جنون
کٹا کر اپنا سر نوکِ سنان پر تاج کرتے ہین	حصول اس طرح عاشق رتبۂ معراج کرتے ہین
کہتی ہے ماہی بریان کہ دبیران قضا	داغ دیتے ہین اُسے جس کو درم دیتے ہین
آپ آتا ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے	یاد مین تیری اجل سے بھی فراموش ہون مین

ردیف واو

دانۂ خرمن ہے ہمین قطرہ ہے دریا ہمکو اس بلندی پہ دیا عشق نے پہونچا ہمکو	آئے ہے جزو مین نظر کل کا تماشا ہمکو کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہمکو

ہم وہ مجنون ہین کہ دل اپنا ہے صحرا ہمکو
اور جون خیمۂ لیلیٰ ہے سویدا ہمکو

اُس نے خط جو قلم سرمہ سے لکھا ہمکو
لکھا ایماے خموشی سے ہے سویدا ہمکو

رکھ مکدر نہ بس اب اے چرخ نہ اتنا ہمکو
ہمنے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمکو

شوق مستی مین ہے گلگشت چمن کا ہمکو
چاہئے جاے عصا گردن مینا ہمکو

ہوئیگا کشتی طوفان زدہ تابوت اپنا
آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہمکو

بستگی دل کو ہے کیون اُس گرہ زلف کے ساتھ
کیا سبب کچھ نہین کھُلتا یہ معما ہمکو

ہم وہ مجنون ہین کہ گر رم کرین آہو کی طرح
بھاگے ہے دور ہی سے دیکھ کے صحرا ہمکو

کس سے تدبیر درستی ہو ہماری جون زلف
کہ شکستون سے بنایا ہے سراپا ہمکو

جابجا نام تو جون نقش قدم چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈھنے عنقا ہمکو

اور ہمدرد کہان ہو ہواے حضرت دل
درد اب تمکو ہمارا تو تمھارا ہمکو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ بت
کیا بنایا تھا ہتھیلی کا پھپھولا ہمکو

اثر کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا
نقش سجدہ کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہمکو

نخل خرما کی طرح باغ محبت مین ملا
کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو

ایکدم تنگ وہ آئے تجھے بغل مین اس پر
غم دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہمکو

تن سے کیا جان کہ جان اپنی نکلنے پاوے
ہو بشرطے ترے آنے کا بھروسا ہمکو

آن پہونچی سر گرداب فنا کشتی عمر
ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہمکو

ہو سکے لاغری و ضعف کہان مانع شوق
تیری جانب ہے پر پرواز ہین اعضا ہمکو

ہم گئے جسکی طرف جون گل بازی اُسنے
پاس آنے نہ دیا دور سے پھینکا ہمکو

رشک تھا اپنے نوشتے مین کہ اُس شوخ نے
خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہمکو

ہر قدم پانؤن مین سر رکھتے ہین خار سر دشت
اے جنون تونے تو کانٹون مین گھسیٹا ہمکو

کرتے جون کوہ نہین ہمتو سخن مین سبقت
پر وہ کچھ ہمسے سنے گا جو کہے گا ہمکو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط گوہر دل
طوف گرداب صفت چاہیے اپنا ہمکو

لگ گئی آنکھ جو سودے مین تری زلفونکے
شب سیاہی نے کئی بار دبایا ہمکو

حرفِ تلخ اُس لبِ شیرین سے ہر اک بات پہ آہ
ناصحا سنتے ہین ہم کچھ تو ہے میٹھا ہمکو

خاک سے کیونکہ ہمارے گلِ رعنا نہ اُگے
کہ کسی گل کی دو رنگی نے ہے مارا ہمکو

ایکدم عمر طبیعی ہے یہان مثلِ حباب
فکر امروز ہے نے کچھ غمِ فردا ہمکو

جتنے عاشق ہین ہم ایک کا ہے ایک عزیز
ہتمع سے چاہیے ہے خون کا دعوی ہمکو

کیا ستم ہے کہ پئے قطع رہِ عشق فلک
ارّہ سا دیتا ہے دندان عوض پا ہمکو

دلمین تھے قطرۂ خون چند سو مانند انار
نز ہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہمکو

مل گئین خاک مین جو صورتین ہے انکا خیال
کیون نہ فانوسِ خیالی ہو بگولا ہمکو

ہم وہ ہین وحشی لاغر کہ چھپا لیتے ہین
زیرِ دامن نگہ آہوئے صحرا ہمکو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اُسکی تو زلفونکو چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھکو قلق یا ہمکو

آسمان اور وہ انسان بنانا ہمکو
خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

ذبح کیون کرتے ہین فتراک سے باندھا ہمکو
چھوڑ ہونے دے تڑپکر ابھی ٹھنڈا ہمکو

دل شکستہ مگر اُس یار نے سمجھا ہمکو
خط بھی جو خطِ شکستہ سے ہے لکھا ہمکو

باعثِ رشک ہوا عشق ہمارا ہمکو
تجھپہ بن دیکھے ہے غش جسنے ہے دیکھا ہمکو

کر دیا گریہ نے آخر سبک ایسا ہمکو
لیگئے اشک بہا جون کفِ دریا ہمکو

اُس پہ مرتے ہین کہ کیون غیر کو تو نے مارا
وہ نصیب اُسکو ہوئی تھی جو تمنا ہمکو

ہے تری جنبشِ لبہاے جراحت پیشِ قتل
کس لبِ تیغ کے بوسے کا ہے لپکا ہمکو

ہم وہ ہین گرم رہ و راہِ وفا جون خورشید
سایہ تک بھاگ گیا دیکھکے تنہا ہمکو

خال عنبر مہ کا نہین چاہیے زیبائش کو
خطِ سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہمکو

یہ تو یون مضطرب اور سینے مین لاکھون روزن — دل کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو
ٹپکا مژگان سے لہو ہو کے جگر آخر کو — ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہمکو
خط توام سے لکھو گور پہ تاریخ وفات — کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہمکو
کون غلطیدہ تھا خاک سر کو پر تیری — خواب شب بستر مخمل پہ نہ آیا ہمکو
جسکی آواز سے ہون رونگٹے سو ہانکے کھڑے — وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہمکو
اک حلاوت ہے عداوت مین بھی اُس ظالم کی — کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہمکو
دیکھا آخر کو نہ چھوڑے کیطرح پھوٹ بہے — ہم بھی پہنے بیٹھے تھے کیون آپنے چھیڑا ہمکو
ٹپکے ہے جا بجا عرق ہر بن مو سے پیکان — یہ ہدف کس نے کیا تیر جفا کا ہمکو
ہم سفر ہو نہ سکا کوئی بھی اپنا لیکن — جادہ پہونچانے لگا تا لب دریا ہمکو
ہم وہ ہین رند کہ اس عالم پیری مین بھی — اُنس میخانے سے جون پنبۂ مینا ہمکو
سنگدل تین دن اب گور مین بھی بھاری ہین — ہے سوم مین ترے آنے کا جو دھڑکا ہمکو
تو ہنسی سے یہ نہ کہہ مرتے ہین ہم بھی تم پر — مار ہی ڈالیگا بس رشک ہمارا ہمکو
پھیرتے ہی آنکھ کے پھیرینگے گلے پر خنجر — ہو چکا آپکا معلوم ہے ایسا ہمکو
گرمی تپ سے ہوا سوز دروں جو افشا — آگیا مارے خجالت کے پسینا ہمکو
حسرت اے خواری وحشت کہ گریبان کا تار — ہو گیا ضعف سے تار رگ حارا ہمکو
کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے — ورنہ ہے دہر تو ہر طرح گوارا ہمکو
نہ اٹھین شور قیامت سے بھی وہ مست ہین ہم — کہے جب تک کہ نہ قُم قُم لب مینا ہمکو
ہم تبرک ہین بس اب کر لے زیارت مجنون — سر پہ پھرتا ہے لیئے آبلۂ پا ہمکو
وصل کا اُسکے تصور جو بندھا رہتا ہے — تو مزے ہجر مین بھی آتے ہین کیا کیا ہمکو
واہ قسام ازل صدقے ہم اس قسمت کے — جام عشرت اُسے اور داغ تمنا ہمکو
دل مین نشتر نگہ یار کا آہی کھٹکا — غم ہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہمکو

رہی ہر طرح سے صیدی کی کبوتر کی طرح
ہاتھ سے اُس بت بیدرد کے ایذا ہمکو

ق

صید ہی مین نہ فقط ذبح کا کچھ قصد رہا
صلح بھی ٹھہری تو پھر کاہی کے چھوڑا ہمکو

ذوق بازیگہ طفلان ہے سراسر یہ زمین
ساتھ لڑکون کے پڑا کھیلنا گویا ہمکو

بند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
دیگا تمام عقل کے بخیے اُدھیڑ تو

الفت کا گر ہے نخل تو سرسبز ہوئے گا
سو بار جڑ سے پھینکدے اسکو اُکھیڑ تو

عمر روان کا توسن چالاک اس لیئے
تجھکو دیا کہ یان سے کرے جلد ایڑ تو

اے زاہد دو رنگ نہ پیر آپ کو بنا
مانند صبح کاذب ابھی ہے ادھیڑ تو

اس صید مضطرب کو تامل سے ذبح کر
دامان و آستین نہ لہو مین لتھیڑ تو

جو سوتی بھڑ کو باعث غوغا جگائے پھر
دروازہ گھر کا اُس سگِ دنیا پہ بھیڑ تو

مرجائیگا جو تیرا گرفتار دام زلف
تربت پہ اُسکی جال کا پائیگا پیڑ تو

پہ تنگنائے دہر نہیں منزل فراغ
غافل نہ پاؤن حرص کے پھیلا سکیڑ تو

آوارگی سے کوے محبت کے ہاتھ اُٹھا
اے ذوق یہ اُٹھا نہ سکے گا کھکیڑ تو

موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو
غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

بعد مردن ہی ترے زخمی کو راحت ہو تو ہو
یان کہان راحت جراحت پر جراحت ہو تو ہو

تلخکامی ہی مین گذری زندگانی عمر بھر
جان شیرین کے دیئے سے کچھ حلاوت ہو تو ہو

ہو تو ہو آباد کیونکر یہ خراب آباد دل
عشق غارتگر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو

کہتے ہین شور قیامت جسکو وہ اے چشم یار
تیرے مستونکی صفیر خواب غفلت ہو تو ہو

گر پڑے ہے آگ مین پروانہ سا کرم ضعیف
آدمی سے کیا ہو لیکن محبت ہو تو ہو

انتظار یار مین جو چشم ہو جائے سفید — مردمک اُس مین کہان ہو داغ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ — پست ہمت یہ نہو اور پست قامت ہو تو ہو

اب زبان پر بھی کبھی آتا نہین الفت کا نام — اگلے مکتوبون مین کچھ رسم کتابت ہو تو ہو

آج اک پگڑی ہوئی تھی سیکڑے مین رہن سے

ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو

تمنا نہین ہے کہ امداد دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مرد قلق ہو

یہی حق ہے قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل ترے پانو پر جان بحق ہو

کتاب محبت مین اے حضرت دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو

کہ جب آنکر تم کو دیکھا تو وہ ہی سے لیئے دست افسوس کے دو ورق ہو

جو سے نوش او وہ ستوح رشک قمر ہو تو سرخی نہ کیون اُسکے رخسار پر ہو

غروب آفتاب درخشان اگر ہو تو کس وجہ پیدا نہ رنگ شفق ہو

کرو دونون آنکھون کے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشک مہ چاردہ

سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور ہیک جلوہ چودہ طبق ہو

یہ کشتون کا اُس مانگ کے یان پتا ہے کہ ان تیرہ بختون کے مرقد پہ کوئی

اگر سنگ موسیٰ کا تعویذ رکھدے تو رکھتے ہی بس دو میان وہ شق ہو

مری زندگی تھی ابھی اے ستمگر مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر

کہ ٹھکرایا تو نے تو تھا یون سمجھکر نکل جائے جان کچھ جو سد رمق ہو

اگر رشک گلشن نہو تجھسے باہم تو گلشن مین ہو وے یہ مستی کا عالم

چٹکنا ہو غنچون کا آواز ضیغم چمن مجکو اک وادی لق و دق ہو

اگر زخم سینہ سے پھاہا اُٹھاؤن تو خورشید محشر کو تپ مین چڑھاؤن

وگر سینۂ داغ دل کو دکھاؤن تو صبح قیامت کا منہ دم مین فق ہو

یہ بحر و قوافی غزل کے بدلکر رقم اک غزل کر کہ اے ذوق جسمین
نہ ہو لفظ مغلق نہ تعقید مطلق جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضمون ادق ہو

جس ہاتھ مین خاتم لعل کی ہے گر اُس مین زلف سرکش ہو
پھر زلف بنے وہ دستِ موسیٰ جس مین آ جگر آتش ہو
اے قاتل حلق بریدہ سے اک شعلۂ دل جو سرکش ہو
تو روشن حلقۂ جیب سے اپنے دیکھ تنور آتش ہو
ہو تیرا سیہ روصبحِ ہجران مجھ سے رخصت ہوش ہو
وہ کھینچون آہ کہ جوز بھی پنہان زیر دود آتش ہو
لبریز شراب ناز دکھا تو ساغر چشمِ کافر کو
تا زاہد پاک ملوث ہو تا صوفی دل کش سے کش ہو
تم وہ وہ زخمِ دل پر میرے کرتے ہو دکھلانے کو
پر ترکش تیغِ ناز سے اپنے دلمین کرتے عشعش ہو
دل نخل مین قد کے جون زکریا چھپ کر چشمِ کافر سے
اب ارہ جنبش ابرو سے کیونکر نہ بزیر کشاکش ہو
لبیک و اذان ناقوس و جرس یا خندۂ قلقل نالہ سے
دل کھینچنے مین ہان کوئی ہو پر ایک نوا سے دلکش ہو
ہین تیرے آگے آرائش دشمن جان ہو عاشق کی
محراب طاق کمان بجائے دستۂ نرگس ترکش ہو
مانند نمکدان چرخ نے انجم حق نے بنایا اس خاطر
تا ہر لب زخم حسرت اپنا ہجر کی رات نمک چش ہو
گر کلک آہ کو پھیر دن مین تو سر منہ دود دل سے پھیرے

سب صفحہ ماہ منور کا خون سے سینۂ یار منقش ہو

جب ضعف سے مجکو غش آیا تو طنز سے کیا وہ کہتا ہے
بس غش ہو کر معلوم ہوا کچھ مرنے پہ بحد غش ہو

اک خون کا دریا جذب کیا ہے خاکِ کوے قاتل نے
ہان وہن کو ایسے کشتون کے ایسی ہی زمین دلکش ہو

بس چھوڑ دو دامن قاتل کا لو ہاتھ بہاے خون سے اٹھا
جب اپنا بہا خون پاؤن پہ اُسکے دل کیون اتنا مشوش ہو

اس بحر مین کیا برجستہ غزل اے ذوق یہ جسنے لکھی ہے
ہان وزن کو جسکے سنکر خندان روح خلیل و اخفش ہو

دل کٹا جائے اب رات کدھر کاٹنے کو
جب سے وہ گھر مین نہین دوڑتے ہے گھر کاٹنے کو

ہاے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو
مین تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

اپنے عاشق کو نہ کھلواؤ کنی ہیرے کی
اُسکے آنسو ہی کفایت ہین جگر کاٹنے کو

دانت انجم سے نکالے ہوے تجھ بن مجھ پر
منھ فلک کھولے ہے اے رشکِ قمر کاٹنے کو

وہ شجر ہون نہ گل و بار نہ سایہ مجھ مین
باغبان نے ہے لگا رکھا مگر کاٹنے کو

سر و گردن جگر و دل ہین یہ چارون حاضر
چاہیے دل یار کا جو رنگ اگر کاٹنے کو

شام ہی سے دلِ بیتاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو

چرخ ضدی ہے کوئی ضد نہ دلا دے اسکو
کہہ سُنے خود کو غرقی تو جلا دے اُسکو

دیکھین تم کیسے بھلکڑ ہو جسے کرتے ہو یاد
بھول تو جاؤ بھلا میرے بھلا دے اُسکو

قالبِ خاکیٔ انسان کو بنا کر کیجیے
عشق کی آگ مین ڈالا کہ پکا دے اُسکو

آبرو خاک مین دی اُسنے ملا آئینہ کی
مجھ سا ہو آئینہ تو منھ نہ دکھا دے اُسکو

منھ سے بے کیا شمع کا ہو بزم میں تجھ سے روشن
چٹکیوں میں ابھی کلگا اُڑا دوے اُسکو

آنے تصویر ہی اُسکی وہ نہ آئے تو نہ آئے
پر مرے پاس کوئی کھینچ ہی لاوے اُسکو

پیار کی بات یہ مجھسے نہیں اک اور سے ہے
تیری یہ خو ہے کہ مجھ کو سناوے اُسکو

وہ عیادت کو مری آئے تو کیونکر آئے
مر بھی جاؤں تو ذرا رحم نہ آوے اُسکو

مُشتِ خاک اپنی ہم اُس کوچہ میں کل پھینک آئے
اب وہ ذوق آپ اُٹھائے نہ اُٹھاوے اُسکو

سگِ دنیا پس از مردن بھی دامنگیرِ دنیا ہو
کہ اُس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو

ہجوم آور جو آنکھوں میں ترا شوقِ تماشا ہو
تو شاخِ ہر مژہ سے چشمِ نرگس وار پیدا ہو

ترے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنّا ہو
فلک پر سُن کے ہنستے ہنستے شادیمرگ عیسےٰ ہو

نہ ہووے دسترس دامانِ وصلِ یار تک ہرگز
اگرچہ سر سے عاشق پاؤں تک دستِ تمنا ہو

مجھے کیا چاہئے عقدہ کشا سوزِ محبت میں
گرہ میری سپند آسا مری فریاد سے وا ہو

درازی میں شبِ غم کی اگر بہلا دلِ مجنون
خیالِ زلفِ لیلیٰ اسکے حق میں الفِ لیلیٰ ہو

کرے پرواز مرغِ جان اگرچہ شاخِ طوبےٰ تک
پر اُس تارِ نظر سے مثلِ مرغِ رشتہ بر پا ہو

حلاوت یاں کہاں جب ہو وے آبِ شور کا دریا
زلالِ خضر کا اک چشمہ سو بھی سب سے اخفا ہو

تصور یوں کبھی غفلت میں آ جاتا ہے مرنیکا
کہ جیسے عالمِ رؤیا میں چشمِ کور بینا ہو

مجھے بلوہ میں مارا ہے نگاہ و ناز غمزہ نے
بتاؤں کس کو قاتل کس سے میرے خونکا دعویٰ ہو

یہ شہرت نام کی بھی وہ بلا ہے پیچ ہستی کا
کہ صحرا سے عدم میں گردنِ عنقا کا پھندا ہو

مرے صحرا میں وہ وحشت برستی ہے کہ مجنوں کے
گرے گر سر پہ قطرہ آبلہ زیرِ کفِ پا ہو

کہیں کیا دل کی وسعت اپنی ہم اللہ رے وسعت
اگر نہ آسمان ہوں جمع اک خالِ سویدا ہو

اکیلا رہ گیا یاروں سے یوں ہوں ناتوانی میں
کہیں شاخِ خزاں دیدہ پہ جیسے زرد پتا ہو

جو ذکر اللہ کو ہو ذوق بالغ مایۂ عشرت
تو کیوں حق حق کرے وہ شیشہ جس شیشہ میں صہبا ہو

سرد مہری سے تری گر جوئے دل یخ بستہ ہو
پھر نہ ٹپکے کوزۂ دل گرچہ سب اشکستہ ہو

کیونکہ قابو مین فلک کے عاشق وارستہ ہو
یہ تو جب ہو گر کمان کے بس مین تیر جستہ ہو

ہر قدم پہ ہے خراش پائے مجنون گل فشان
تا کہ اک اک خار صحرائے جنون گلدستہ ہو

کیا ہوا داغ محبت سے ہوا دل سر بمہر
یہ نہین ممکن کہ میرا راز دل سربستہ ہو

کیا نکالے سوزن الماس دل سے غم کی پھانس
جتنی یہ کاوش کرے اُتنی ہی یہ پیوستہ ہو

منھ سے جو نکلے مزا جب ہو کہ ہووے دلنشین
آہ موزون ہے کہ نالہ مصرعۂ برجستہ ہو

جانے کیا بیدرد انداز کلام دردمند
ذوق میرا ہم سخن گر ہو کوئی دل خستہ ہو

پتھرا دیا جلوے نے ترے چشم صنم کو
چکرا دیا غمزہ نے ترے طوف حرم کو

جب سے کہ لکھا ہے ترا وصف رخ زیبا
چومے ہے قلم لوح کو اور لوح قلم کو

رونق ہے بہار گل رخسار سے تیری
گلزار حدوث و چمنستان قدم کو

جائے نہ کبھی طبع جفا پیشہ سے ہرگز
کس طرح نکالے کوئی شمشیر کے خم کو

کیا ڈھونڈتا ہے تو عمل بغض و محبت
چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقش درم کو

ہین اشک کباب اشک ترے سوختہ جانکے
پر کرتے ہین خون شبنم گلزار ارم کو

دیوانہ ترا قید سے ہستی کے جو چھوٹا
چڑھ جائیگا اک زلزلہ صحرائے عدم کو

جس دن سے زمین پر ہے فلک خاک ہے اُڑتی
دیتی تھی یہان راہ نہ اس سبز قدم کو

خوبی سے نہین رونق بازار کہ یوسف
اس شکل و شمائل پہ بکا چند درم کو

کیا دیگا دم اگر کسی بیدم کو مسیحا
اللہ سلامت رکھے اس تیغ کے دم کو

دے جام مجھے چشم عنایت سے جو ساقی
دکھلاؤن تماشہ ابھی کیخسرو و جم کو

بد ہو کوئی یا نیک رقم کام ہے اُس کا
احوال بد و نیک سے کیا کام قلم کو

مرے لب گم گشتگان یا الٰہی لگ دنیا سے ہو
آسمان بھی ہو اگر واں بیضۂ عنقا سے ہو

سایہ افگن جبہ پہ تو اپنے قدِ رعنا سے ہو
گردباد اُس خاک پر ہمسر قدِ طوبیٰ سے ہو

گر کرے بجز نمائی جلوۂ رخسار یار
وہ کف آئینہ سے موجِ یدِ بیضا سے ہو

میں وہ مجنون بیابان مرگ ہوں جسکے لئے
ہو بھی چادر یا کفن وہ دامن صحرا سے ہو

سبحہ صد دانہ بھی پڑ جائے اگر میرے گلے
دانۂ انگور تا مینۂ مینا سے ہو

دشت کو سیراب کر دے آبلہ پائی مری
ہر قدم پر چشمہ جاری چشم نقشِ پا سے ہو

تا بہ اک ٹانکا نہ چھوڑے دلکا میرے اضطراب
چاک سینہ گر رفو تارِ رگِ خارا سے ہو

تشنہ کامی گرمی دی نے چکھا شوراب تک
ذوق شوقِ العطش پیدا لبِ دریا سے ہو

صفا میں رخ سے تیرے آئینہ کیا خاک ہمسر ہو
نگاہ چشم سرمہ آلود سے بھی جو مکدر ہو

مری تاثیر وحشت وہ ہے مضطر جس سے پتھر ہو
نگین پر نام لکھدوں تو نکل کر گھر سے باہر ہو

ترا دیوانۂ دل سوختہ آتش قدم گر ہو
جلا دے زیر پا گر خار مژگان سمندر ہو

قیامت کو بھی کیا انصاف اپنا اے ستمگر ہو
ابھی قصہ ہو آخر کہ آخر روزِ محشر ہو

ہو تو دریا میں دھووے ناخن پا گلبدن اپنے
تو ہر اک فلس ماہی شکل برگ گل معطر ہو

ڈبو دیں آشنا کو گر سبکدوش اپنی صحبت سے
تو آہن ساتھ کیوں لنگر کے دریا میں شناور ہو

کھٹکتے ہی رہیں دل میں ترے مژگانِ برگشتہ
ہجومِ نیشِ کژدم سے اگر دل گنجِ نشتر ہو

کیا یہ سوختہ جان تو نے مجکو سرد مہری سے
کہ آہِ سرد میری شمع کافوری سے ہمسر ہو

حرم کو جائے زاہد ہم تو میخانہ کو چلتے ہیں
مبارک اس کو طوف کعبہ ہم کو دورِ ساغر ہو

نشہ ٹوٹے ترے ساغر کش وحشت کا کیا ممکن
اگر سو ٹکڑے سنگِ کودکاں سے کاسۂ سر ہو

بچائے حق تعالیٰ اُس یزیدی شمر مشرب سے
کہ خون سید کا جس بے رحم کو خونِ کبوتر ہو

رہائی قتل پر موقوف ہو گر ہم اسیروں کی
روانی تیغ میں وابستۂ زنجیرِ جوہر ہو

مجھے صحن جمیں بھی عرصہ گاہ حشر ہو تجھ بن
گل خورشید میرے واسطے خورشید محشر ہو

جو کھوئے آپ کو وہ منزل مقصود کو پہنچے
تری گم گشتگی اس راہ میں اے ذوق رہبر ہو

بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو
زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

عزیزو اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو
یہ عمر رفتہ کی اپنی صدائے پا سمجھو

سمجھ تو کور سوادوں کو ہو جو علم نہو
اگر سمجھ بھی نہو کور بے عصا سمجھو

نہ سمجھو وحشت شفاخانۂ جنون ہے یہ
جو خاک سی بھی پڑے پھانکنی دوا سمجھو

پڑے کتاب کے قصّوں میں کیا کرو دل صاف
صفا ہو دل تو بہ از روضۃ الصفا سمجھو

نہ ہے نصیب کہ ہنگام مشق تیر ستم
ہمارے ڈھیر کو تم تودہ خاک کا سمجھو

ہلنے وہ رونے پہ میرے تو پھر صف مژگان
نہ سمجھو چشم یہ دیوار قہقہا سمجھو

نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

تمھاری راہ میں ملتے ہیں خاک میں لاکھوں
اس آرزو میں کہ تم اپنا خاک پا سمجھو

دعائیں دیتے ہیں ہم دل سے تیغ قاتل کو
لب جراحت دل کو لب دعا سمجھو

بہا دیا مرا خون اُس نے اپنے کوچہ میں
اسی کو یارو دیت سمجھو خون بہا سمجھو

سمجھ ہے اور تمھاری کہوں میں تم سے کیا
تم اپنے دل میں خدا جانے سُن کے کیا سمجھو

تمھیں ہے نام سے کیا کام مثل آئینہ
جو روبرو ہو اُسے صورت آشنا سمجھو

نہیں ہے کم زر خالص سے زردی رخسار
تم اپنے عشق کو اے ذوق کیمیا سمجھو

ہاتھ سینہ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو
ایک نظر دل سے ادھر دیکھ لو گر دیکھتے ہو

ہے دم بازپسیں دیکھ لو گر دیکھتے ہو
آئینہ منھ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو

ناتوانی کا مری مجھ سے نہ پوچھو احوال
ہو مجھے دیکھتے یا اپنی کمر دیکھتے ہو

پر پروانہ پڑے ہین شجر شمع کے گرد
برگ ریزی محبت کا ثمر دیکھتے ہو

بید مجنون کو ہو جب دیکھتے اے اہل نظر
کسی مجنون کو بھی آشفتہ بسر دیکھتے ہو

شوق دیدار مری نعش پہ آکر بولا
کس کی ہو دیکھتے راہ اور کدھر دیکھتے ہو

لذت ناوک غم ذوق سے ہو پوچھتے کیا
لب پڑے چاٹتے مین زخم جگر دیکھتے ہو

عبث تم اپنی رکاوٹ سے منھ بناتے ہو
وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

لگا کے سرمہ تم آنسو نہین بہاتے ہو
یہ ہمکو جلوۂ شق القمر دکھاتے ہو

چھپا کے پان یہ کس کے لئے بناتے ہو
ہمارے قتل کا بیڑا کہین اٹھاتے ہو

تم اپنے رخ پہ یہ کاجل کا تل بناتے ہو
کہ میرا اختر بخت سیہ دکھاتے ہو

اگر دباؤ کسی کا تمھارے دل پہ نہین
تو ہم کو دیکھ کے تم کان کیون دباتے ہو

ملاپ جانین بھی ہم کہہ دے کے تم بوسہ
کہو کہ آؤ زبان سے زبان ملاتے ہو

مریض عشق کو تم پوچھکر طبیبون سے
مدام شربت عناب کیا پلاتے ہو

ہون خاک چاٹ کے کتنا ابھی شفا ہو جائے
جو شربت لب میگون ذرا چٹاتے ہو

جگر کے آبلے جو پھوڑتے ہو حضرت عشق
ہماری چٹکیون مین ہم کو تم اڑاتے ہو

گلو یہ کہہ گئی کیا کان مین تمھارے صبا
کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہین سماتے ہو

جلن سے رشک کے ہین ہڈیان جلی جاتین
کہ ہائے تم نے قلیان کو منھ لگاتے ہو

ق

ہماری لاش پہ آواز قم باذن اللہ
تم آ کے حضرت عیسےٰ عبث سناتے ہو

اٹھین گے یار کی ٹھوکر سے لے چلو تشریف
نہین تو پھر کوئی صلوات سنکے جاتے ہو

جلا رہے ہین سویدائے دل کو ہم اپنے
نظر گذر کو تم اسپند کیا جلاتے ہو

ہو کرتے سبزۂ خط کی جو سیر آئینہ مین
نگہ کی تیغ کو کیون زہر مین بجھاتے ہو

نمک چھڑکتی ہے شبنم گلون کے زخمون پر
دکھا کے تم لب دندان جو کھلکھلاتے ہو

ہمیشہ صدقہ اُس ابرو کے ہو کے حضرت دل ق یہ لب پہ نالۂ جانکاہ اپنے لاتے ہو
دیا طواف حرم مین ہے سامنے محراب اور اس مین نالۂ لبیک تم سناتے ہو
وہ آئے بام پہ ہین ہمدمو نہ بیٹھو اب اُٹھاؤ میرا جنازہ اگر اُٹھاتے ہو
یہ صید بستۂ فتراک کھل پڑے نہ کہین سمند ناز کو تیز اتنا کیون اُڑاتے ہو
مرے لئے تو ہر اک طرح سے قباحت ہے ق یہ تم جو دشمنون کو درد سر بتاتے ہو
لگاؤن گھس کے جو صندل تو کہتے سو کہ مجھے لگاوٹ اتنی بھلا کس لیئے دکھاتے ہو
جو پڑھ کے سورۂ اخلاص دم کرون تو کہو کہ دیکے دم مجھے اخلاص کیا جتاتے ہو

یہ ایسا کونسا انداز گفتگو ہے ذوق
کہ جس پہ زور طبیعت تم آزماتے ہو

[illegible]

جو کہو سے قد یار کی تصویر دکھادو تم لکھو الف اور وہی تحریر دکھادو
دیکھو سر مقتل نہ کہین چھوڑ دے بسمل پہلے مجھے تم یار کی شمشیر دکھادو
حالت طپش دل کی مرے پوچھین اگر وہ تم ان کو تڑپتا ہوا نخچیر دکھادو
گر دیکھ لے زاہد تو پھر ایمان ہی لائے تم مصحف رخ اُسکو بہ تدبیر دکھادو
گر چاہو ثریا ہو نہان پردۂ شب مین تھکون کو ترے زلف گرہ گیر دکھادو
اُس چشم کو ہے ناز بڑا تیر نگہ پر اے حضرت دل آہ کی تاثیر دکھادو
وہ برق نگہ اپنا ہے دکھلا رہی عالم اس نالۂ جانسوز کا اک تیر دکھادو
گر وہ نہین آسکتے یہانتک تو بلا سے لاکر کوئی اُن کی مجھے تصویر دکھادو
دیتے ہین خبر غیب کی گر شیخ جی صاحب کہدو کہ ہمین تم خط تقدیر دکھادو
اک جان ہے اک دل ہے سو ہین یکرخ و یکرنگ تم چاہو تو ہر رنگ مین تاثیر دکھادو

لطف و کرم یار کے تم پر جو ہین منکر
ذوق آج اُنہین تم یار کی تحریر دکھادو

دم ذبح تیغ جفا مین جب تری بہتا آب حیات ہو
تو شہید ناز کو کیونکہ پھر نہ حیات بعد ممات ہو

جو مذاق شعر کو اسے پری مین چکھاؤن تیری شکر لبی
قلم انگلیون مین جو ہے مری ابھی رشک شاخ نبات ہو

جو ہین کرتے میرے لئے دعا کہ ہو دام عشق سے دل رہا
تو ہے دل یہ کہتا کہ اے خدا انہیں اس جنون سے نجات ہو

مجھے کہتے سب ہین کہ صبر کر جو ہین تو صبر سے در گذر
سر حسن و عشق پری مین پر نہ وہ بات ہو نہ یہ بات ہو

سر راہ کشتۂ ناز کا وہ مزار ہے نظر آ رہا
پڑھو آج اس پہ بھی فاتحہ چلو داخل حسنات ہو

ترا حسن وہ بت مہ جبین کہ ہے صدقہ جس پہ زمان و زمین
جو دکھائے رخ تو ہو دن وہین جو چھپائے منہ ابھی رات ہو

جو ہین مرتے حسن صفات مین وہ رہین گے اپنی ہی بات مین
تو فنا ہو ذوق اسی ذات مین کہ جو ذات جملہ صفات ہو

کوسون کیا تنگی زمانے کو
کہ نہیں جا ہے سر اٹھانے کو

قصد کعبہ کا تھا پھرے الٹے
چوم کر اسکے آستانے کو

تو مکدر نہ ہو تو عشق مین ہم
ایک آندھی ہین خاک اڑانے کو

بیانتک لاغری ہے اس ترے بیمار کے تن کو
عجب کیا ہے جو مجھے طوق گردن چشم سوزن کو

زیادہ ہوتا ہے پیری مین قرینہ نفس امارہ
یہ بالون کی سفیدی شیر ہے اس راہزن کو

کسی نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی
لپیٹ کر مثل طوق فاختہ صفا کی گردن کو

تصور کس طرح بھولے ترا اس چشم گریان کو
نکالے مینہ برستے مین کوئی کیا گھر سے مہمان کو

نکالون کس طرح سینہ سے اپنے تیر جانان کو
نہ پیکان دل کو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکان کو

رکھا مہمان بہانہ سے ترے اُس ماہِ تابان کو
بڑے ہی وقت کام آیا مرے رحمت ہے باران کو

متفرقات

دیکھا دم نزعِ دل آرام کو
عید ہوئی ذوق دلے شام کو

تم سی مل کر نہ عزقہ سے نکالا منہ کرو
اور نہین گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو

اشکباری مری مژگان کی ذرا دیکھین تو
کتنے پانی مین ہین فوارے بھلا دیکھین تو

یا تو پاسِ دوستی تجھ کو بتِ بیباک ہو
یا مجھی کو موت آجائے کہ قصہ پاک ہو

غیر نے ایسا پڑھایا کچھ مرے محبوب کو
لاکھ ہچکون سے پڑھا اُس نے مرے مکتوب کو

جتنا ہے نمک سب مرے زخمون مین کھپاؤ
پلکون سے اُٹھاؤگے نہ ہاتھون سے گراؤ

آشناک آبی آپ کو گر دل پسند ہو
دریا پری حباب کے شیشہ مین بند ہو

تنک دیکھو اس لذتِ پیکان کے اثر کو
جنبش مرے ابتک ہے لب زخم جگر کو

[illegible]

خبر کر جنگِ نوفل کی تو مجنون اہل ہامون کو	اکیلا رہ تا صبا کھیرائے تنانِ بید مجنون کو
دریا مین ترے حسن کے بالے مین بھنور دو	اور اُس پہ غضب یہ کہ پڑے اُس مین گردو
جاتے ہین اب تو کوے بتِ لالہ فام کو	اپنا تو بس سلام ہے دارالسلام کو
حق نے تجھکو اک زبان دی اور دیئے ہین کان دو	اسکے یہ معنے کہے اک اور سنے انسان دو
کہے ایک جب سن لے انسان دو	کہ حق نے زبان ایک دی کان دو
نہ شبنم کو کہو بلبل سے آنسو	یہ ہنستے ہنستے نکلے گل کے آنسو

ردیف ہاے ہوز

مرتے ہین ترے پیار سے ہم اور زیادہ	تو لطف مین کرتا ہے ستم اور زیادہ
دین کیونکہ نہ وہ داغِ الم اور زیادہ	قیمت مین بڑھے دل کے درم اور زیادہ
ساتھ اپنے ہے اب موجِ الم اور زیادہ	کر تو بھی بلند آہِ علم اور زیادہ
تیز اُسنے جو کی تیغِ ستم اور زیادہ	مشتاق شہادت ہوے ہم اور زیادہ
سرگشتہ کے سرافراز ہین ہم اور زیادہ	جون شاخ بڑھے ہو کے قلم اور زیادہ
گر شرحِ جنون کیجے رقم اور زیادہ	ہو چاک ابھی جیبِ قلم اور زیادہ
دیتا ہے وہ دمباز جو دم اور زیادہ	شیشے کی طرح پھولے ہین ہم اور زیادہ
گھبرا نہ جو یاد آیا ترا ہوکے ہم آغوش	گھبرانے لگا سینے مین دم اور زیادہ

کچھ کی رقم شوق نے تاثیر جو پیدا
اُٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ

لذت کی محبت سے ہے ہر زخم جگر کو
ذوقؔ نمک درد و الم اور زیادہ

کرنے کو سیہ نہ ورق چرخ کو اے دل
نالے سے نہین کوئی قلم اور زیادہ

کیا ہوویگا دو چار قدح سے مجھے ساقی
مین لونگا ترے سر کی قسم اور زیادہ

گر میری طرح دوش پہ ہو بار محبت
ہو پشت فلک مین ابھی خم اور زیادہ

دشمن کی نہ جا سیدھی نگاہون پہ کہ جون تیغ
سیدھی تو ہے لیک اُسمین ہے خم اور زیادہ

ہو جس کو پس مرگ بھی یاد دہن تنگ
تنگ اُسکو کرے کنج عدم اور زیادہ

اُس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چاٹے
پیدا دم افعی مین ہو سم اور زیادہ

اُس شوخ ستمگر کو مری مرگ ہے منظور
ہے زہر نہ کھانا مجھے سم اور زیادہ

ہستی تنک مایہ نے کچھ پھونکا ہے ایسا
اُبھرے ہے حباب لب وم اور زیادہ

وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ چرانے
یارونکا گیا اُنپہ بھرم اور زیادہ

ہے سوز محبت سے مری خاک مین گرمی
کیونکر نہ اُٹھاوے وہ قدم اور زیادہ

دکھلائے جو وہ صید فگن چشم کی شوخی
ہو آہوے رم دیدہ کو رم اور زیادہ

ہے روغن لغزاب مرے گریہ مین کہ اے چشم
بھڑکے ہے جو یون آتش غم اور زیادہ

ہے نکہت ریحان کا دماغ اب کسے تجھ بن
آتا ہے مرا ناک مین دم اور زیادہ

جو پیٹ کے ہلکے ہین پچے بات کب اُنسے
روکین تو اپھر جاے شکم اور زیادہ

مہمیز سر خار سے نکلا سر صحرا
کچھ توسن وحشت کا قدم اور زیادہ

صید دل عاشق مین ہے مصروف وہ کافر
بیخوف ہین اب صید حرم اور زیادہ

گو سرمہ کرے خاک خرابات کو صوفی
سوجھین اُسے پھر لوح و قلم اور زیادہ

اے خنجر خونخوار نہ برش مین کمی کر
ہان تجکو مرے سر کی قسم اور زیادہ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رکے ہے
آتا ہی اُسے چاہین گے ہم اور زیادہ

چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے
کیا ہو جو بڑھین چند قدم اور زیادہ

سرعت سے ہے ابھی نبض مین جون موج رم برق
کیا ہوگا جو ہوگی تپ غم اور زیادہ

کہتا ہے مرا شوق جراحت کہ صد افسوس
اُس تیغ دودم مین نہین دم اور زیادہ

کیون مین نے کہا تجھ سا خدائی مین نہین اور
مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ

کہتا ہے گلے لگ کے مرے وہ دم خنجر
لے عشق کا بھر اُسکے تو دم اور زیادہ

ق
اُس عاشق بیچارہ کا ہے اور بُرا حال
گریے سے ہے آنکھون پہ ورم اور زیادہ

پیٹے سر بستر پہ پڑا پانون کہان تک
بس پانون نہ پھیلا شب غم اور زیادہ

ق
ہے باغ جہان مین سمجھے گر ہمت عالی
کر گردن تسلیم کو خم اور زیادہ

لیتے ہین ثمر شاخ ثمرور کو جھکا کر
جھکتے ہین سخی وقت کرم اور زیادہ

جو کچھ قناعت مین ہین تقدیر پہ شاکر
ہے ذوق برابر انھین کم اور زیادہ

اے ذوق وقت نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ
ورنہ جگر کو روئیگا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

مین ناتوان ہون خاک کا پروانے کی غبار
اُٹھتا ہون رکھ کے دوش نسیم سحر پہ ہاتھ

خط دیکھ کے دل مین تھا کر زبانی بھی کچھ کہے
پر اُس نے رکھ دیا دہن نامہ بر پہ ہاتھ

ملتا ہے اس طرح سے غم عشق سے وہ دل
جیسے گرسنہ مارے ہے حلوائے تر پہ ہاتھ

جون پنجشاخہ تو نہ چلا انگلیان طبیب
رکھ رکھ کے نبض عاشق تفتہ جگر پہ ہاتھ

اے شمع ایک چور ہے باد نسیم صبح
مارے ہے کوئی دم مین ترے تاج سر پہ ہاتھ

چھوڑا نہ دل مین صبر نہ آرام نے شکیب
تیری نگہ نے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ

قاتل کبھی نہ تو نے اُٹھائے ہزار حیف
اگر مزار کشتۂ تیغ نظر پہ ہاتھ

ہو دیکھے اُسکو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق
جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھکر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ
اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ

ہے اُن کی سادگی بھی تو کس بھولپن کے ساتھ
سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ

روز آفتیں نئی ہیں دل پر محن کے ساتھ
جب دیکھو زخم تازہ ہے زخم کہن کے ساتھ

یاد آگیا ترا قدِ رعنا جو باغ میں
کیا کیا لپٹ کے روئے ہیں سرو چمن کے ساتھ

وحشی کو ہنسنے دیکھا اُس آہو نگاہ نے
جنگل میں پھر رہا تھا قلانچیں ہرن کے ساتھ

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
ٹکڑے اُڑا دے جسم کے تو پیرہن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

پایا ذرا اثر نہ کہیں رات بھر پھرے
سر مارنے پہ آہ سپہر کہن کے ساتھ

اللہ ری لاغری کہ ترے ناتوان کی لاش
اُڑتی پھرے ہے بوئے عبیر کفن کے ساتھ

دوزخ میں بھی پڑیں تو نہ سیدھے ہوں کج سرشت
آتش میں پیچ و خم ہیں رسن کے رسن کے ساتھ

بزمِ صنم میں حضرت دل ذکرِ کعبہ کیا
تھی جس چمن کی بات گئی اُس چمن کے ساتھ

ان ناتوانیوں میں بھی یاں تک ہے شوقِ دل
گویا چمن میں اُڑ کے نسیم چمن کے ساتھ

ہوں زلفِ عنبرین کا جو کشتہ تو کیا ہوا
لکھ دو کفن سیاہی مشکِ ختن کے ساتھ

منظور تجھکو کب ہے یہ اے میرے آفتاب
ہو کوئی تیرہ بخت ترا سایہ بن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت میں
آدم کو کیا ہو گی محبّت وطن کے ساتھ

لب پر ترے پسینہ کی بوند اے عقیق لب
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

چشم و دہان حرص سے کون غیر مرگ
بخیہ کا تار اُن کے ہے تار کفن کے ساتھ

آخر چمن سے نکہت گل کر گئی سفر
خانہ بدوش کو نہیں الفت وطن کے ساتھ

اللہ رے تاب حسن کہ اُسکا دُرِ بلاق
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

داغِ دلِ فسردہ پہ پھاہا نہ ہو نہ ہو
کام اس چراغ مردہ کو کیا ہے کفن کے ساتھ

وحشت گھٹی نہ بعد فنا بھی مرا غبار
باتیں کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ

جلد آکے مرہ جائے کوئی خانمان خراب
ٹکرائے اپنا سر بیت الحزن کے ساتھ
تیرے بلاکش اژدرِ دوزخ کو کھینچ لیں
اک آتشیں نفس دلِ شعلہ زن کے ساتھ

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

جنون کے جیب دری پیرہن خوب سے چلتے ہاتھ
سلوک سینے سے بھی کچھ تو کر سکتے ہاتھ
ملا جو غیر نے عطر اس کو وان تو رشک سے یان
لکیریں مٹ گئیں ہاتھوں کی ملتے ملتے ہاتھ
نہ آیا گور پہ میری وہ بے وفا ورنہ
گلے لگانے کو تربت سے بھی نکلتے ہاتھ
جو چھیڑے برق کے شعلہ کو تیرا سوختہ جان
تو وہ کہے کہ لگا تو نہ جلتے جلتے ہاتھ
فقیر وجد میں گر ہاتھ اُٹھائے عالم سے
تو لپٹو کے سرش پہ وہ کو دتے اُچھلتے ہاتھ
مریض سوزِ محبت کی دیکھتا گر نبض
تو پھر طبیب کے بھی آبلوں سے چھلتے ہاتھ

کوئی جو کام ہو پیری میں کس طرح ہو ذوق
نہ اب ہیں پاؤں سنبھلتے نہ ہیں سنبھلتے ہاتھ

متفرقات ردیف ہائے ہوز

دعوے جو ری سے اُسے بھاتا ہے انجان کے ہاتھ
کیسی رسوائی ہے پڑ جائے جو دربان کے ہاتھ

کر دعا میرے لئے شیخ مناجات میں یہ
کہ خراب اور زیادہ ہو خرابات میں یہ

تو جان ہے ہماری اور جان ہی ہے سب کچھ
ایمان کی کہیں گے ایمان ہی ہے سب کچھ

لے نگاہِ مہر سے دل مت بچشمِ قہر دیکھ
گر ڈرے ہے جو مرے تو دے نہ اُسکو زہر دیکھ

تنگہ وہ ترک کہ جسکی نہیں جفا کی پناہ
اور اُسکی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہیں روزہ
کہ اُسمیں آیا تو روزی ہے اور نہیں روزہ

ردیف یاے تحتانی

ہے ترے رشک خطِ رخسار سے
دل ہیں آئینہ کے جوہر خار سے

شرحِ فرطِ حسرتِ دیدار سے
جو نگہ ہے کم نہیں طومار سے

کھائے داغ آتشِ رخسار سے
کم نہیں دل مرغِ آتشخوار سے

ہاتھ اُٹھاؤ عشق کے بیمار سے
کوئی بچتا بھی ہے اس آزار سے

اُنس ہے کیا دلمیں تیرِ یار سے
ہے مشابہ زخم بھی تلوار سے

میرے طرزِ نالہ ہاے زار سے
ٹپکے بلبل کے لہو منقار سے

یوں نگہ نکلے ہے چشمِ یار سے
مست جیسے خانۂ خمار سے

فرشِ گل پر مجکو ہجرِ یار سے
کم نہیں بارِ رگِ گل خار سے

آئینہ اُس شعلۂ رخسار سے
گرم ہے دکانِ آتش کار سے

بے نصیب اُسکے ہیں گردیدار سے
سی دو آنکھوں کو نظر کے تار سے

مارے گر سیلی وہ زلف پُر عرق
جھڑ پڑین دندان دہان مار سے

خنجرِ موجِ تبسم سے ترے
گل چمن مین ہین جدا انگار سے

وائے قسمت تلخکامی ہو نصیب
ہم کو اُسکے لعل شکّر بار سے

کرتا ہے دستِ جنون جب کشمکش
جی اُلجھتا ہے نفس کے تار سے

سُن کے میری جانکنی کو کوہکن
جون صدا اُٹھا پہر اکہسار سے

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو
گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نقطۂ خال اُسکا سودا خیز ہے
پھرتے ہین اک پانون ہم پرکار سے

اُٹھ چکا وہ ناتوان جو رہ گیا
دب کے تیرے سایۂ دیوار سے

توبہ توبہ کہتی استغفار ہے
وقتِ توبہ میری استغفار سے

اپنے دامن کو بچا کر جائیو
برق برسے وادیِ پُرخار سے

جا بجا بحرِ محبت مین ہمین
کشتی اُس کی تیغ لنگردار سے

اب وہ دیکھے عیب نگہ کو ضعف سے
کم نہین مژگان کی دیوار سے

تیرے ہی پانون پہ اے قاتل گرا
سر مرا اُڑ کر تری تلوار سے

اُس دہن کا نکتۂ موزون عجب
منتخب ہے مخزنِ اسرار سے

صاف اک ابرِ شفق آلودہ ہے
زلف اُسکی سرخیِ رخسار سے

خاک عاشق پر اُٹھے جائے غبار
فتنۂ محشر تری رفتار سے

ناکسون سے کیا رہین وارستگان
اُلجھے کیا دامن صبا کا خار سے

زلف کی قینچی سے دل ڈرتا نہین
بھوت بھاگے ہے وگرنہ مار سے

ق
دل کو آتش کے گر کر دے گداز
یار اپنی گرمیِ رخسار سے

جوہر اُس سے یون اُٹھا لین جس طرح
حرف قرطاسِ غلط بردار سے

بے تمیزون کو ہو نقصانِ لطف ذوق
لیں ہین نام طفل آدھا پیار سے

دل کو ہر دم عالمِ معنی سے ذوقؔ
ہے خبر آتی نفس کے تار سے

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دارالشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
اسے تیرِ قضا اُسکو پرِ تیرِ قضا سمجھے

شہیدانِ محبت خوب آئینِ وفا سمجھے
بہا خون کو ہے قاتل میں اُسی کو خونبہا سمجھے

غلط فہمی ہماری تھی جو اُن کو آشنا سمجھے
ہم اُن کو دیکھو کیا سمجھے تھے اور وہ ہمکو کیا سمجھے

وہی کچھ تلخکام اس زندگانی کا مزا سمجھے
جو زہرِ آبِ تیغِ یار کو آبِ بقا سمجھے

ہر اک گردش میں سو اندازِ نازِ فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشمِ سرمہ سا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اُس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے

برائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے
بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

تجھے اے سنگدل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

وہ سمجھے خاکساروں کو جب اپنا خاکِ پا سمجھے
ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے

ترے کشتے جو یوں خوابِ عدم سے یک بیک چونکے
مگر شورِ قیامت کو تری آوازِ پا سمجھے

نسیمِ صبح گلشن میں اگرچہ ہو دمِ عیسیٰ
ترا بیمارِ غم تجھ بن سمومِ جانگزا سمجھے

رواں ہوتا ہے اس بستان سرا سے کاروانِ گل
چٹکنے کو صبا غنچے کی آوازِ درا سمجھے

ترے رخصت نظر کو میری جانب کیوں تغافل سے
اسے بھی آپ کیا میرا ہی بختِ نارسا سمجھے

حساب اصلا نہ پوچھے مجھسے میرے لگے زخموں کا
حسابِ دوستان دردل اگر وہ دلربا سمجھے

حکایت دل کی کہتا ہوں سمجھتے ہو شکایت ہے
تمھیں سمجھو ذرا دل میں کہ تجھے بھی تو کیا سمجھے

اگر دل کو نکالا چیر کر پیکان تو رہنے دے
کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے

کرے آہِ رسا میری جو سیرِ عالمِ بالا
فلک کو بھی یونہیں اک آبلہ سا زیرِ پا سمجھے

ہنسے ہے زخمِ دل تدبیر پر جراح کی کمدو
اُنھیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دندان نما سمجھے

محبت سے ذرا گر موم ہو اُس دل شکن کا دل
دل اشکستہ میرا اپنے حق میں مومیا سمجھے

عدو آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبوں کا
اگر سمجھے لیے کیا خط مدعی سے ادعا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اُس رند مے آشام پر ساقی
نہ جو دع ما کدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے

نہ آیا خاک بھی رستہ میں نقش عمر رفتہ کا
مگر سمجھے تو داغ معصیت کو نقش پا سمجھے

خبر سنتے ہی قاتل سے ہوئے ہم بیخبر بالکل
ترے پیغام کو گویا کہ پیغام قضا سمجھے

نحوست بھی سعادت ہو گئی سودے میں زلفوں کے
گلیم تیرہ بختی سر پہ ہم ظل ہما سمجھے

کشادہ کار ہم نے پنجۂ تقدیر کو سونپا
خرد کے تیز ناخن ناخن انگشت پا سمجھے

بلا اُس زلف کی مصرع میں ہے مضمون پیچیدہ
اسی سے یہ کھلے جو معنی ناز و ادا سمجھے

ہوا نے زلف کو چھیڑا اور اپنا دل لرزتا ہے
کہیں ایسا نہو دے ہم سے وہ کافر ادا سمجھے

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اُنکی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

بجھے گا سوزِ دل اے گریہ پہلے آب تو دے
وگرنہ آگ میں دینا یونہیں عذاب تو دے

گداز کے گریہ مرے سر سے اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جوں حباب تو دے

کھلے ہے ناز سے گلشن میں غنچۂ نرگس
ذرا دکھا اُسے تو چشم نیم خواب تو دے

بلا سے آپ نہ آئیں پر آدمی اُن کا
تسلی آ کے مجھے وقت اضطراب تو دے

صبا بگولہ بنا اس اسیرِ زلف کی خاک
کہ بعد مرگ بھی معلوم پیچ و تاب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوزِ جگر
بجھا کچھ اُن کی ذرا آتش عتاب تو دے

شکار بستۂ فتراک کو ترے مقدور
سوا نہ یہ بھی کہ بوسہ سرِ رکاب تو دے

نشے میں ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجھکو دینے ہیں بوسے بلا حساب تو دے

جواب نامہ نہیں گر تو رکھ دے نامۂ یار
جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہل ہمت کا
نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے

خنک دلوں کی اگر مشت خاک دوزخ میں
پڑے تو واقعی اکبار آگ داب تو دے

پہونچ رہو نگا سر منزل فنا اے ذوق
مثال نقش قدم کرنے پا تراب تو دے

الہی چشم کے چشمہ کو اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جون حباب تو دے

دل برشتہ کو میرے نہ چھوڑ اے میخوار
جو لذت اسمین ہے ایسا مزا شراب تو دے

کہان بجھی ہے تہ خاک میری آتش دل
کبھو ہوا سے ہلا دامن سحاب تو دے

تمھارے مطلع ابرو پہ خال کہتا ہے
کہ ایسا نقطہ کوئی وقت انتخاب تو دے

در قبول ہے دربان نہ بند کر در یار
دعاے خیر ذرا ہونے مستجاب تو دے

شہید کرنا ہے قاتل تو پھر ہے جلدی کیا
ذرا ٹھہرنے تہ تیغ اضطراب تو دے

زبان خنجر قاتل نے کیا کہا تجھ سے
دل شہید تو چپ کیون ہے کچھ جواب تو دے

کرے گا قتل وہ اے ذوق تجکو سر سے
نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے

کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے
حورون پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے

دل صاف ہو تو چاہیے معنی پرست ہو
آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے

درویش ہے وہی جو ریاضت مین چست ہو
تارک نہین فقیر بھی راحت پرست ہے

جز زلف سوجھتا نہین اے مرغ دل تجھے
خفاش تو نہین ہے کہ ظلمت پرست ہے

دولت کی رکھ نہ مار سر گنج سے امید
سوزی وہ دیکھا کیا کہ جو دولت پرست ہے

عنقا نے گم کیا ہے نشان نام کے لیے
گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے

یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست
کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

زخمِ دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے ۔ مشک گر مہنگا ہے تو کیا خون کا بھی کال ہے

قبر میں عاشق جو تیرا مضطرب احوال ہے ۔ لوحِ تربت پر بھی لکھا سورۂ زلزال ہے

عشق کو گر امتحاں پر میرے قصدِ فال ہے ۔ جوشِ داغِ دل ہجومِ نقطۂ رمال ہے

اب تو جانِ ناتواں کا ضعف سے یہ حال ہے ۔ لب تلک بھی اسکو آنا راہِ صد سال ہے

ہے جانا تھا کفِ پا میں تمھارے خال ہے ۔ لیکن اب دیکھا سویدائے دلِ پامال ہے

ابر برسوں رو چکا پر سوزِ غم سے اب تلک ۔ خاک میرے ڈھیر کی اڑتے میں جیسے لال ہے

میرے دودِ آہ سے یا تنگ زمانہ ہے سیاہ ۔ آفتابِ آسماں زنگی کے منھ کا خال ہے

پوچھتے کیا ہو شکستِ دل کی صورت دیکھ لو ۔ نامہ ہے چیں بر جبیں قاصد شکستہ حال ہے

میں وہ مجنوں ہوں کہ میرا کاغذِ تصویر بھی ۔ مثلِ عیدی باعثِ خوشنودیِ اطفال ہے

بارِ عشق اس بت کا سر پر رکھ لیا جو ہو سو ہو ۔ اب کسے پروا ہے سو من ہے کہ اک مثقال ہے

جب سے ہے دل میں کسی کی نوکِ مژگاں کا خیال ۔ نشترِ زنبور ہے تن پر مرے جو بال ہے

غم نہیں صیاد کو ورنہ مری فریاد سے ۔ ہے قفس تو سینہ چاک اور دل مشبک جال ہے

جوشِ گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا ۔ چادرِ آبِ رواں منھ پر مرے رومال ہے

دل پہ ہوں گر داغِ سوزانِ عشق میں سے کوہکن ۔ پھر تو خسرو کا بھی گنجِ سوختہ کیا مال ہے

کھاؤں میں ہیرا جو اس بن کیونکہ دل ٹکڑے نہ ہو ۔ جو رگِ یا ہے وہ مجکو شیر کا سا بال ہے

ہیں جہاں مدفن تمھارے کشتگانِ زلف کے ۔ نخل کی جا بیدِ مجنوں ہے وہاں یا جال ہے

شوخ قاتل کو مرے کیا چاہیے ہے رنگِ پان ۔ خونِ اعجازِ مسیحا سے لب اسکا لال ہے

خندہ توں سے کس کی دل خوں تھا کہ میری خاک میں ۔ نوکِ برگِ سبزہ جوں منقارِ طوطی لال ہے

اسکی ٹھوکر کا ہوں دیوانہ کہ جسکے پانوں میں ۔ گردشِ رنگِ پری سے حلقۂ خلخال ہے

آئے وہ شاید عیادت کو کہ باصد ضعفِ حال ۔ آ لگی مژگاں پہ نظر بھی بہرِ استقبال ہے

وادیِ وحشت میں بھی جا کر نہ اپنا دل کھلا ۔ پنجۂ مژگانِ آہو شیر کا چنگال ہے

دل مین شکل یار کب آئے نظر بے اضطراب
دیکھ لو سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے

بسکہ ہے نور وزا اپنا آفتاب بادہ سے
دورِ ساغر ہم کو ساقی گردشِ یکسال ہے

کھل گیا مضمون شکستہ دل کا بن خط کے پڑھے
نامہ بر کا اسقدر اپنے شکستہ حال ہے

ہے اسیرانِ محبت کی بلا سینے مین آگ
شعلۂ جوالہ سان طوقِ گلو تک لال ہے

ہوتے ہین اعضاے بوسیدہ مرے تن سے جدا
کھینچی تصویرِ مجنون کی ترے اشکال ہے

روزِ محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہیین
گو یہی اے ذوق طول نامۂ اعمال ہے

موے سرِ ماران سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے
مانگ جو ہے جو اک مارِ سفید اُس لشکر کا سر لشکر ہے

آبلہ ہاے سینہ جو خیمے سے دکھلائی دیتے ہین
مزرعۂ دل پر میرے گرتا غم کا آکر لشکر ہے

ہو وے دلِ مظلوم ہمارا کیون نہ شہید دشت بلا
دریپے اُسکے شاہیون کا وہ زلفِ عنبر لشکر ہے

موذی زحمت کش کو ایذا کیونکہ نہ دیوین جمیع ضعیف
دشمنِ مارِ زخم رسیدہ مور کا اکثر لشکر ہے

کعبۂ تو بہ خدا ہی رکھے آج کہ جوشِ ابر نہین
ایک اصحابِ فیل کا سایہ دوش ہوا پر لشکر ہے

مین وہ شاہِ کشورِ غم ہون یار و جسکے ساتھ سدا
جوشِ اشک کی دولت سے جون موج سمندر لشکر ہے

گاہ ہجوم یاس مین ہے دل گاہ ہجومِ حسرت مین
سے ہے یہ مرد سپاہی پیشہ پھرتا لشکر لشکر ہے

خال چشم جانان کا مژگان سے تجمل دیکھو تو
اُترا پشت ماہی پہ کیا لے کے سکندر لشکر ہے

ہوئے امام برحق پیدا ذوق اگر تو دیکھے ابھی
ہوتا گروہ اسلامیوں کا جوں سبحۂ گوہر لشکر ہے

میری خاکستر اڑی تھی جس سے گردون سب بنے
اُسمین کچھ اخگر جو باقی تھے سو وہ کوکب بنے

دل کو رکھدوں اُس دمِ شمشیر پر گر ڈھب بنے
تا یہ قربانی صراط عشق پر مرکب بنے

خال سے خورشید رو رخ پر تمھارے جب بنے
تیرہ بختان محبت سوختہ کوکب بنے

عشق تعلیم نیاز و ناز یک جان کیونکہ ہو
گر نہ مجنون آن کر لیلی کا ہم مکتب بنے

جو ہوں عقدے کبھی جوں غنچۂ تصویر وا
وائے قسمت وہ ہمارے عقدۂ مطلب بنے

ہے سیہ کاری سے نامہ یاں تلک اپنا سیاہ
روز محشر پر پڑے گر سایہ اُسکا شب بنے

سرمۂ چشم کواکب کیا نے ہے دود آہ
ایسا کاجل بن کہ جس سے اُسکا خال لب بنے

صحبت عاقل سے بنائے خر کو انسان کس طرح
تربیت سے واقعی نا اہل دانا کب بنے

سوزیوں کو حق نہ دے آنکھیں تو دیں بلا | عین حکمت تھی کہ سد وم البصر عقرب بنے

عشق ہے اے ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے
شیخ صنعان سا مسلمان رند بد مشرب بنے

کچھ نہین چاہئیے تجہیز کا اسباب مجھے
اُسنے مارا رخ روشن کی دکھا تاب مجھے
کل جہان سے کہ اُٹھا لائے تھے احباب مجھے
چمن دہر مین جون سبزۂ شمشیر ہون مین
مین وہ مجنون ہون کہ مجنون بھی ہمیشہ خط مین
جو مرے واقف جوہر ہین وہ رکھتے ہین عزیز
کنج تنہائی مین دیتا ہون دلاسے کیا کیا
مین نہ تڑپا جو دم ذبح تو باعث یہ تھا ق
ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہوسوا

عشق نے کشتہ کیا صورت سیماب مجھے
چاہتے بہر کفن چادر مہتاب مجھے
لیچلا آج وہین پھر دل بیتاب مجھے
آب کے جائے دیا کرتی ہے زہراب مجھے
قبلہ و کعبہ لکھا کرتا تھا القاب مجھے
تیرہ بختی مین بھی جون تیغ سیہ تاب مجھے
دل بیتاب کو مین اور دل بیتاب مجھے
کہ رہا مد نظر عشق کا آداب مجھے
لیوے اس طرح سے زانو کے تلے داب مجھے

ہو گیا جلوۂ انجم مری آنکھون مین نمک
کیونکہ آئے شب ہجران مین کہو خواب مجھے

لیتے ہی دل جو عاشق دلسوز کا چلے
تم چشم سرمہ گین کو جو اپنی دکھا چلے
دیوانہ آکے اور بھی دل کو بنا چلے
ہے لطف سیر باغ جہان خاک اُڑا چلے
غیرون کے ساتھ چھوڑکے تم نقش پا چلے
دکھلاکے مجکو نرگس بیمار کیا چلے
اے غم مجھے تمام شب ہجر مین نہ کھا
بل بے غرور حسن زمین پر نہ رکھے پانون

تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
بیٹھے بٹھائے خاک مین ہمکو ملا چلے
اک دم تو ٹھہرو اور کہ کیا آئے کیا چلے
شوق وصال دلمین لیئے یار کا چلے
کیا خوب پھول گور پہ میری چڑھا چلے
آوارہ مثل آہوے صحرا بنا چلے
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے
مانند آفتاب وہ بے نقش پا چلے

کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم — آئے تھے سر پہ خاک اُڑاتے اُڑا سے چلے
افسوس ہے کہ سایۂ مرغ ہوا کی طرح — ہم جسکے ساتھ ساتھ چلے وہ جدا سے چلے
قاتل جو تیرے دلمین رُکاوٹ نہو تو کیون — رُک رُک کے میرے حلق پہ خنجر ترا سے چلے
ہے گل کا دل تو سنبل پیچان کے دام مین — کیا اُڑکے تجھ سے طائر نکہت بھلا سے چلے
ہوکر سوار توسن عمر رواں پہ آہ — ہم اس سرائے دہر مین کیا آئے کیا چلے
لبریز ہوگیا مرا ساتی کہ جام عمر — تم وقت نزع ہوکے جو مجھسے خفا سے چلے
سلجھائین زلفین کیا اب یہ آپ نے — ہر موج مثل مار سیہ تم بنا سے چلے
دنیا مین جب سے آئے رہا عشق گلرخان — ہم اس جہانمین مثل صبا خاک اُڑا سے چلے
قاتل سے وصل کیا ہے کہ جابر ہوا اپنا ہوش — گر اُڑکے مثل طائر رنگ حنا سے چلے
فکر قناعت اُن کو میسر ہوئی کہان — دنیا سے دلمین لیکے جو حرص و ہوا سے چلے
آلودہ سرمہ سے نہ ہوئی چشم مین نگاہ — دیکھا جہان سے صاف ہی اہل صفا سے چلے
کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب — یان جان ہی بدن مین نہین نبض کیا سے چلے
لیجائین تیرے کشتہ کو جنت مین بھی اگر — پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا سے چلے
اُس روے آتشین کی تصور مین یاد نیف — ہے کیا غضب کہ آگ لگے اور ہوا سے چلے

اے ذوق ہے غضب نگہ یار الحفیظ
وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیر قضا سے چلے

پاک رکھ اپنا دہان ذکر خدائے پاک سے — کم نہین ہرگز زبان منہ مین ترے مسواک سے
جب ہی تیر حوادث کی کمان افلاک سے — خاک کا تودہ بنا انسان کی مشت خاک سے
جس طرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغ اسیر — جھانکتا ہے دل تجھے یون سینۂ صدچاک سے
تیرے صید نیمجان کی جان نکلے کس طرح — ہے تو وابستہ ہے تیرے دامن فتراک سے
بیٹھا دوزخ مین بہارین خلد کی دیکھا کرے — وان کی آتش ہو جو آگے روئے آتشناک سے

آفتاب حشر ہے یارب کہ نکلا گرم گرم
اشک خونیں دل بلبلوں کے دیدہ نمناک سے

چشم کو بے پردہ ہو کس طرح نظارہ عیب
کرتا وہ پردہ نشیں پردہ تو ہے ادراک سے

بیت ساقی نامہ کی لکھو کوئی جاے دعا
مے پرستوں کے کفن پر کلاب میوہ تاک سے

عیب ذاتی کو چھپا سکیگا نہ حسن عارضی
زیب بد اندام کو ہو ذوق کیا پوشاک سے

الگ تا ہو وے کچھ کھچکر مرا تار دامن سے
نہ دامن جا رہے چھوٹے نہ چھوٹے خار دامن سے

خبر لوں جیب کی یا میں رہوں ہشیار دامن سے
جنوں الجھے ہیں باہم جیب اور ہمار دامن سے

لگے ہے اس تمنا میں مرے ہر تار دامن سے
گریباں تار میں گر ہو عطا اک تار دامن سے

لگے اُس شعلہ خو سے کون مجھ سا زار دامن سے
اُلجھ سکتا ہے کوئی برق کے بھی خار دامن سے

گرے گرد ھوتے دیکھو تو جدا ہر تار دامن سے
[illegible] ہوں مرا پر تیر سے خونخوار دامن سے

کیا تو نے کنارہ شب اور ہاتھوں کی [illegible]
گریباں ہمکنار آکر ہوا ہے یار دامن سے

تمھارے جلوۂ رخ کے جو بسمل تھا کہیں لوٹیں
تو پریاں آکے پوچھیں لے پری رخسار دامن سے

ملک دہر وہ گل کیا کیا جو نا دانستہ لگ جاتے
نہ آکر لے نسیم دامن گلزار دامن سے

ترے جو سجدۂ در سے جبیں مو جائے تو وہ
نہ پوچھیں حور غلمیں کے اے پری رخسار دامن سے

ہوا بے پردہ بھی کب سے تو اسنے یوں کیا پردہ
بنایا درمیاں اک پردۂ دیوار دامن سے

وہی زیبا ہے اُسکے واسطے جو قطع ہے جسکی
نکل سکتا ہے کوئی آستیں کا کار دامن سے

اب انکو شش ہمت میں ہفت دریا لوگ کہتے ہیں
گرے تھے اشک کے قطرے مرے دو چار دامن سے

پھروں کھینچے ہوئے کوسوں میں اپنے زور وحشت سے
اگر بندھ جائے میرے دامن کہسار دامن سے

جلیں گے آتش رنگ حنائی پاے گلرو کتنے
ہلا پنکھا جو وقت گرمی رفتار دامن سے

دکھائے صدمہ زنجیر نے یہ پاؤں مجنوں کے
کہ اک صدمہ سا پہنچے ہے دم رفتار دامن سے

ہنوز اصلا نہیں ہر مایۂ ہمت کہ دریا نے
گرہ دیکھا نہ باندھا گوہر شہوار دامن سے

عزیزی بھی نہیں دیتے خلش گر کو ہیں آرائش
کہ صحرا پونچھتا ہے کب سنانِ خار دامن سے

سرایت کچھ جو خون کوہ کن کر جائے پتھر میں
نکالے لعل ہے پتھر کی جا کہسار دامن سے

فرشتے تیرے دامن کو بنائیں جانماز اپنی
اگر وہ جو ڈالے تو داغ ستنے پندار دامن سے

مرے پاؤں کے چھالے اٹھے ہوں کیا کیا شکستہ دل
جو کوئی ٹوٹ جاتا ہے اُلجھ کر خار دامن سے

مرا آنسو ہے وہ زہر آب پیلا ہو بدن سارا
خدا ناخواستہ لگ جائے است غمخوار دامن سے

ترے مجنوں کو ہے وہ جامۂ عریاں تنی زیبا
کہ جسکو آستیں سے ننگ ہے اور عار دامن سے

جدا گر سر ہو تن سے اور جدا ہوں ہاتھ شانوں سے
جدا ہو پر نہ ہاتھ اپنا ترے اے یار دامن سے

ترا مجنوں زرا اتنا گراں جان ہے نہ اٹھنے دے
لپٹ جائے اگر صرصر کے مثلِ خار دامن سے

یہ تجھ بن اشکباری ہے کہ آنسو پونچھتا ہوں میں
کبھی تو آستیں سے اور کبھی اے یار دامن سے

کہاں ہے سو سیمِ طفلی کہ ہم دامن سوار ہوں میں
کیا کرتے تھے کار توسن رہوار دامن سے

مرا دہ گریۂ غم خندۂ عشرت سے بہتر ہو
اگر آنسو مرے پونچھے وہ گل رخسار دامن سے

میں وہ آلودہ دامن ہوں بنائیں تار سبحہ کا
فرشتے پاکدامن لیکے میرے تار دامن سے

یہ صیدِ ناتواں مثلِ پرِ اُفتادہ اُڑ جائے
لگائے گر نسیم دامن گلزار دامن سے

ہوا پنکھے کی خواب آور ہے کیا ایک جنبش میں
کرے سو فتنۂ خوابیدہ وہ بیدار دامن سے

نگاہ بوالہوس آندھی ہے تیری خاک اُڑانے کو
چھپائے تو چراغِ شعلۂ رخسار دامن سے

نہو دے دل جلوں کی ذوق ہمسایوں سے دلداری
کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رخسار دامن سے

ہوں یہ لاغر جھک کے قامت ایک خس کے بوجھ سے
جوں گیا وہ لچکے ہے پائے مگس کے بوجھ سے

تھا قدِ رعنا بھی پُر اب ہوس کے بوجھ سے
جھلاتا سا ہے شعلہ اک نفس کے بوجھ سے

بدنصیبی سے مری اُس بام پر ٹوٹی کمند
ورنہ مین کیا وہ نہ ٹوٹے مجھ سے دس کے بوجھ سے

ہو اسیری مین گران خاطر ہون مین جاتا ہے ٹوٹ
آہنی قلاب بھی میرے قفس کے بوجھ سے

زندہ تو ڈوبے ہے اور تیرے ہے مردہ آب مین
بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

باندھ دے ناقہ کی گردن مین دلِ نالان قیس
بوجھ اُس کا کم ہے اے لیلی جرس کے بوجھ سے

نکلے دنیا سے کہان احمق اُٹھا کر بارِ حرص
رہ گیا یہ تو گدھا دلدل مین پھنس کے بوجھ سے

شاخِ گل کیا مال ہے گر ہم گران جانی پہ آ ئین
توڑ دے لوہے کے حلقے کو قفس کے بوجھ سے

مت لگا اے عشق دل کے آبلہ پر نقشِ غم
ٹوٹ جائیگا یہ گنبد اس کلس کے بوجھ سے

سر جھکاتے ہین وہ آزاد اپنا کب مانند سرو
ہے سبکباری جنھین بارِ ہوس کے بوجھ سے

اپنے دامن مین نہ لے میرے گل لختِ جگر
جی دھڑکتا ہے کہین چولی نہ مسکے بوجھ سے

کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہ غم اُٹھا
یہ نہین اے ذوق دبتا ایسے دس کے بوجھ سے

فریاد ستم کش ہے وہ شمشیر کہ جس کا ۔ جھٹکا نہ رکے وار فلک کی بھی سپر سے

اشکوں میں بہے جاتے ہیں ہم سوئے در یار ۔ مقصود رہ کعبہ ہے دریا کے سفر سے

اُف گرمی وحشت کہ مری ٹھوکروں ہی میں ۔ پتھر ہیں پہاڑوں کے اڑے جاتے شرر سے

کچھ رحمت باری سے نہیں دور کہ ساقی ۔ رد ہوں جو درا مست تو مے ابر سے برسے

گشتہ ہوں میں کس چشم سیہ مست کا یارب ۔ ٹپکے ہے جو مستی مرے تربت کے شجر سے

کھلتا نہیں دل بند ہی رہتا ہے ہمیشہ ۔ کیا جانے کہ آجائے ہے تو اُس میں کدھر سے

نالوں کے اثر سے مرے پھوڑا سا ہے پکتا ۔ کیوں ریم سدا نکلے نہ آہن کے جگر سے

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے ۔ انسان وہ کیا جو دل دلبر میں گھر کرے

تیر اُس نگہ کا گر دل مضطر میں گھر کرے ۔ ناسور عشق زخم کے بھیتر میں گھر کرے

چشم سیہ تمہاری نظر بھر کے دیکھے جب ۔ لالہ میں داغ دست گل عنبر میں گھر کرے

پتلی سیاہ دیکھیو اُس چشم مست کی ۔ بھونرا عجب ہے یوں گل عنبر میں گھر کرے

یوں میرے دلمیں چھپتی ہے دنداں کی انکے تاب ۔ ہیرے کی جوں کنی کوئی گوہر میں گھر کرے

بلبل کا آشیانہ ہے گلشن میں کیا عجب ۔ اُس رخ پہ دل جو زلف معنبر میں گھر کرے

دکھلائے جوش گریہ اگر میری چشم تر ۔ ہر دم کے غرق سیکڑوں پل بھر میں گھر کرے

گنبد میں گرد باد کے مجنوں نے گھر کیا ۔ سرگشتہ ایسا کون کہ چکر میں گھر کرے

گلگشت چمن نہیں کہ کبھی صبح شام آئے ۔ دل ہو کہ اُسکی زلف معنبر میں گھر کرے

آنکھ اپنی اُسکے لب پہ عجب گھر پکڑ گئی ۔ جوں عنکبوت برگ گل تر میں گھر کرے

قاتل مرے لہو کو ستابی سے دھو کہیں ۔ جوں مورچہ نہ یہ ترے خنجر میں گھر کرے

ورنہ نگہ تو آنکھوں میں گھر کرتے ہیں ذوق ۔ دل جسکا گم ہوا کہو کس گھر میں گھر کرے

آتا نہین سہ طلعت کیا دیر لگائی ہے
کھینچ اے کشش الفت کیا دیر لگائی ہے

قاتل تو کب آتا ہے پر پیکِ اجل نے بھی
یان آنے مین یا قسمت کیا دیر لگائی ہے

آنکھون مین ہے دم تیرے بیمارِ محبت کا
دکھلا دے کہین صورت کیا دیر لگائی ہے

آنا بھی کہین تیرا آنا ہے قیامت کا
اے دلبر خوش قامت کیا دیر لگائی ہے

پروانہ سے کہتی ہے یہ شمع کہین جل چک
ہے تجھ مین اگر جرات کیا دیر لگائی ہے

کس فکر مین ہے ساقی دے بادہ جو ہے باقی
تھوڑی ہے یہان فرصت کیا دیر لگائی ہے

ہے تیغ بکف قاتل تم مرنے پہ جان بازو
باندھو کمر ہمت کیا دیر لگائی ہے

گر قتل ہی کرنا ہے قاتل کہین جلدی ہو
لاحول ولا قوت کیا دیر لگائی ہے

یان وعدہ بھی آپہونچا تو اب تلک آتا ہے
اللہ رے تری غفلت کیا دیر لگائی ہے

لے بادہ گلستان مین پیتے ہین لہو میکش
ساقی نے دمِ عشرت کیا دیر لگائی ہے

دے پھونک کہین دلکو مدت سے سلگتا ہے
اے سوزِ غمِ فرقت کیا دیر لگائی ہے

بالین پہ کہا میری ہنگامۂ محشر نے
لو اٹھو کہین حضرت کیا دیر لگائی ہے

اُسکے لبِ خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ
تو اے دلِ پر حسرت کیا دیر لگائی ہے

اے ذوق شہید اُسکو کرتے ہین کئی عاشق
کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

خوب روکا شکایتون سے مجھے
تو نے مارا عنایتون سے مجھے

کہتے کیا کیا ہین دیکھ تو اغیار
یار تیری حمایتون سے مجھے

یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھے
خط وہ کن کن کنایتون سے مجھے

واجب القتل اُسنے ٹھہرایا
آیتون سے روایتون سے مجھے

سمجھے ہے واجب الرعایت ذوق
دشمنون کی رعایتون سے مجھے

کر نہ گریہ مین تو کمی اے چشم
شوق کم ہے کفایتون سے مجھے

حال عہدِ وفا کہون تو کہین ۔ لگی گریہ نے جلا یا دل
نہین شوق ان حکایتون سے مجھے ۔ ہوا نقصان کفایتون سے مجھے

لے گئی عشق کی ہدایت ذوق
اس مری سب نہایتون سے مجھے

الٰہی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
کہ اُسکے کوچے مین آج شورِ بایِّ ذنبٍ قُتلتی ہے

غم جدائی مین تیرے ظالم کہو نہین کیا مجھپہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دل خراشی ہے جانکنی ہے

زمین پہ نورِ قمر کے گرنے سے صاف اظہار روشنی ہے
کہ جو ہین روشن ضمیر اُن کو فروغ اُنکی فروتنی ہے

بشر جو اس تیرہ خاکدان مین پڑا یہ اُسکی فروتنی ہے
وگرنہ قندیل عرش مین بھی اُسی کے جلوہ کی روشنی ہے

ہوئے ہین تر گریۂ ندامت سے اسقدر آستین و دامن
کہ میری تردامنی کے آگے عرق عرق پاکدامنی ہے

ہوئے ہین اس اپنی سادگی سے ہم آشنا جنگ و آشتی سے
اگر نہو یہ تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

لگا نہ اُس بتکدے مین تو دل جو ٹوٹتا ہے تو ٹوٹ کر دل
کہ کیسا ہی کوئی خوش شمائل صنم ہو آخر شکستنی ہے

نہین ہے قانع کو خواہش زر وہ مفلسی مین بھی ہے تونگر
جہان مین مانند کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلمان جدا ہر اک کی ہے راہ ایمان ۔ جو اسکے نزدیک ہے بہتری وہ اسکے نزدیک [illegible]

کرتے یہ اشک و آہ ہین تکلیف کیون عبث
ہوجاتا راز دل جو نگاہون مین فاش ہے

دنبالے پر جو سرمہ کے دانہ ہے خال کا
گویا کہ دست چشم فسونگر مین ماش ہے

کیا شاد کو خفیف کرے ہے زبان خلق
شاباش جسکو کہتے ہین وہ شاد باش ہے

اُٹھے جہان ہی سے جو بستر سے وہ اُٹھے
تیرا مریض عشق جو صاحب فراش ہے

برندہ ایک تیغ محرف سے بھی سوا
اس کج ادا نے اور نکالی تراش ہے

مسکن پذیر آج سے دل مین نہین ہے غم
روز ازل سے اُسکی یہی بود و باش ہے

اے ذوق جانتا ہے وہ ہمدرد میرا درد
دل جسکا پارہ پارہ جگر پاش پاش ہے

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی
رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

بیٹھے بھرے ہوئے ہین خم مے کی طرح ہم
پر کیا کرین کہ مُہر ہے مُنھ پر لگی ہوئی

چاٹے بغیر خون کوئی رہتی ہے تیری تیغ
ہے یہ تو اُسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی

میت کو غسل دیجیو نہ اُس خاکسار کی
ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی

عیسے بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا
خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

نکلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژہ کی نوک
ہے پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی

کرتی ہے زیر برقع فانوس تاک جھانک
پروانہ سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزارہا
گذری ہے اُسکی راہ گذر پر لگی ہوئی

گل مہندی کیون نہ باغ مین ہو پائمال رشک
پانون مین تیرے دیکھ حنا گر لگی ہوئی

یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مُہر
آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی

منہ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا
ہے دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منہ لگا
چھٹتی نہین ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

تجکو کچھ یاد بھی ہین پہلے وہ الفت کے مزے
مزہ ہونے لگے لطف اور شکایت کے مزے

بے محبت نہین اے ذوق شکایت سے مزے
یہ شکایت نہین [illegible] محبت کے مزے

کھائے کوچے مین ترے آکے جو سنگ طفلان
آئے مجنون کو تب [illegible] جنت کے مزے

لگتی مرچین سی کیا جون کو ہین کیا کیا سنکر
دل پہ [illegible] سے [illegible] کے مزے

صرف ہر زخم جگر تا ہو حسد کان نمک
تو ہین کیا عشق مین اُس کان ملاحت کے مزے

مکتب عشق مین ہو کاش سیاغ ہی سہی
کہ اٹھائین ترے سر باز [illegible] کے مزے

دیکھکر اُسکو گیا عالم حیرت مین تو مین
ایک مین کیا سون اُس عالم حیرت کے مزے

سجدے مین پائے خم مے سے یہ کس لطف سے ہے
یون عبادت ہو تو پا جائین عبادت کے مزے

غنچہ خندان ہو نہ کیون کرکے زر اپنا برباد
کہ اٹھاتے ہی مین دولت کے ہی [illegible] کے مزے

جان شیرین بھی گئی اور نہ ملی شیرین بھی
پوچھو فرہاد سے اس تلخی حسرت کے مزے

ابر و باران سے کے نہ کیون لطف اُٹھائین میخوار
کہ اڑاتے ہین گنہگار ہی رحمت کے مزے

ہے نمک پاش جو ہنس ہنس کے وہ لعل نمکین
لے رہا ہے دل مجروح جراحت کے مزے

کچھ جتاؤ جو محبت تو یہی ہے کہ سب تجھے
دیکھ تو کیسے چکھاتا ہون محبت کے مزے

ذائقہ چاشنی عشق کا کامل ہو تو دین
شادی وصل کی لذت غم فرقت کے مزے

نہین جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا مین
پر مزیدار بنا دیتے ہین غفلت کے مزے

خنجر ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو
چاٹتا ہو نچھ سے لے لے کے جراحت کے مزے

بے مزاجی کو کرین لاکھ ترے ظلم و ستم
جھوٹنے کے نہین پہلی وہ عنایت کے مزے

پھر پھٹا زخم کا انگور مبارک اے ذوق
دل زخمی کو ترے بادہ عشرت کے مزے

اول ہی سے بشر کو ہے نخوت خلاف سے
لیتا تھا کام منہ کا شکم مین جو ناف سے

اب وہ گذرتے ہین سر لاف و گزاف سے
جنگی کر آشنا ہے زبان لام و کاف سے

چل سکیے ہین شیخ بسر کرکے صیام — مسجد مین تنگ بیٹھا ہے کیون اعتکاف سے
نالون سے دی چڑھا جو تپ لرزہ مہر کو — کھولی نہ آنکھ ابر سیہ کے لحاف سے
پھینکے ہے ایک جنبش مژگان مین وہ پری — اس اپنے ناتوان کو پرے کوہ قاف سے
ہے جوہر کمال یہ ننگا اگر فقیر — ہے تیغ تیز ننگ سے اُسکو غلاف سے
گذری ہے مشق سینہ شگافی مین عمر چرخ — اس کلک تیر نالہ گردون شگاف سے
گردش سے اُسکی چشم کی کیون پھیر دلکے گرد — کافر کو کام کعبے کے ہے کیا طواف سے
لڑتے ہین گر نصیب سے گاہے فلک سے ہم — فرقت کی رات کم نہین رزم مصاف سے
طوف سیاہ خیمہ لیلیٰ ہوا نصیب — مجنون سمجھیو کعبہ کے بہتر طواف سے
جون تیغ خوش غلاف نگہ تیری اے پری — ہے دمبدم نکل کے جھمکتی غلاف سے
لکھتا ہے شیخ مسئلہ وحدت وجود — لیکن دوئی عیان ہے قلم کے شگاف سے

گلہاے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے
اُن کا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے
چاہین گر چارہ محبت کا جراحت والے
ہین الماس و نمک سنگ جراحت والے
گئے جنت مین اگر سوز محبت والے
تو یہ جانو رہے دوزخ مین یہ جنت والے
ساقیا ہون جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اُٹھین نہ ترے متوالے
رہے جون شیشہ و ساغر وہ مکدر دونون + کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہیں دوا یہ لب جاں بخش ترے
جاں بلب ہیں ترے آزار محبت والے

حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بقدر وسعت
تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

ہائے رے حسرت دیدار مری ہائے کو بھی
لکھتے ہیں ہائے دو چشمی سے کتابت والے

نہیں جز شمع مجاور مری بالین مزار
نہیں جز کثرت پروانہ زیارت والے

نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش
دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشا ہے کہ مثل سر نوابینا فروغ
جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہوں میں مجھ سے ہے دل کچھ کہتا
دونوں اک حال میں ہیں رنج و مصیبت والے

بے نصیبوں کے نصیبوں میں کہاں یار کا وصل
انکی قسمت میں ہے جو لوگ ہیں قسمت والے

تو جو آجائے تو ہے درد محبت کی دوا
ہیں یہ ہمدرد ہوں بیدرد نصیحت والے

چھوڑ دیتے ہیں قلم جوں قلم آتش پارا
میری شرح تپش دل کی کتابت والے

کبھی افسوس سے آتا کبھی رونا آتا
دل بیمار کے ہیں وہی عیادت والے

تو مرے حال سے غافل ہے برائے غفلت کیش
تیرے انداز تغافل نہیں غفلت والے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اُسنے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

کیا غمزہ ترا برسرِ بیداد غضب ہے
جلاد فلک سے بھی یہ جلاد غضب ہے

جو ہے ستم و کینہ و بیداد غضب ہے
سرتا بقدم وہ ستم ایجاد غضب ہے

ناز آفت و چشم ستم ایجاد غضب ہے
شاگرد بھی ہے قہر جو اُستاد غضب ہے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہے
فریاد نہ کر دیکھ یہ صیّاد غضب ہے

نکلے ہے سدا کوہ سے ہم آتش و ہم آب
کیا سوز و گدازِ دلِ فرہاد غضب ہے

خاکستر پروانہ پہ روتی ہے سدا شمع
ہو خاک جگر سوختہ برباد غضب ہے

ہم چاہتے ہی تم کو گرے سب کی نظر سے
پہلے ہی سے اس چاہ کی افتاد غضب ہے

کیون غنچہ پریشان ہو نہ ہوتے ہی شگفتہ
اس باغ مین ہونا ہی دلِ شاد غضب ہے

اُس بت کا سمجھ حسنِ خداداد نہ اسکو
یہ تجھ پہ خدا کا دلِ ناشاد غضب ہے

ہوتا ہے سپند ایک ہی آواز مین آخر
کیا سوختہ جانون کی بھی فریاد غضب ہے

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی
دنیا مین گرانباری اولاد غضب ہے

اے شوخ تری چشمِ غضبناک کے ہوتے
ہم چاہین قضا سے اگر امداد غضب ہے

اللہ کرے خیر مرے شیشۂ دل کی
پھر آج وہ مست ہیئے بیداد غضب ہے

بھولا نہ مجھے قتل گہِ عام مین قاتل
اللہ رے ترا حافظہ کیا یاد غضب ہے

اخوانِ شیاطین ہین یہ مستِ مے پندار
کیا حضرت آدمؑ کی بھی اولاد غضب ہے

مرتے نہیں حورون پہ تری طرح سے واعظ
ہم جیسے ہین عاشق وہ پریزاد غضب ہے

انجم سے رخِ چرخ پہ بوندین ہین عرق کی
عاشق کی ترے گرمیِ فریاد غضب ہے

ہلال کو دیکھیں کیوں فلک پہ اگر ہے منظور عید ہمکو
تو اُسکی تیغ ستم کے دل میں لب جراحت نہ دیکھ لینگے

بہار باران کو کون دیکھے نصیب یاران ہے تیر باران
ہم اُسکے بدلے سر سنگ مژگان کی اپنی شدت دیکھ لینگے

اگرچہ میں مر بھی جاؤنگا تو کہیں گے اُسے بسینا دم جیرا تا
وہ جب تلک اپنے آستانے پہ میری تربت نہ دیکھ لینگے

مجھے یقین ہے نہیں دکھائیں گے اپنے رخسار لالہ گون کو
روان مری چشم تر سے جب تک وہ خون حسرت نہ دیکھ لینگے

یہ لوگ تا واقف محبت نہوں گے واقف تپ دروں سے
کہ جب تلک مثل برق رگ رگ میں میرے سرعت نہ دیکھ لینگے

خط اسکو دے بھی دیا جو قاصد نے ذوق دیگر کسیکا دھوکا
وہ خط نہ پہچان لینگے میرا مری عبارت نہ دیکھ لینگے

کیا یہ نظر تمکو ہے یاروں سے تو کہیئے
گر منھ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہیئے

حال دل بیتاب کہا جائے تو ہم سے
گر کہیئے نہ لاکھوں سے ہزاروں سے تو کہیئے

کیا کہتے ہو آئیں گے سر خاک شہیدان
کچھ فتنے اُٹھاتے ہو مزاروں سے تو کہیئے

ہم قُم نہ کہیں حضرت عیسیٰ اگر اُن سے
کہیئے یہ تم عشق کے ماروں سے تو کہیئے

کچھ سوز دل اپنا کسی دلسوز کے آگے
فرصت ہو تپ غم کے حراروں سے تو کہیئے

موقوف ہے گر دولت سرکار آن وادا پر
تو کہیئے کچھ ان سرشکاروں سے تو کہیئے

ان دانتوں تلو کیا موتیوں سے کہتے ہو ہمتا
موتی نہیں کچھ مال ستاروں سے تو کہیئے

شانے کا دل چاک پسند آپ کو آیا
کس واسطے یہ سینہ فگاروں سے تو کہیئے

کیا کہیئے نہ تجکو ظرف سے اے ذوق کبھی راز
کہلکر تجسے سننا ہو ہزاروں سے تو کہیئے

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

زال دنیا ہے عجب طرح کی علامۂ دہر
مرد دیندار کو بھی دہریہ کر دیتی ہے

تیرہ بختی مری کرتی ہے پریشان مجھ کو
تہمت اس زلف سیہ فام پہ دھر دیتی ہے

رات بھاری تھی سر شمع پہ سو ہو گذری
کیا ملیا سر پہ سفیدی سحر دیتی ہے

فائدہ دے ترے بیمار کو کیا خاک دوا
اب تو اکسیر بھی دیکھے تو ضرر دیتی ہے

بجھ بھی جاتی ہے جو سوزش اس ستم ظالم کی
کچھ محبت مری اصلاح مگر دیتی ہے

دیتی شربت ہے کسے زہر بھری آنکھ تری
عین احسان ہے وہ زہر بھی گر دیتی ہے

دمبدم زخم پہ اک زخم ہے دم لینے کی
مجکو فرصت ترے کب تیغ نظر دیتی ہے

غنچہ ہنستا ترے آگے ہے جو گستاخی سے
چٹکنا منہ پہ وہیں باد سحر دیتی ہے

شمع بھی کم نہیں کچھ عشق میں پروانہ سے
جان دیتا ہے اگر وہ تو یہ سر دیتی ہے

نخل مژگان سے ہے کیا جانئے کیا چشم ثمر
چشم بالان کی جگہ خون جگر دیتی ہے

کہتے سنتے نہیں کچھ ہم تو شب ہجر میں پر
نالۂ دل کا جواب آہ جگر دیتی ہے

تب دل شمع کی جب کم نہیں ہوتی ناچار
اسکو کافور سپیدی سحر دیتی ہے

کوئی غماز نہیں میری طرف سے اے ذوق
کان اسکے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

عزا تھا ہمکو جو بلبل سے دو بدو کرتے
کہ گل تمہارے بہاروں کی آرزو کرتے

غرض تھی کیا ترے تیروں کو آب پیکاں سے
مگر زیارت دل کیونکہ بے وضو کرتے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہمکو توڑیں گے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

یقین ہے صبح قیامت کو بھی صبوحی کش
اٹھیں گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے

نہ رہتی یوسف کنعان کی خوبی بازار
مقابلہ میں جو ہم تجھ کو رو برو کرتے

چمن میں دیکھتے گلزار آبرو کی بہار — تمہاری یاد بہاری میں آرزو کرتے
سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن اے منصور — کہ چاک پردہ حقیقت کا ہیں رفو کرتے
عجب یہ تھا کہ زمانے کے انقلاب سے ہم — تیمم آب سے اور خاک سے وضو کرتے

سراغ عمر گذشتہ کا ڈھونڈھئے گر ذوق
تمام عمر گذر جائے جستجو کرتے

ناساز ہے جو ہم سے اُسی سے یہ ساز ہے — کیا خوب دل ہے واہ ہمیں جس پہ ناز ہے
اُس سنگ آستان پہ جبین نیاز ہے — وہ اپنی جا نماز ہے اور یہ نماز ہے
دروازہ میکدے کا نہ کر بند محتسب — ظالم خدا سے ڈر کہ در توبہ باز ہے
خانہ خرابیاں دل بیمار غم کی دیکھ — وہ ہی دوا خراب ہے جو خانہ ساز ہے
ڈرتا ہوں اُسکا خنجر نہ بہ جائے ہو کے آب — میرے گلے میں نالۂ آہن گداز ہے
پہونچا ہے شب کمند لگا کر وہاں رقیب — سچ ہے حرامزادے کی رسّی دراز ہے
اُس بت پہ گر خدا بھی ہو عاشق تو آئے رشک — ہر چند جانتا ہوں کہ وہ پاکباز ہے
مدّاح خال روئے بتاں ہوں مجھے خدا — بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے
ہر برگ گل کے لب سے ٹپکتا ہے خون پڑا — گلشن میں کس کی خاک شہیدان ناز ہے

اے ذوق اپنا سب پہ کھلے کیوں نہ راز عشق
ہر نالہ اک کلید در گنج ناز ہے

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے — کہ مے آشام پیاسے ہیں مہینا بھر کے
آشناؤں سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم — تو ڈبو دو انھیں دریا میں سفینا بھر کے
نہیں پروین کہ ہیں حقّہ پروین میں فلک — لائے اُس عارض روشن سے پسینا بھر کے
دل سے آئینہ صفا چاہئے رکھنا اسکا — رنگ سے بھرتا ہے کیوں اس میں تو کینا بھر کے
روز اُس گلشن رخسار سے لیجاتے ہیں گل — اپنے داماں نگہ مردم عینا بھر کے

زخم پرجوش کے مانند چھلکتا ہے مدام | خون حسرت سے لبون تک مرا مینا بھر کے

جام خالی بھی لگا منھ سے نہ کم ظرف کے ساتھ
ذوق کے ساتھ قدح ذوق سے پینا بھر کے

نہیں مژگانِ پرخون خارِ غم بھی دلنشین نکلے | جنون پہ نیشتر کیسے کہین ڈوبے کہین نکلے

عدو نیش زن کے گھر سے مرا مہ جبین نکلے | الٰہی برجِ عقرب سے قمر جلدی کہین نکلے

چھٹے کیا ہم سے شوقِ حسنِ گندم گون کہ گندم پر | ہمارے جد امجد چھوڑ کر خلدِ برین نکلے

ترے انداز سے سو سو طرح کے ناز ہون پیدا | ترے ہر ناز پر سو سو کا دم اے نازنین نکلے

پھرے جا کر نئی دنیا سے بھی گر ڈھونڈھ دنیا مین | تو خالی خاکِ آدم سے نہ چپّا بھر زمین نکلے

خدا دے دوربینی اس چشمِ تصور کو | کہ لاکھون کام اس سے دوربینی کے دوربین نکلے

قلم کی دیکھو گلکاری دمِ تحریرِ حالِ دل | کہ جائے حرف لکھا ہے انارِ آتشین نکلے

زیادہ جان کے جانے سے غم ہے تیرے جانے کا | الٰہی جانے سے پہلے مری جانِ حزین نکلے

نہ غربت مین ہو گر قدر صفا پاکیزہ گوہر کی | تو کیون دریا سے یکتا ہو کے پھر دُرِّ ثمین نکلے

تباہی مین ہے موذی کی حلاوت اہلِ عالم کی | کہ ویران خانۂ زنبور ہو جب انگبین نکلے

ہوئے تم چین برابرو ہو کے بہرِ قتل کے دیکھے | جھپکنے سے تمہارے جوہرِ شمشیرِ کین نکلے

سراپا رو سیاہی گر لکھے ان نامدارون کو | ہوس دل سے نہ انکے نام کی مشقِ نگین نکلے

فلک بھی خانۂ زنبور ہے کثرت سے انجم کی | مگر کیا دخل جز زہراب اس مین انگبین نکلے

دلِ زخمی کی حالت پر دہانِ زخم کیا بولین | زبانِ تیغ سے نکلے تو شاید آفرین نکلے

تصور اُس لبِ شیرین کا آجائے اگر دل مین | تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کے انگبین نکلے

مرے دل مین جو حسرت ہے نکالون کیا کہان کیونکر | نہ وہ اوپر فلک نکلے نہ وہ زیرِ زمین نکلے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جنکی پارسائی کا
وہ سب بارے خدا بابت اپنے نکلے ہمنشین سے نکلے

ہم مفت عدو اپنا کسی کو نہین پاتے
تم پاتے ہو ہمکو تو چھری کو نہین پاتے

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہین پاتے
ہنستے ہین مگر تیری ہنسی کو نہین پاتے

کیون ہمنے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا
کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہین پاتے

وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہین دل مین
لیکن نہین پاتے تو خوشی کو نہین پاتے

لیتے ہین شب وصل مین ہم اُنکے جو بوسے
وہ لب پہ سحر رنگ مسی کو نہین پاتے

ہین ایسا کہین گم ہون کہ یاران عدم بھی
گم ہو کے مری گمشدگی کو نہین پاتے

رکھتے ہین دم شعلہ فشان اژدر دوزخ
لیکن مری آتش نفسی کو نہین پاتے

وہ دن ہین کہان بہتے تھے جو چشم سے چشمے
اب نام کو بھی اُسمین نمی کو نہین پاتے

معلوم نہین اُسکے دہن ہے کہ نہین ہے
اے ذوق ہم اس سر خفی کو نہین پاتے

نبض کلی ہے کہان میری فلاطون چلتی
ہے ضعف ابتو کہ چیونٹی بھی نہین یون چلتی

پہنچے کیونکر جرس ناقۂ لیلی کی صدا
آج آندھی تری قسمت سے ہے مجنون چلتی

کھولدے آنکھین دم ذبح نہ دیکھونگا تجھے
پر چھری ایسی تو گردن پہ مین دیکھون چلتی

جب مین دنیا سے چلا سر پہ یہ بولی حسرت
تو اکیلا نہین ہمرہ ترے مین ہون چلتی

دور کر یارون کو سر سے یہ کہے ہے لیلی
پر نہین کان پہ مجنون کے کبھی جون چلتی

ہین تو ان آنکھونکی گردش کا بلا گردان ہین
کہ نہین تیری بھی جان گردش گردون چلتی

جو طے کرتی ہے ہر دم سفر بحر فنا
جسکو تو سانس کہے ہے دل محزون چلتی

چلتے کو دیکھے ہے ساحل کو سوار کشتی
حقیقت مین ہے کشتی سر جیحون چلتی

ذوق گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے
کہ ہوا باغ جہان مین ہے دگرگون چلتی

مزے یہ دل کے لئے تھے نہ تھے زبان کے لئے
سو ہمنے دلمین مزے سوزش نہان کے لئے

نہیں ثبات بلندی عز و شان کے لئے
کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسمان کے لئے

ہزار لطف میں جو ہر ستم ہیں جان کے لئے
ستم شریک ہوا کون آسمان کے لیے

فروغ عشق سے ہے روشنی بیان کے لئے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکدان کے لئے

دم عروج ہے کیا فکر نردبان کے لئے
کمند آہ تو ہے بام آسمان کے لئے

صبا جو آئے خس و خار خاکدان کے لئے
قفس میں کیون نہ پھڑکے دل آشیان کے لئے

صدا نقش تپش ہے دل تپان کے لئے
ہمیشہ غم یہ ہے غم جان ناتوان کے لئے

نگاہ ناز نے کی دیر ورنہ میں تیار
ہوں کب سے بیٹھا ہوا مرگ ناگہان کے لئے

حجر کے چومتے ہی پر ہے حج کعبہ اگر
تو بوسے ہم نے بھی اس سنگ آستان کے لئے

نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لئے

جو پاس مہر و محبت کہیں یہاں بکتا
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لئے

خلش سے عشق کے ہے خار پیرہن تن زار
ہمیشہ اس ترے مجنون ناتوان کے لئے

تپش سے عشق کے یہ حال ہے مرا گویا
بجائے مغز ہے سیماب استخوان کے لئے

مرے مزار پہ کس طرح سے نہ برسے نور
کہ جان دی ترے روئے عرق فشان کے لئے

الہی کان میں کیا اس صنم نے پھونک دیا
کہ ہاتھ رکھتے ہیں کانوں پہ سب اذان کے لئے

نہیں ہے خانہ بدوشوں کو حاجت سامان
اثاثہ چاہئے کیا خانۂ کمان کے لئے

نہ دل رہا نہ جگر دونوں جلکے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ میں کیا چشم خونفشان کے لئے

نہ لوح گور پہ ستونکے ہو نہ ہو تعویذ
جو ہو تو خشت خم سے کوئی نشان کے لئے

اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس
بہشت ہے ہمیں آرام جاودان کے لئے

وہ مول لیتے ہیں جس دم کوئی نئی تلوار
لگاتے پہلے مجھی پر ہیں امتحان کے لئے

غبار چشم سخن کو ترے سکے نہ ستا سکے
جو لب صاف ہے پر طاقت توان کے لئے

اشتعال شعلہ ہے مرا جب تک کہ دم میں دم
فغان ہے میرے لئے اور میں فغان کے لئے

بلند ہووے اگر میرا کوئی شعلۂ آہ
تو ایک اور ہو خورشید آسمان کے لیئے

چلے ہیں دیر کو مدت میں خانقاہ سے ہم
شکستہ توبہ لیئے ارمغان مغان کے لیئے

وبال دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیئے

بیان درد محبت جو ہو تو کیونکر ہو
زبان دل کے لیئے ہے نہ دل زبان کے لیئے

رہے ہے ہول کہ برہم نہو مزاج کہیں
بجا ہے ہول دل اُنکے مزاجدان کے لیے

اشارہ چشم کا تیری بکایک اے قاتل
ہوا بہانہ مری مرگ ناگہان کے لیئے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کے لیئے

جو دل قمار خانہ میں بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

کیا خط میں مدعا لکھوں اپنا کہ مدعی
پہلے ہی اُنکو میری طرف سے پڑھا چکے

آنا بلا سے انکا قیامت سے کم نہیں
مرتے ہیں انتظار میں اک روز آ چکے

زہر آب بھی ہے بادہ تو کرینگے نوش جان
ساقی پیالہ منہ سے ہم اب تو لگا چکے

اچھا کیا وفا کی عوض تو نے کی جفا
بس اب ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے

یاد آیا پاؤں کے آنیکا وعدہ اُنھیں تو کب
جب رات کو وہ پاؤں میں مہندی لگا چکے

جبتک کہ سر ہے ساتھ ہے یہ سر کے ہو سو ہو
اب ہم تو سر پہ بار محبت اُٹھا چکے

کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ ایسی اک لگا
قصہ تمام عمر کا اے پُرجفا چکے

اب خاک کے ہیں ڈھیر تو کیا اس خرابہ میں
پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اُڑا چکے

باز آیا دیکھنے سے نہ آتش رخوں کے دل
سو بار آبلے اسے آنکھیں دکھا چکے

حاجت نہیں ہے تیرے شہیدونکو غسل کی
قاتل وہ تیرے ہاتھ سے خون میں نہا چکے

کیا مجھسے قیمت دل و جان پوچھتا ہے تو
دونوں ہیں اک نگاہ پہ اے دلربا چکے

تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو کبھی
ہم تو تمھاری یاد میں سب کچھ بھلا چکے

دیکھو منہ اسکے نام سے نہ روشن کیا نشان
دشمن ہمارے نام کو لیا کیا سنے چکے

ہو معرکہ میں عشق کے قائل نہ کیونکہ موت
جھگڑا یہ وہ نہیں ہے کہ جو بے قضا چکے

اپنا ہی دل نہ پھیر سکے رخ سے یار کی
سر اپنا خوب حضرت ناصح پھرا چکے

بنکار و آج خوب چلو سیکڑے کو ذوق
چھوڑو کہیں وظیفہ محبت بڑ بڑا چکے

چپکے چپکے غم کا کھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
جی ہی جی میں تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ذکر حسن شمع لانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
اُن کو در پردہ جلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جھوٹ موٹ افیون کھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
اُن کو کٹ لار ڈرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
برق خنط تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیر و پیکان جتنے تھے دل سے دئے ہمنے نکال
اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

دیکھکے قاتل کو پھر لائے خراش دلمیں خون
سچ تو ہے یوں مسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

خط میں لکھوا کر اُنھیں بھیجا تو مطلع درد کا
درد دل اپنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دلکو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

واں ہلے ابرو یہاں گردن پہ پھیری ہمنے تیغ
بات کا ایما بھی پانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

سنکے آمد اُنکی از خود رفتہ ہوجاتے ہیں ہم
پیشوا لینے کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہم نے پہلے ہی کہا تھا تو کریگا ہمکو قتل
تیوریوں کا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اُس کو غیر
کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

لطف اُٹھانا ہے اگر منظور اُسکے ناز کا
پہلے اُسکے ناز اُٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کہدو قاصد سے کہ جائے کچھ بہانے سے وہاں
گر نہیں آتا بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

زخم تو سیتے ہیں سب پر سوزن الماس سے
چاک سینے کا سلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

پوچھے ملّا سے جیسے کرنا ہو سجدہ سہو کا
سیکھے گر اپنا بھلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوقؔ ہیں جوں مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

زبان پیدا کروں جوں آسیا سینے میں پیکاں سے
دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

اُڑائے خوب گلچھرّے نکل مجنوں نے زنداں سے
کہ ہر سو گل فشانی ہے شرارِ سنگِ طفلاں سے

فلک کیا فتنہ سازی میں ہو ہمسر چشم فتاں سے
گرا تھا یہ بھی اشکِ سرمہ آلود اُسکی مژگاں سے

شرارے متصل نکلے یہاں تک سنگِ طفلاں سے
کہ چمکے ہے سرِ مجنوں پہ بجلی سنگِ باراں سے

یہاں تک ناتواں ہم ہیں گذر جائیں اگر جاں سے
اُٹھائے مور لاشے کو ہمارے دستِ مژگاں سے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذّت آشنا تلخیٔ دوراں سے

پیشوائی کو بڑھے گر کششِ دل آگے
دوڑ سے مجنوں کی طرف ناقۂ محمل آگے

جاتے اس طرح سے اُس کوچے کو ہیں ہم دل ہم
دل سے ہم آگے کبھی ہم سے کبھی دل آگے

گرچہ ہوں وادیٔ عنقا سے پرے لاکھوں کوس
لیک ہے گم شدگی کی ابھی منزل آگے

سمجھ ناقص بھی غنیمت ہے اب اس وقت میں ذوقؔ
کاملیت ہے کہاں ہو چکے کامل آگے

جو خانۂ ہستی میں ہے انساں کے لئے ہے
آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لئے ہے

زلفین تری کافر ہین دل سے مرے کیا کام
دل کعبہ ہے اور کعبہ مسلمان کے لیے ہے

بیٹھا ہے سخنور جو گرفتار تفکر
زیبا یہ قفس مرغ خوش الحان کے لیے ہے

مستون کے لیے رحمت باری کے ہین آثار
زاہد جو دعا مانگتا باران کے لیے ہے

اپنون سے نہ دل اپنے ہین سب اپنے کیے دشمن
سر نے مین بھری آگ نیستان کے لیے ہے

مین کس کی نگاہون کا ہون وحشی کہ مری خاک
اک کحل بصر چشم غزالان کے لیے ہے

کچھ میرے نصیبون نے زیادہ جو سیاہی
باقی ہے تو میری شب ہجران کے لیے ہے

عاشق کا جنون طرفہ تماشا ہے کہ ہر بات
گویا سبق اطفال دبستان کے لیے ہے

وہ زلف سیہ پھینکتی کیون دام ہے دل پر
یہ صید کسی نخچیر مژگان کے لیے ہے

دل بھی ہے مرا جان ترے مشق ستم کی
جو تیر ہے اس تودۂ طوفان کے لیے ہے

دل قید تعلق سے نکل سکتا نہین ذوق
کیا در نہین اس خانۂ زندان کے لیے ہے

چنی تو نے افشان جو اے مہ جبین ہے
ستارون مین کیا کیا جان چنین ہے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے
خبر بھی نہین یان کہ ہے یا نہین ہے

یہی گر تری چشم سحر آفرین ہے
تو دل ہے نہ جان ہے نہ ایمان نہ دین ہے

صنم میرے دل کو خدائی کا تیری
یقین ہے یقین بلکہ عین الیقین ہے

ہر اک چاند دیکھے ہے آستینون کا
جہان ناتوان مین وہ باریک بین ہے

ترے اشک اور آہ پہنچی فلک پر
مرا عشق کم خرج و بالا نشین ہے

تغافل سے فرصت نہین وان نظر کو
یہان منتظر لب پہ جان حزین ہے

پڑے تفرقے یہ جدائی سے تیری
کہ مین ہون کہین دل کہین جان کہین ہے

شب غم مین دمساز و دلسوز اپنا
دم سرد ہے نالۂ آتشین ہے

ہنسی ہے جو کچھ رنجش آمیز ان کی
تو موج تبسم بھی چین جبین ہے

نہ ہو مرا تجھ کو دم کا بھروسا
تو جو دم ہے غافل دم واپسین ہے

وہ پہلو مین بیٹھے ہین اور بدگمانی
لیئے پھرتی مجھ کو کہین کا کہین ہے

ہنسی آتی ہے مجھ کو جب تیرے آگے
کوئی ماہ کنعان کو کہتا حسین ہے

جو تم عرش سے دور بیٹھے تو بیٹھو
لگائے ہوئے میرا دل دوربین ہے

نہین وہ رہے ہم سے تم تھے جو پہلے
زمانہ کو تو کچھ تغیر نہین ہے

وہی ہے زمانہ وہی رات دن ہے
وہی آسمان اور وہی زمین ہے

نہ کی آہ سو زخم دل پر اُٹھائے
تجھے آفرین ذوق صد آفرین ہے

اچھا نہین تو چھلے کا گل اے نگار دے
پر کچھ نشانی اپنی مجھے یادگار دے

تو چشم مین نہ سرمہ دنبالہ دار دے
مفتون چشم کو یونہین ایک تیر مار دے

ہاتھ اپنا میرے ہاتھ مین کب وہ نگار دے
جو اپنے ہاتھ کا نہ مجھے پشت خار دے

ٹانکے نہ زخم دل مین ترا دلفگار دے
تو جب تلک نہ گیسوئے مشکین کا تار دے

دشنام ہو کے وہ ترش ابرو ہزار دے
یان وہ نشے نہین جنہین ترشی اُتار دے

گلشن کو آب گر مژہ اشکبار دے
بلبل بجائے بیضہ دُرِ آبدار دے

کیا خاک تجھ پہ جان کوئی جان نثار دے
مٹی بھی جس کو تیرے نہ دل کا غبار دے

وہ زلف مشکبار اگر ایک تار دے
پھر مین نہ لون اگر کوئی مشکِ تتار دے

جولان ممند ناز کو اے شہسوار دے
تو سرمہ چشم ماہ مین میرا غبار دے

وہ ناتوان ہون مین کہ نہ جنبش کرون کبھی
ہلنے اگر نہ مجھ کو دل بیقرار دے

عشق اُس پری کا ہے وہ بلا جا لیکے جان
یہ جن نہین ہے جس کو سیانا اُتار دے

ایسا نہو کہ آتے ہی آتے جواب خط
قاصد جواب زندگی مستعار دے

غم یار کا رہے گا مرے ساتھ تا بہ حشر
سچ ہے کہ ساتھ یار کا کیونکر نہ یار دے

کیا پختہ مزاجون کو سحر تو نے دنیا مین
یہ تیرا خوب جادو اے خیالِ خام چلتا ہے

عجب شطرنجِ گردون ہے کہ جسمین اپنے گھوڑے کو
سنئے منصوبہ سے روز ابلقِ ایام چلتا ہے

کہو صیاد سے گر ذبح کرنا ہے تو جلدی کر
ابھی کچھ دم مرے سینے مین زیرِ دام چلتا ہے

ارادہ گر کرے ناقص علو جاہ کامل کا
تو یہ جانو کہ نابینا کنارِ بام چلتا ہے

خرد سے نے راز عالم کچھ نہ پایا ذوق اگر پایا
کہ بے آغاز آیا اور بے انجام چلتا ہے

پھولا نہین سماتا جو گل پیرہن مین ہے
آتا یہ کس بھروسے پہ ہنستا چمن مین ہے

مہ مین کہان جو تاب رخِ سیم تن مین ہے
پردہ سا عنکبوت کا سقفِ کہن مین ہے

دم کو نہین ہے سینہ مین آرام ایک دم
یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن مین ہے

حرف آئے مجھ پہ دیکھیئے کس کس کے نام سے
اس درد سے عقیق کا دل خون یمن مین ہے

وہ دل کہ لا نہ سکتا تھا چین جبین کی تاب
زیرِ شکنجہ زلفِ شکن در شکن مین ہے

یاد آتا ہے جو آب دمِ تیغ کا مزا
بھر آتا میرے زخم کے پانی دہن مین ہے

ہین روزنِ دہن مین جو کژدم لیئے ہوئے
یہان کام انکا نیش زنی ہر سخن مین ہے

دکھلا دو پشتِ لب پہ تم اپنی دُرِ بلاق
دیکھین سہیل کیونکہ چمکتا یمن مین ہے

ہوش و خرد کو دیکھ لیا دردِ سر مین ذوق
آرام کو بھی دیکھ کہ دیوانہ پن مین ہے

یہان کے آنیکا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دیگا خدا وہ دن کرے

کون سی شب آئیگا وہ بے منجم سے کہو
میرے سعد و نحس کا معلوم تا وہ دن کرے

تو کہے قربان ہین ہم عید دن ہمارے واسطے
عید قربان سے شرف پیدا سوا وہ دن کرے

جب کہا قاصد نے دن وعدہ کا آیا تو کہا
اس سے کہدو یون ہی محشر تک گنا وہ دن کرے

تیغ قاتل سے رہے جو قتل کے دن بے نصیب
عید کے دن کو نہ کیون عاشور کا صد دن کرے

دن قیامت کا تو ہے پر میرا طومار عمل
ہاے اتنا ہے کہ امکان کیا وفا وہ دن کرے

نیک و بد سب دن خدا کے ہیں لکھی جس دن کی ہو
کچھ کرو لیکن فرامش کیا قضا وہ دن کرے

لاش دفنا کر مری بیٹھا ہے قاتل سوچ مین
یعنے میری فاتحہ کا کونسا وہ دن کرے

ذوق کتنا تھا کرونگا جمعہ کو حسب کا عمل
کوئی اُسکو جاکے بتلاوے ہوا وہ دن کرے

کوئی کمر کو تری ہو اگر کمر تو کہے
کہ آدمی جو کہے بات سوچ کر تو کہے

مری حقیقتِ پر درد کو کوئی اُس سے
یہ آہ و نالہ نہ کہوے یہ چشم تر تو کہے

یہ آرزو ہے جہنم کو بھی کہ آتش عشق
مجھے یہ شعلہ گیا بیا کہے شرر تو کہے

بقدر مایہ نہین گرہر ایک کا رتبہ و نام
بھلا حباب کو دیکھین کوئی گہر تو کہے

جو چپ لگا کے نہ بیٹھے تو کیا کرے ناصح
کہ جانتا ہے کہے کا ہو کچھ اثر تو کہے

جل اُٹھے شمع کے مانند قصہ خوان کی زبان
ہمارا قصۂ پرسوز لحظہ بھر تو کہے

شہیدِ عشق کا ہر قطرۂ خون انا الحق ہے
کہے جو حق کوئی منصور اسقدر تو کہے

مجال کیا کہ ترے آگے فتنہ دم مارے
کہیگا اور تو کیا پہلے الحذر تو کہے

بھرے گا بار محبت کی کیا فلک حامی
یہ حوصلہ کوئی رکھتے بجز بشر تو کہے

بلا سے ہووے مرا مرغ نامہ بر بھونرا
کہ اُسکو دیکھ کے وہ منہ سے خوش خبر تو کہے

سرشکِ چشم مرے ہین کہ ہو گئے موزون
مری طرح سے کوئی ذوق شعر تر تو کہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائینگے
مر گئے پر نہ لگا جی تو کدھر جائینگے

سامنے چشم گہربار کے کہدو دریا
چڑھ کے گر آئے تو نظرون سے اُتر جائینگے

تم نے ٹھہرائی اگر غیر کے گھر جانے کی
تو ارادے یہان کچھ اور ٹھہر جائینگے

خالی اے چارہ گرو ہونگے بہت مرہم دان
پر مرے زخم نہین ایسے کہ بھر جائینگے

لائے جو مست ہین تربت پہ گلابی آنکھین
اور اگر کچھ نہین دو پھول تو دھر جائین گے

پہونچین گے رہ گذر یار تلک کیونکر ہم
پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائین گے

آگ دوزخ کی بھی ہوجائیگی پانی پانی
جب یہ عاصی عرق شرم سے تر جائین گے

ہم نہین وہ جو کرین خون کا دعوے تجھ سے
بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائین گے

رخ روشن سے نقاب اپنے اُلٹ دیکھو تم
مہر و مہ نظرون سے یارون کے اُتر جائین گے

شعلۂ آہ کو بجلی کی طرح چمکاؤن
پر یہی ڈر ہے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائین گے

ہم بھی دیکھین گے کوئی اہل نظر ہے کہ نہین
یہان سے جب ہم روش تیر نظر جائین گے

ذوق جو مدرسہ کے بگڑے ہوئے ہین مُلّا
اُن کو میخانہ مین لے آؤ سنور جائین گے

دل بچے کیونکر بتون کی چشم شوخ و شنگ سے
اپنا گھر تو سوجھتا ہے سیکڑون فرسنگ سے

اے تغافل کیش جلدی آکہ تو واقف نہین
اس دل بیتاب و جان مضطر کے ڈھنگ سے

بل بے باریکی کہ گویا ہر سر تار سخن
جنتری مین کھینچ کے نکلے ہے دہان تنگ سے

ایک بھی نکلے نہ میری سی صدائے دلخراش
خون اگر ٹپکے نوائے مرغ خوش آہنگ سے

چھپ کے بیٹھے گا کہان تو ہم سے اے رنگین ادا
ہوگا تو جس رنگ مین ملجائینگے اُس رنگ سے

جوش گریہ سے رہی برسات برسون پر کبھی
اُسکی تیغ تیز آلودہ نہ دیکھی زنگ سے

پہلے یہ نیت وضو کی ہے نماز عشق مین
دل سے کہہ دیجئے کہ دھولے ہاتھ نام و ننگ سے

میرے رونیکے اثر سے ہوگئے پتھر بھی آب
جھڑتے ہین جاے شرر پانیکے قطرے سنگ سے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریش سفید شیخ پر
وسمہ آب بنگ سے سعدی مئے گلرنگ سے

کوئی ان تنگ دہانون سے محبت نہ کرے
اور یہ تنگ کرین منہ تو شکایت نہ کرے

ہے جراحت کا ہری سودۂ الماس علاج
فائدہ اسکو کبھی سنگ جراحت نہ کرے

عشق کے داغ کو دل مہر نبوت سمجھا
ڈر ہے کافر کہیں دعوائے نبوت نہ کرے

ہر قدم پر مرے اشکوں سے رواں ہیں دریا
کیا کرے پاؤں اگر ترک رفاقت نہ کرے

آج تک خون سے مرے تر ہے زبان خنجر
پھر کرے کیا جو طلب کوئی شہادت نہ کرے

مکتب صبح ازل کا ہے خلیفہ انسان
پھر کرے کون اگر یہ ہی خلافت نہ کرے

بن جلے شمع کے پروانہ نہیں جل سکتا
کیا کرے عشق اگر حسن ہی سبقت نہ کرے

پھر پلا مقتل عشاق کو قاتل سے ذوق
سر پہ برپا کہیں کشتوں کے قیامت نہ کرے

کہتے ہیں جھوٹ سب کہ ہیں پاؤں چھوٹتے
چھوٹے تو بیٹھے بھی نہیں پاؤں ٹوٹ کے

چلتا ہو ذوق قید سے بستی کے چھوٹ کے
یہ قید مار ڈالے گی دم گھوٹ گھوٹ کے

ڈھالا جو تجکو حسن کے سانچے میں اے صنم
آنکھوں کی جائے بھر دیئے موتی سے کوٹ کے

بیدرد سینہ کوٹنا خالی نہیں مرا
دل میں بھرا ہے درد مرے کوٹ کوٹ کے

کیونکر حباب ہو سکے دریائے بیکراں
دریا ہے جب تلک نہ ملے ٹوٹ پھوٹ کے

اُس شمع رو سے رات کو رخصت ہوئے جو ذوق
روئے ہیں دل کے آبلے کیا پھوٹ پھوٹ کے

ہر دم دل خون گشتہ میں اک جوش فزوں ہے
جو آہ ہے سینہ میں سو فوارۂ خوں ہے

دنیا کی ہے رفعت کا سبب پستی ہمت
گردوں کو جو اوج اس زمانہ میں کچھ دوں ہے

پھر جاتی ہے سینہ کو مری آہ بھی اُلٹی
قسمت ہے جو برگشتہ بھلی بخت نگوں ہے

میں درد سے ہوں عشق کے جیتا ہوا لبریز
پر دل یہی کہتا ہے کہ ہرگز نہ کہوں ہے

اک غمزہ تری چشم فسوں کار کا کافر
سو چشم پری کو سبق آموز فسوں ہے

دل کرتا ہے اس کوچہ کا جب قصد تو لیتا
طائر کے عوض رنگ پریدہ سے شگوں ہے

قائم ہے بنا درد کی فریاد سے میری
جو نالہ ہے ایوان محبت کا ستوں ہے

تب مدت سے ہوا عشق مرے درپئے تعلیم
پڑھاؤن مگر راز محبت نہ جتاؤن
بیتابی دل لفظون مین کیا آئے کہ ہر حرف
بیتابی دل کا کوئی مضمون جو ہوا نظم
تلخابۂ حسرت کو پیون کیون نہ مزے سے
ہے وصل مین غم ہجر کا اور ہجر بلا ہے
آلودۂ اظہار نہ ہو راز محبت
کھو آپ کو گر ڈھونڈھتا ہے عشق کی منزل
ہاروت سے وان لاکھون ہین شاگرد کہ جیسا

ہر خار بیابان قلم مشق جنون ہے
کیسا ہی اگر درد ہو دلمین نہ کہون ہے
دکھلا رہا گاہے حرکت گاہ سکون ہے
ہر حرف پہ میرے حرکت جا سکون ہے
میری یہی تبرید تپ سوز درون ہے
آرام محبت مین نہین یون ہے نہ وون ہے
دم ہونٹون پہ آجائے مگر مین نہ کہون ہے
گم گشتگی اس رہ مین تری راہ نمون ہے
وہ چشم فسونگر سبق آموز فسون ہے

کیون حال زبون اپنا بیان کرتا ہے اُسنے
اے ذوق ترے واسطے یہ سخت زبون ہے

کرے ہے کام تیغ یار کس کس آبداری سے
زبان کھولین گے مجھ پر بدزبان کیا یہ شعاری سے
گذرتی ہے مزہ مین زندگی غفلت شعاری سے
ہنوز تا گرد وہ شوخ خودنما سرگرم آرائش
روان ہے شمع کے اشکون مین چربی خاک گھل گھل کر
خبر کیا پوچھتے ہو اپنے بیمار محبت کی
جو پوچھے داب رشک اپنی دار و کمند تو پی لے
قفس کو لے اڑین صیاد اسیر مضطرب بیٹھ
کبھی گر سر اُٹھا اپنا تو جون اشک سر مژگان
اُٹھائے جاؤن کبتک داغ کاش اُنکے عوض ہوتے

دکھاتی اپنی گلکاری ہے کیا کیا زخمکاری سے
کہ مین نے خاک بھر دی انکے منہ مین خاکساری سے
مرے نزدیک بیہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے
اُٹھاتا ہاتھ خورشید فلک آئینہ داری سے
بہا جاتا ہے دل خون ہوکے اپنا اشکباری سے
کہ نوبت دم شماری کی تھی شب اختر شماری سے
اگر پرہیز کو پوچھے کہو پرہیزگاری سے
خبر گل کی اگر اُڑتی سنین باد بہاری سے
زمین کو جا لگا سر جھک کے اپنا شرمساری سے
مری چھاتی پہ پتھر سنگدل وہ جا بجا بھاری سے

لگی بھی گر زمیں کو بیٹھ تیرے تفتہ جانوں کی — تو شل تپ اُٹھ چلے وہیں پھر بیقراری سے

نہیں آتا نہ آئے رحم اے **ذوق** اُس ستمگر کو
بلا سے خوش تو ہو جاتا ہے میری آہ و زاری سے

یار سننے حال پر ہم دلفگاروں کے لگے — کاش کے ایسے ہی یارب لاکھ یاروں کے لگے

اور بھی چمکا سمند وحشت اپنا دشت میں — تیز جوں مہمیز نشتر جب کہ خاروں کے لگے

کس کی کفش پا پہ دیکھے ہیں ستارے سے فلک — رہتے ہیں دیدے زمیں کو جو ستاروں کے لگے

بزم میں گر وہ اُلٹ دے روئے روشن سے نقاب — چھوٹنے مہتاب منہ پر ماہ پاروں کے لگے

اس طرح در پے دلوں کے ہیں ترے چشم و نگاہ — جوں شکار افگن پھریں پیچھے شکاروں کے لگے

سر زمین باغ الفت میں ترے اے فتنہ گر — نخل قامت جب ترے سینہ فگاروں کے لگے

ٹہنیاں تیروں کی نکلیں پھوٹے سوفاروں کے گل — خنجروں کے برگ نکلے پھل کٹاروں کے لگے

ہو اگر گرم فغاں مرغ چمن میری طرح — آگ دم میں آشیانوں کو ہزاروں کے لگے

آئے ہم اُس بزم میں اکدم سوا سر کٹ گروں — تیغ ملعونوں کے گلے خنجر اشاروں کے لگے

اے خدنگ یار مرہم جائیں بخیہ سے کہیں — مرہم اگر زخم پر سینہ فگاروں کے لگے

ذوق صحرائے جنوں میں ہو گیا ہے گرد باد
توسن وحشت کو ہیں مہمیز خاروں کے لگے

باغ عالم میں جہاں نخل حنا لگتا ہے — دل پر خوں کا وہاں ہاتھ پتا لگتا ہے

کیا تڑپنا دل بسمل کا بھلا لگتا ہے — جب اُچھلتا ہے ترے سینہ سے جا لگتا ہے

دل کہاں سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے — دل کے لگ جانے سے جینا بھی بُرا لگتا ہے

جو حوادث سے زمانہ کے گرا کب اُٹھا — نخل آندھی کا کہیں اُکھڑا ہوا لگتا ہے

دل لگے کا ہے مزا یہ کہ گزک میں ایسا — سب کبابوں سے نمک تجھکو سوا لگتا ہے

نہ شب ہجر میں تکتی ہے زبان تالو سے — اور نہ پہلو مرا بستر سے ذرا لگتا ہے

ہائے محتاج ہوا مرہم زنگار کا تو — زخم دل زہر مجھے ہے سا ترا لگتا ہے
آب خنجر ہے جو زہر آب وفاداروں کو — ملک سرحد ہے وہ پانی ذرا لگتا ہے
قد مجنوں ترے پھولوں کی چھڑی ہے لیلی — جب ذرا جھکتا ہے سر پانو سے جا لگتا ہے

زر و زاہد ہے تو کیا کھوٹ اسی ہے دلمیں
ذوق اس زر کو کسوٹی پہ کسا لگتا ہے

اڑائی طرز نالہ کی بھی اکدم تیرے محزوں نے — سوا تبتک دیکھ لے منقار طوطی سرخ ہے خوں سے
نہ شب آنکھوں میں خواب آیا خیال خال شبگوں سے — رہے بیدار ساری رات ہم اک حب افیوں سے
یہ دنیا ہے وہ خمخانہ کہ جسمیں دور گردوں نے — کل حکمت کیے کتنے ہی خم خاک فلاطوں سے
اثر ہو نالۂ پر درد کا اتنا تو اے بلبل — کہ ٹپکے جائے شبنم اشک ہم چشم گردوں سے
شہید چشم میگوں ہوں کہو تربت پہ سب کش ہیں — کریں آکر چراغاں ساغر صہبائے گلگوں سے
ترے مجنوں کے تن پر لاغری کا قطع ہے جامہ — بناتا پیرہن ہے ایک برگ بید مجنوں سے
خدا جانے ہوئے بخت اپنے واژوں اسکی زلفوں سے — و یا زلفیں ہیں اسکی واژگوں مجھ بخت واژوں سے
اڑائیں یوں جادوگر بلا سے ہم نہیں ڈرتے — ہے اپنا دم ہوا ہوتا تری چشم پر افسوں سے

اسی باغ سخن میں ذوق جی اپنا بہلتا ہے
جہاں پر عشق کی آتی ہے کچھ گلہائے مضموں سے

تمہ کا وار تھا دل پر پھر سے کہنے جان لگی — چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی
ترا زبان سے ملانا زبان جو یاد آیا — نہ ہائے ہائے میں تالو سے پھر زبان لگی
کسی کے دلکا سنو حال دل لگا کر تم — جو ہووے دلکو تمہارے بھی مہربان لگی
تو وہ ہلال جبیں ہے کہ تارے بن بن کر — رہے ہے تیری طرف چشم یک جہان لگی
خدا کرے کہ تجھ سے یہ کچھ خدا لگتی — کہ زلف سے بت بد کیش تیرے کان لگی
اڑائی حرص نے آکر جہاں میں سبکی خاک — نہیں ہے کس کو ہوا زیر آسمان لگی

تمھارے ہاتھوں ہمارے دل فگار ہین !!
کسی کی کاوش مژگان سے آج ساری رات
تباہ بحر جہان مین تھی اپنی کشتی عمر
سنان و خنجر و پیکان کی ہے دکان لگی
نہیں پلک سے پلک میری ایک آن لگی
سو ٹوٹ پھوٹ کے پار بے کنارے آن لگی
خدنگ یار کو کس طرح کھینچ لون دل سے
کہ اُسکے ساتھ سے اے ذوق میری جان لگی

وہ ہون مین پر معاصی سوختہ سوز ندامت سے
سزا دوزخ کرے جسکے شرار سنگ تربت سے

وہی ہے ایک سب مین دیکھ لو چشم حقیقت سے
بنا واحد کی کیون توڑیگا ملا ہمچ کثرت سے

نہ سوکھے دامن تر ذرہ میرا اور جون اختر
روان ہون اشک غلت چشم خورشید قیامت سے

دم تکبیر اُٹھائے دو جہان سے ہاتھ یکبارہی
نماز عشق کی جسنے ادا کی حسن نیت سے

اگر پوچھے کوئی مجھسے کہ کیون دنیا نالان ہے
تو مین کہدون محبت سے محبت ہے محبت سے

برائے شوکت دنیا نہ لیجو عار دین زاہد
سمجھیو شوکت العقرب کو بہتر ایسی شوکت سے

نمک ہو مشک ہو یا سودہ الماس تم چھڑکو
جراحت کو مرے کیا کام ہے سنگ جراحت سے

پڑھو تم فاتحہ گر آکے مرقد پر شہیدون کے
تو یاس اُٹھکر اشارہ کردے انگشت شہادت سے

حریصون کو نہین جا وسعت آباد قناعت مین
جو کھینچے ہاتھ کو وہ پانوں پھیلائے فراغت سے

الف کو تیری قامت کے کیا اُستاد قدرت نے
مزین صفحۂ ہستی پہ رعنائی کے خلعت سے

لب ہر زخم میرا ہے ہلال عید سے خوشتر
مجھے زخمی کیا ہے کسنے ابرو کی اشارت سے

بہت اچھا کیا مجکو کیا گر قتل قاتل نے
کہ ہو ویگانہ عاشق اپنے ہی اور سے غیرت سے

علاج زخم حسرت ہے مرا تیر اب تیغ اُسکا
نہین سنگ فسان کچھ کم مجھے سنگ جراحت سے

اگر آرائش ظاہر ہو پیدا باطن کو کیا حاصل
بھلا باطن مین رتبہ کیا ہے اسکو نسبت طینت سے

ہوئی حرفون مین گو یک نقطہ رحمت سے سواد
عدد مین ہے مگر رحمت زیادہ ہوتی زحمت سے

زبان ریختہ کردی زبان اہل ولایت کی
محبت ذوق کو از بسکہ ہے شاہ ولایت سے

ملنا ہمارا اُن کا تو کب پائے جائے ہے
البتہ آدمی سو کبھی آئے جائے ہے

جو اُس گلی مین مثلِ صبا آئے جائے ہے
فردوس مین کب اُسکو تمنائے جائے ہے

کہتے ہین لوگ موت تو سب جاے جا ہے
پر میرے پاس اسے بھی کوئی کھائے جائے ہے

ٹوٹا ہے کس پتنگ کا بازو کہ شمعِ بزم
یون روغنِ اشکِ گرم سے ٹپکائے جائے ہے

لکھوا کے بھیج دیتا ہے ایک پرچہ گاہ گاہ
دل کو ذرا ذرا مرے پرچائے جائے ہے

ابرِ مژہ برس کے اگر کھل گیا تو کیا
نالہ تو وہ ہی آگ سی برسائے جائے ہے

فوارہ سے بجا ہے تواضع کا سیکھنا
اس سرکشی پہ سر کو وہ نہوڑائے جائے ہے

کیا حالِ جسمِ زار کہون سوزِ عشق سے
ایک بال ہے کہ آگ پہ بل کھائے جائے ہے

مضمون اضطراب کا ہے یہ بھی اک اثر
وہ مرغِ نامہ بر کو جو پھڑکائے جائے ہے

تابوت تیرے کشتہ کو بستر سے کم نہین
کیا پانون اپنے چین سے پھیلائے جائے ہے

سو کوس کیا نہ جاے کہ مجنون تو وہ قدم
پر شوقِ مدعا ہے کہ دوڑائے جائے ہے

جبتک کہ جان تن سے نکل جائیگی نہ ذوق
دل مین جو درد ہے سو کوئی ہائے جائے ہے

تمام

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کرین جو کام نہ بے دل لگی چلے

کم ہونگے اس بساط پہ ہم جیسے بد قمار
جو چال ہم چلے وہ نہایت بُری چلے

ہو عمرِ خضر بھی تو کہین گے بوقتِ مرگ
ہم کیا رہے یہان ابھی آئے ابھی چلے

لیلےٰ کا ناقہ دشت مین دکھلاتا ذوقِ شوق
سن کر فغانِ قیس بجاے حدی چلے

نازان نہو خرد پہ جو ہونا ہو وہ ہی ہو
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے

دنیا نے کس کا راہِ فنا مین دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہین جبتک چلی چلے

جاتے ہواے شوق مین ہین اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے بادِ صبا اب کبھی چلے

لیا ایمان و دین تو نے اگرچہ اک زمانے سے / ہیں اسیر بھی سے ظالم ترا یاں ٹھکانے سے

ستمگر تو نے روکا سب کو تیرے پاس آنے سے / اجل بھی اب یہاں آئے تو آئے کچھ بہانے سے

ڈھلیں گے شمع کے سانچے میں گذرے سر پہ جو گذرے / بہیں گے آنسو دھیں اُنکے آئے اس بہانے سے

پڑے تسبیح زاہد پر نگاہ مست اگر تیری / تو ٹپکے بادۂ انگور اُسکے دانے دانے سے

تمھاری زلف کے کوچے میں پھرتا ہے جو دیوانہ / بتا لینا ہو گر دل کا تو لینا اپنے شانے سے

کہاں جاؤنگا اُڑ کر دام سے بال و پر ہیں نہیں / قفس صیاد کا بہتر ہے مجکو آشیانے سے

نہ کیجو خوان دوں ہمت پہ ہاتھ اے ذوق آلودہ / کہ یہ کھانا مرے آگے ہے بدتر زہر کھانے سے

جان عشق لب جان بخشیں پہ دل عشق خط مشکین پہ ہے / عیسائی اپنے دین پہ ہے موسائی اپنے دین پہ ہے

دے سین کی صورت دکھا تو ہنس کے دانت اپنے ذرا / یاسین کیا پڑھ رہا قاتل مرے بالین پہ ہے

بلبل کا دل ہے خون فشاں ہیں عشق کی نیرنگیاں / سرخی رنگ گل کہاں یہ دامن گلچین پہ ہے

حرف زبانی ہو کہ خط قول اُنکا سچ ہو یا غلط / میری تو اب تسکین فقط اے دل تری تسکین پہ ہے

ہے خوشۂ انگور یا کرتا ہے دل پہ آبلا / صد خندۂ دندان نما شب خوشۂ پروین پہ ہے

دو جام سے بھر کر چڑھا پھر دیکھ کیفیت ہے کیا / یہ خوب عینک حق نما چشم حقیقت بین پہ ہے

ہو کوہ جنکی جستجو نے دہان پانی نہ کیوں شیریں رواں ۔ دعا یہ شیریں جو جان فرہاد نے شیرین پہ ہے

[illegible]

میں کیا کروں اظہار غم سے بار غم پر بار غم
دن رات اک انبار غم میرے دل غمگین پہ ہے

صیقل نہ ہو گر تیغ پر جوہر نہ ہو کس کو نظر
اے ذوق یہاں قدر ہنر آرائش و تزئین پہ ہے

اگر ہوتے ہو تم برہم ابھی سے
تو پھر ہوتے ہیں رخصت ہم ابھی سے

لگے کیوں تم پہ مرنے ہم ابھی سے
لگایا جی کو اپنے غم ابھی سے

دلا ربط اُس سے رکھنا کم ابھی سے
جتا دیتے ہیں تم کو ہم ابھی سے

ترے بیمار غم کے ہیں جو غم خوار
برستا اُن پہ ہے ماتم ابھی سے

غضب آیا ہلیں گر اُسکی مژگاں
صفیں یاروں کی ہیں برہم ابھی سے

نہیں ہے دیر گر جاتے ہیں اُن کے
نہیں اپنے بھی دم میں دم ابھی سے

بہے آنسو تو دامن کیا کہیں گے
ہوئی ہے آستیں پر نم ابھی سے

مرے لاشہ پہ بھی اُس بدگماں نے
کہا کیوں جی چرایا دم ابھی سے

تمہارا مجھ کو پاس آبرو تھا
وگرنہ اشک جاتے تھم ابھی سے

لگے سینہ پلانے مجھ کو آنسو
کہ ہو بنیاد غم محکم ابھی سے

وہ شاید منہ کھلے پر جائینگے آج
کہ چھایا دل پہ ابر غم ابھی سے

نکلتے ہی دم اُٹھواتے ہیں مجھ کو
ہوئے بیزار کیوں ہمدم ابھی سے

ابھی دل پر جراحت سو نہ دو سو
لے آئے دوست مرہم ابھی سے

کیا ہے وعدۂ دیدار کس نے
کہ ہے مشتاق اک عالم ابھی سے

موا جانا مجھے عزیزوں نے اے ذوق
کہ پھرتے ہیں خوش و خرم ابھی سے

حالت نشہ میں دیکھنا اس بے حجاب کی
ہر ناز سے ٹپکتی ہے مستی شراب کی

کوچہ مین آ پڑے تھے ترے خاک ہو کے ہم
یان تو صبا نے اور بھی مٹی خراب کی

قاصد جواب جان مری دے چلی مجھے
پر منتظر ہے آنکھ مین خط کے جواب کی

نکلے ہو میکدہ سے ابھی منہ چھپا کے تم
دابے ہوے بغل مین صراحی شراب کی

اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتائیے
معلوم ہے حقیقت ہو حق جناب کی

قفل صدخانۂ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے
جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کبھو ٹوٹ گئے

خار غم دل سے کسی طرح نہ نکلا اے عشق
ہو کے ناخن کئی سینہ مین فرو ٹوٹ گئے

چارہ گر سوزن تقدیر مین کچے جو ہین تار
جیب کے تار جو ہو ہو کے رفو ٹوٹ گئے

سیکڑون کاسۂ سر دہر مین مانند حباب
کبھو اے چرخ بنے تجھ سے کبھو ٹوٹ گئے

تو جو کہتا ہے کہ دے غیر کو بھی ساغر مے
ہاتھ کیا اُسکے ہین اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

دختر رز نے وہ انداز دکھائے سر بزم
رات یارون کے وہان غسل و وضو ٹوٹ گئے

کیونکہ بن کشتی مے کیجیے سیر دریا
سیکڑون زیر بغل ابتو کدو ٹوٹ گئے

دیکھکر سرمہ کی تحریر تری آنکھون مین
ہین صنم خانون مین زنار گلو ٹوٹ گئے

تیرے ہاتھون مین برنگ گل بازی آخر
بند بند اپنے ہین اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

چشم مخمور کے اک جام مین سب یارون کے
رات سررشتۂ اعمال انکو ٹوٹ گئے

تیر کھینچے بھی اگر چارہ گرون نے دل سے
تو کبھو چھوٹ گئے اور کبھو ٹوٹ گئے

کیا بیان تم سے کرون زور شکست دل کا
کہ مری خاک سے بن بن کے سبو ٹوٹ گئے

مژۂ تر پہ امنڈ کر جو شب آئے آنسو
شدت گریہ سے مو بہ سر مو ٹوٹ گئے

جذب عشق اپنا ہے کب چھوڑتا تیرونکو ترے
کھینچے بھی دل سے جو سوفار کبھو ٹوٹ گئے

گلشن عشق ہے کیا بارور اللہ اللہ
یہ ثمر لائے کہ سرو لب جو ٹوٹ گئے

کہہ بہ تبدیل قوافی غزل اک اور بھی ذوق
دیکھین کس طرح سے بھلاتا ہے تو ٹوٹ گئے

کس کے موشانہ میں اے دستِ ہوس ٹوٹ گئے
تیرہ بختوں کے جویان تارِ نفس ٹوٹ گئے

رات جو شیشۂ مے تجھ سے عسس ٹوٹ گئے
ہاے نہ گنبدِ مینا کے کلس ٹوٹ گئے

دیدۂ آبلہ پا پہ ہے مژگان پیدا
پاؤن مین چبھ کے مرے خارِ زمیں ٹوٹ گئے

ساقیا بادہ کشی مین کٹی ساری برسات
عہد و پیمان مرے سب اِکی برس ٹوٹ گئے

یاد آیا جو اسیرانِ قفس کو گلزار
مضطرب ہو کے یہ تڑپے کہ قفس ٹوٹ گئے

رونگٹے یار کے پشتِ لبِ شیرین پہ نہیں
شہد پر بیٹھ کے ہیں پاے مگس ٹوٹ گئے

تو گرفتارِ قفس گر ہو نہیں تڑپے صیاد
کوئی دم مین یہ سمجھنا کہ قفس ٹوٹ گئے

ذوق ہم ہو گئے گم ایسی ہوئی گم آواز
آج کیا قافلہ کے سارے جرس ٹوٹ گئے

ہم اول ہی سے خود کو نابود سمجھے
کہ بانگِ ولادت کو مولود سمجھے

ہوا نا رسب دود آلود سمجھے
کہ تھے عشق حلواے بے دود سمجھے

تری مانگ کی تیغ کا ہو جو زخمی
وہ بے زخمِ دل کو نمک سود سمجھے

خدا کی خدائی اگر آگے آئے
وہ کافر کسی کو نہ موجود سمجھے

جو کچھ آپ کو دلمین سمجھا وہ کافر
نہ فرعون سمجھے نہ نمرود سمجھے

ہمارا جو دل ہو گیا موم اُن پر
ہم الفت کو اعجازِ داؤد سمجھے

کیا دل لگا بازارِ الفت مین سودا
زیان کو ہم اے ذوق یان سود سمجھے

خط بڑھا کاکل بڑھے زلفین بڑھیں گیسو بڑھے
حسن کی سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

تیرے جلوہ سے چمن مین رونق اے گلرو بڑھے
شاخِ گلبن ہن بڑھے گل گل مین رنگ و بو بڑھے

بعد رنجش کے گلے ملتے ہوئے رکتا ہے جی
اب مناسب ہے یہی کچھ مین بڑھوں کچھ تو بڑھے

ہاتھ ملنے کو جو مجنون سے بڑھ جائے وحشت مین
ضعف سے مدت مین جون شاخِ سرِ آہو بڑھے

کہہ رہا ہے حسن کے دیوان میں خطِ پشتِ لب
ایک مطلع اور نیز مطلع ابرو پڑھے

پڑھتے پڑھتے بڑھ گئی وحشت اگر یہ پہلے آہ
ہاتھ کے ناخن بڑھے سر کے ہمارے مو بڑھے

تجھ کو دشمن واں شرارت سے جو غیر کاتے ہیں دو تو
جاتے ہیں او شرر اے شوخ آتش رو بڑھے

واہ ساقی کیا ہی دی ہے دارو ے فرحت فزا
جسکے اک قطرہ سے سبزوں سیم میں لو بڑھے

یوں دم گریہ ہوا دل سے مرے نالہ بلند
جس روش پانی کے باعث سرو آبجو بڑھے

حسن کیفیت سے ہو معمور اگر مینائے دل
پھر تو جام جم سے قدر کاسۂ زانو بڑھے

یاں بڑھی دل کی طپش اور وہ ہے غیر کی تک
گرمی صحبت تری اے شوخ آتش رو بڑھے

چرخ پہ نورِ قمر راتوں بڑھے راتوں گھٹے
حسن تیرا روز بروز اے ہلال ابرو بڑھے

کچھ تپ غم کو گھٹا کیا فائدہ اس سے طبیب
روز نسخہ میں اگر جز وہ گھٹے کا ہو بڑھے

چاہتا ہے دل بڑھے الفت کی اُس سے رسم و راہ
پر وہاں قابو نہیں کس طرح بے قابو بڑھے

پیشوائی کو غم جاناں کی چشم و دل سے ذوق
جب بڑھے نالے تو اُس سے پیشتر آنسو بڑھے

آتے ہی تو نے گھر کے پھر جانے کی سنائی
رہ جاؤں سن نہ کیونکر یہ تو بُری سنائی

مجنوں و کوہکن کے سنتے تھے یار قصے
جب تک کہانی اپنی ہم نے نہ تھی سنائی

جس بات پر تمہاری سب عشق میں ہیں بیٹھے
ہم کھوئیں آنکھوں دیکھی وہ سب سنی سنائی

شکوہ کیا جو میں نے گالی کا آج اُس سے
گالی کے ساتھ اُس نے اک اور بھی سنائی

کیا جانے کیا کہیگا کچھ کہنے کو ہے ناصح
دیتا نہیں مجھے تو اے بیخودی سنائی

کہنے نہ پائے اُس سے ساری حقیقت اکدن
آدھی کبھی سنائی آدھی کبھی سنائی

صورت دکھائے اپنی دیکھیں وہ کس طرح سے
آواز بھی ہے جس نے ہمکو کبھی سنائی

قیمت میں جنس دل کی مانگا جو ذوق بوسہ
کیا کیا پھر اُس نے ہمکو کھوٹی کھری سنائی

ہنگام بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
شکر تو تجھے پسینہ سے شکر تری ہوئے

ثبت اس بیاض چشم مین ہین خط سرمہ سے
جو انتخاب نسخۂ افسون گری ہوئے

دکھلائے ہم نے لیکے جو دامن پہ دُر اِتنک
قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

ایک خال زیر زلف سے ظاہر مرے لئے
اے یار سو طریقۂ مدّ اخترری ہوئے

جلجائے خاک وحشی چشم بتان پہ گھاس
لیکن ہرن کھری نہ رہے بن ہری ہوئے

کہہ سکتے آدمیت اگر ہوسلے آدمی
یہ حور وش تو حور ہوئے یا پری ہوئے

ہم جیتے جی جہان سے معدوم ہوگئے
اتنے نظر سے گم بسبب لاغری ہوئے

رسوا نہ ہوتے کرتے نہ گر جیب و سینہ چاک
ہم آپ اپنی باعث پردہ دری ہوئے

مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے ہے کام
دل دیکے اے صنم تجھے سب سے بری ہوئے

طالع ہوئے نہ اپنی سعادت سے بہتر مِن
ہرچند سو قِران مہ و مشتری ہوئے

اے **ذوق** آج سامنے اُس چشم مست کے
باطل سب اپنے دعوی دانش وری ہوئے

اک صدمہ دردِ دل سے مری جان پر تو ہے
لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے

آنا ہے اُنکا گرچہ قیامت پہ منحصر
ہم خوش ہین یہ کہ آنے کی اُنکے خبر تو ہے

ہے سر شہید عشق کا زیب سنان یار
صد شکر یار سے نخل وفا بارور تو ہے

اے شمع دل ہے، ورنہ مین جلتا تو کیا ہوا
ہوجاتی اس مین رات بلا سے بسر تو ہے

ہے دل مین درد اگر نہین ہمدرد کیے پاس
دلسوز اگر کوئی نہین سوز جگر تو ہے

اے دل ہجوم رنج والم سے نہ تنگ ہو
خانہ خراب خوش ہو کہ آباد گھر تو ہے

اُس بت نے غائبانہ کہا یا نہین کہا
چپ ہوگیا وہ یار سے مجھے دیکھکر تو ہے

تربت پہ وصل ہجر کے نہین گرچہ اب گل
سینہ مین سوزش دل و داغ جگر تو ہے

کشتی کو بحر غم مرے حق مین ہے تیغ یار
کر دیتی ایکدم مین ادھر سے اُدھر تو ہے

وہ دل کہ جس میں سوز محبت نہ ہو وے ذوق
بہتر ہے اُس سے سنگ کہ جس میں شرر تو ہے

خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار مجھے
بتو نہ ہیں کے نظر آؤ تم بہار مجھے

وہ خط جو لکھتے نہیں جز خط غبار مجھے
سمجھتے ہیں ایسے کہ ہیں اپنا خاکسار مجھے

نگہ نے اُس کی مجھے سخت بیقرار کیا
بلا سے مار دے آکر کوئی کٹار مجھے

جمال یار نے مڑ کر بھی دیکھنے نہ دیا
پکارتے رہے دیر و حرم ہزار مجھے

تمھارے عشق میں ماہی سے تا بہ فلک
دکھائی دیتے ہیں دلہائے داغدار مجھے

نظر جو لطف کی ہے روز وصل پر موقوف
تو کرنا کیا تھا نظر سپید انتظار مجھے

عیاں ہے آئینۂ رخ پہ جیب خطِ غبار
وہ خط ہیں لکھتے مگر در خطِ غبار مجھے

ہوائے وادی وحشت تجھے موافق تھی
دکھا رہے ہیں چمن کی یہ کیا بہار مجھے

نہ دیتا عشق اگر چشم اشک بار اے ذوق
جلا چکی تھی مری آہ شعلہ بار مجھے

مرض عشق جسے ہو اُسے کیا یاد رہے
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

تم جسے یاد کرو پھر اُسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا نہ خدا یاد رہے

لوٹتے سنکڑوں پھیر ہیں کیا یاد رہے
چیر دو سینہ میں دل کو کہ پتا یاد رہے

رات کا وعدہ ہے بندہ ہے اگر بندہ نواز
بند میں دے کے گرہ تاکہ دنا یاد رہے

قاصد عاشق سودا زدہ کیا لائے جواب
جب نہ معلوم ہو گھر اور نہ پتا یاد رہے

دیکھو بھی لینا ہمیں راہ میں اور کیوں صاحب
ہم سے منہ پھیر کے جانا یہ بھلا یاد رہے

تیرے مدہوش سے کیا ہوش وخرد کی ہو امید
رات کا بھی نہ جسے کھایا ہوا یاد رہے

کشتۂ ناز کی گردن پہ چھری پھیر و جب
کاش اس وقت تمھیں نام خدا یاد رہے

خاک پر یاد دہ کرنا مری اُس کوچہ میں
تجھ سے کہہ رکھتا ہوں میں باد صبا یاد رہے

گور تک آئے تو چھاتی پہ قدم بھی رکھدو
کوئی بیدل ادھر آمٹے تو پتا یاد رہے

تیرا عاشق نہ ہو آسودہ بزیرِ طوبےٰ
خلد مین بھی ترے کوچے کی ہوا یاد رہے

یاد آجائین جفا سے جو کبھی آپ تو پھر
یاد عاشق کو نہ کیجیے گا بھلا یاد رہے

داغِ دل پر مرے پھاہا نہین ہے انگارا
چارہ گر لیجو نہ چٹکی سے اُٹھا یاد رہے

زخمِ دل بولے ترے دستِ نمکو اردن سے
تو بھلا کچھ تو محبت کا مزا یاد رہے

حضرتِ عشق کے مکتب مین ہے تعلیم کچھ اور
یان لکھا یاد رہے اور نہ پڑھا یاد رہے

گر حقیقت مین ہے پہنا تو نہ رکھ خود بینی
بھولے بندہ جو خودی کو تو خدا یاد رہے

عالمِ حسن خدائی ہے بتون کی اے ذوق
چلکے بت خانہ مین بیٹھو کہ خدا یاد رہے

چشمِ قاتل ہمین کیونکر نہ بھلا یاد رہے
موت انسان کو لازم ہے سدا یاد رہے

میرا خون سب ہے ترے کوچے مین بہا یاد رہے
یہ بہا وہ نہین جسکا نہ بہا یاد رہے

کشتۂ زلف کی مرقد پہ تو اے لیلیٰ وش
بید مجنون ہی لگانا کہ پتا یاد رہے

خاکساری ہے عجب وصف کہ جو عجز ین ہوا
ہو صفا اور دلِ اہلِ صفا یاد رہے

ہو یہ لبیک حرم یا یہ اذانِ مسجد
سیکشو قلقلِ مینا کی صدا یاد رہے

یاد اُس وعدہ فراموش نے غیرونکے بدی
یاد کچھ کم تو نہ تھی اور سوا یاد رہے

خط بھی لکھتے ہین تو لیتے ہین خطائی کاغذ
دیکھیے کب تک اُنھین میری خطا یاد رہے

دو ورق ہین کفِ حسرت کے دو عالم کا ہے علم
سبقِ عشق اگر تجکو دلا یاد رہے

قتلِ عاشق پہ کمر باندھی ہے ایدل اُس نے
پر خدا ہے کہ اُسے نام مرا یاد رہے

طائرِ قبلہ نما ہین کے کہا دل نے سب مجھے
کہ تڑپ کر یونہی مرجائیگا جا یاد رہے

جب یہ دیندار ہین دنیا کی نمازین پڑھتے
کاش اس وقت اُنھین نام خدا یاد رہے

ہم ہو سودا یہ خدا ہو تو رکھو ایک نہ یاد
بھول کر بھی کبھی ہووے تو وفا یاد رہے

محو اتنے بھی نہو عشق بتان میں اے ذوق
چاہئے بندہ کو ہر وقت خدا یاد رہے

تدبیر نہ کر فائدہ تدبیر مین کیا ہے
کچھ یہ بھی خبر ہے تری تقدیر مین کیا ہے

اے اہل نظر عالم تصویر کو دیکھو
تصویر کا کیا دیکھنا تصویر مین کیا ہے

ہے شانہ کہ میرا دل دیوانہ ہے الجھا
معلوم نہین زلف گرہگیر مین کیا ہے

پارہ کی جگہ کشتہ اگر ہو دل بیتاب
پھر آپ ہی اکسیر ہے اکسیر مین کیا ہے

اے صید فگن کرتا ہے کیون اتنی چھری تیز
اب باقی بھلا اس ترے نخچیر مین کیا ہے

کچھ سلسلہ جنبان جنون ہے ترا مجنون
غل دیکھ بپا خانۂ زنجیر مین کیا ہے

بیٹھا ہے در کعبہ پہ حیران ترا شیدا
لبیک مین کیا ہوتا ہے تکبیر مین کیا ہے

صیاد عبث گرد ہے تو اسکے شب و روز
تو دیکھ تو کچھ اس ترے نخچیر مین کیا ہے

ہے صید نگہ کہتا قضا سے یہ تڑپ کر
اس تیر مین کیا لطف ہے اس تیر مین کیا ہے

یہ غنچۂ تصویر کھلا ہے نہ کھلے گا
کیا جانے دل عاشق دلگیر مین کیا ہے

خنجر ہے ترے ہاتھ مین اور ہم تہ خنجر
تاخیر ہو کیون فائدہ تاخیر مین کیا ہے

اترا تھا گلے سے کہ جگر ہو گیا ٹھنڈا
کیا جانے اس آب دم شمشیر مین کیا ہے

زاہد کی طرف دیکھو نہ تم میرے دم ذبح
لو نام تم اللہ کا تکبیر مین کیا ہے

ذوق اس لب شیرین کا جو تو وصف ہے کہتا
کیا کہیئے حلاوت تری تقریر مین کیا ہے

پری رو کیا ستمگر پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے
ولیکن جیسے تم ہو فتنہ گر ایسے نہ ہوتے تھے

وہ جب وان بے تکلف رات بھر لیتے ہونگے
صبا کے جھونکے یہان تک تیز تر ایسے نہ ہوتے تھے

کسی کی فندقین یاد آ گئی ہین بند نشتر کی
نمایان قطرۂ خون جگر ایسے نہ ہوتے تھے

جو دین ہین گالیان اس نے دبا ہونٹوں کو کیا
کبھی نادم ہم اسکو چھیڑ کر ایسے نہ ہوتے تھے

خدنگِ عشق کھا کر زخمِ دل فرہاد کے باہم
لگے کہنے کہ شیرین نیشکر ایسے نہ ہوتے تھے

سفر ہے اکی جان کا حضرت دل بیٹھے حیران ہین
پریشان ورنہ جون گردِ سفر ایسے نہ ہوتے تھے

کتابِ دل شرارِ عشق سے ہے جل اٹھی شاید
کہ مضمون سوزِ دل کے پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے آبلون مین آب ہے یا آبداری ہے
کہ پہلے خارِ صحرا تیز تر ایسے نہ ہوتے تھے

ستم دنیا کے جو جو تھے ستمگر تو نے پہچھے گذرے
مگر صدمے ہماری جان پر ایسے نہ ہوتے تھے

زمانہ مین ہین سنتے شور مدت سے قیامت کا
پر اس قامت سے جو ہین شور و شر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے شعر سنکر ذوق جیسے بزمِ عالم مین
ہوے قائل ہین اب اہلِ نظر ایسے نہ ہوتے تھے

نہ کھینچو عاشقِ تشنہ جگر کے تیر پہلو سے
نکالے ہے مثالِ ماہیِ تصویر پہلو سے

نہ لے اے ناوک افگن دلکو میرے چیر پہلو سے
کہ وہ تو جا چکا ساتھ آہ کے جون تیر پہلو سے

دلِ سیپارہ کو مت ٹانک تعویذ ونمین ہیکل کے
نہ سرکا یہ حمائل اے بتِ بے پیر پہلو سے

وہ ہون بے دست و پا بسمل رسائی جسکے تہ آئی
گیا نا پاسے قاتل از تہ شمشیر پہلو سے

اسیرِ زلف دیوانے ہین دیکھ اے پاسبان شکو
دبا کر بیٹھ انکے پانؤن کی زنجیر پہلو سے

مصور لیلی و مجنون کی ناکامی پہ حیران ہے
کبھی ملکر نہ بیٹھا پہلوے تصویر پہلو سے

یہ دل لب تشنہ [illegible] ہے رات بھر کرتا
صداے العطش جون نالۂ شبگیر پہلو سے

عجب حسرت کا عالم تھا کہ مجنون کہتا تھا ہم
چھٹے پہلو مرے محمل کا یا تقدیر پہلو سے

نہ کھتا استخوان انکو یہ عالم لاغری کا ہے
کہ ہے دکھلا رہا میرا دلِ دلگیر پہلو سے

خیالِ ابرو سے جانان [illegible]ل بھولتا اکدم
سپاہی سے جدا کرنا نہین شمشیر پہلو سے

تمام اہلِ سخن بزمِ سخن مین ذوق حیران ہین
ملا جو قافیہ تونے کیا تحریر پہلو سے

برق میرا آشیان کب کا جلا کر لے گئی
کچھ جو خاکستر بچا آندھی اڑا کر لے گئی

اُسکے قدمون تک نہ بیتابی بڑھا کر لیگئی
ہائے وہ پلٹے وہین اور پھر ہٹا کر لیگئی

ناتوانی ہمکو ہاتھون ہاتھ اُٹھا کر لیگئی
چیونٹی سے چیونٹی دانہ چھڑا کر لیگئی

صبحِ رخ سے کون شامِ زلف مین جاتا تھا آہ
اے دلِ شامت زدہ شامت لگا کر لیگئی

خون سے فرہاد کے رنگین ہوا دامانِ کوہ
کیون نہ موجِ شیر یہ دھبا چھڑا کر لیگئی

تمنے تو چھوڑا ہی تھا اے ہمرہانِ قافلہ
لیکن آوازِ جرس ہمکو جگا کر لیگئی

نوکِ مژگان جب ہوئی سینہ فگارون سے دوچار
پارہ ہائے دل سے گلدستہ بنا کر لیگئی

دیکھی کچھ دلکی کشش لیلی کہ ناقہ کو ترے
سوئے مجنون آخرش رستہ بھلا کر لیگئی

وہ گئے گھر غیر کے اور یہان ہیہین دم بھر کے بعد
بدگمانی انکے گھر سو گھر پھرا کر لیگئی

واہ اے سوزِ درون کوچہ مین اسکے برقِ آہ
رات ہمکو ہر قدم مشعل دکھا کر لیگئی

جو شہیدِ ناز کوچہ مین تمھارے تھا پڑا
کیا کہون تقدیر اُسے کیونکر اُٹھا کر لیگئی

دشتِ وحشت مین بگولا تھا کہ دیوانہ ترا
روحِ مجنون بہرِ استقبال آ کر لیگئی

آگ مین ہے کون گر پڑتا مگر پروانہ کو
آتشِ سوزِ محبت تھی جلا کر لیگئی

اے ہبھی پہلو سے میرے کیا کہون تیری نگاہ
دل اڑا کر لے گئی یا پر لگا کر لیگئی

ذوق مرجانے کا تو اپنے کوئی موقع نہ تھا
کوئے جانان مین اجل ناحق لگا کر لیگئی

صد رقم ہے وصفِ جبین سے صنم پہ ہے
برحق ہے شاخِ سدرہ سے لوح و قلم پہ ہے

رفتار وہ کہ فتنہ سہے سو قدم پہ ہے
قامت کہ ہے شورِ قیامت کو تم پہ ہے

کہتا ہے کس کو ناز سے تو دمبدم پہ ہے
تو دو قدم کہے مین رہے تو سو قدم پہ ہے

بسمل ترے تڑپ کے بھی پہونچے نہ پاؤن تک
یا دو قدم درے رہے یا سو قدم پہ ہے

کیون گرمِ اضطرار ہے اسدرجہ اے شرار
ہستی سے کتنی دور ہے ملکِ عدم پہ ہے

ظاہر ہے جسے کہ تھا دل مین غزالِ یار
لکھتے ہین دیکھ رہیو غزالِ حرم پہ ہے

قاتل جو تیرے ہاتھ مین پٹی ہو زہر کی / مرہم کو زخمِ دل سے اُٹھا رکھین ہم پرے

ہے موجِ ریگِ بادیہ کیا ایک گام مین / ہونگے سوار کشتیِ نقشِ قدم پرے

یارب کدھر کو جائیے یہ جانیاز درد و غم / باندھے کھڑی ہے چار طرف فوجِ غم پرے

اتنا بھی دم نہین ہے کہ تیرا مریضِ غم / سرکے نظر سے صورتِ نقشِ قدم پرے

ق

شب گھر پہ اُسکے غیر نے تو آلیا تھا پر / دیوار و بام پہ تھے چڑھے ہم کہ دھم پرے

کچھ اپنی شرحِ سوزِ دلِ بیقرار آج / آیا تھا جی مین بیٹھکے لکھیئے رقم پرے

اللہ رے اضطراب کہ جون آتشین قلم / ہاتھون سے جا پڑا مرے چھٹکر قلم پرے

یہ کیا شبِ وصال کہ دونو ہم تو ہین / پرہے وہ ہین بیٹھے پرے اُلٹے ہم پرے

کعبہ نہین یہ کعبۂ دل ہے مقامِ دوست / رہنا ذرا یہان سے طوافِ حرم پرے

تم آؤ گر تو آؤ نہین مجھکو لو بلا / گھر سے تمھارے گھر ہے مرا سکے قدم پرے

برگشتہ بخت وہ ہون کہ پھر جائے ناز سے / مژگان تک اُسکی آکے نگاہِ کرم پرے

مین نے کہا جو اُسنے نکلتا ہے میرا دم / بولے خدا کیواسطے رکھئے یہ دم پرے

دیکھو نہ جاؤ حضرتِ دل زلفِ یار مین / رستہ نہین ہے آپکی سر کی قسم پرے

کرتا ہے کیا مسافتِ منزل کا فکر ذوق / ہے اپنے یان سے ملکِ عدم دو قدم پرے

ذکرِ مژگان تیرا جسکے روبرو نکلا کرے / اُسکے بے لے نشترِ رگِ جان سے لہو نکلا کرے

گر فغان اچھا نہین تو چپ بھی رہنا ہے بُرا / کچھ تو سینہ کا بخارا سے دل کبھو نکلا کرے

لائے گر بادِ صبا اُس زلفِ مشکین کی شمیم / شمع کے گل سے گلِ شبّو کی بو نکلا کرے

دیکھے بہرے آنسوؤن کی آبیاری کو اگر / آب دریاے گہر سے آبجو نکلا کرے

چشمِ مستِ یار اگر دکھلائے تاثیرِ نظر / تا قیامت پھر دلِ آہو سے ہو نکلا کرے

اے صنم پیدا کرے جو دلمین تیری آرزو / پھر نہ اُسکے لب سے حرفِ آرزو نکلا کرے

خط مشکین کا تمہارے وصف اگر کیجیے رقم
خط مشکیں فشان قلم سے موبمو نکلا کرے

حضرت دل ہم تو جب جانیں کرامات آپکی
کھا کے دھکے روز اس گھر سے عدو نکلا کرے

تیرے ترک چشم کو اگر شوق خونریزی نہو
باندھکر تلوار کیوں اسے جنگجو نکلا کرے

خدمت پیر مغان سے لو وہ دارو پہلے ذوق
نشہ سے جس سے پیے جام و سبو نکلا کرے

خم ابرو ترا جب یار نظر آتا ہے
کوئی کھینچے ہوئے تلوار نظر آتا ہے

جب ترا شعلۂ رخسار نظر آتا ہے
سرد خورشید کا بازار نظر آتا ہے

گھر میں جو روزن دیوار نظر آتا ہے
چشم اعمی مجھے بے یار نظر آتا ہے

مست چشم اسکا جو میخوار نظر آتا ہے
ہے تو دیوانہ پہ ہشیار نظر آتا ہے

کیا تمھیں ہائے اولی الابصار نظر آتا ہے
یہاں تو اغیار میں بھی یار نظر آتا ہے

ضعف سے تار تن زار نظر آتا ہے
سر مرا تن پہ گرانبار نظر آتا ہے

سبزۂ خط گل رخسار پہ ایک عالم ہے
خط ریحان خط گلزار نظر آتا ہے

سعیٔ رنگ خموشی سے جو دل ہو آگاہ
برگ گل میں لب اظہار نظر آتا ہے

جتنا بیہوش ہو اتنا ہی سوا ہو آرام
مست ہاتھی ہو تو بیدار نظر آتا ہے

زلف کے دام میں ہے مرغ دل آتا ہیں یاں
جب کوئی مرغ گرفتار نظر آتا ہے

خواب غم میں بھی ہے آرام اگر آجائے
ہے وہ بے چین جو ہشیار نظر آتا ہے

آنکھ اٹھا کر تو ذرا دیکھ کہ زیر افلاک
جو ہے سرکش وہ نگونسار نظر آتا ہے

ہے سر رشتہ پہ جو ہے وہ یہ سوزن رفتا
تار اک آنسو ونکا تار نظر آتا ہے

صید بیکس پہ ترے کون ہے کرتا تکبیر
یہ تو ہوتا یونہی مردار نظر آتا ہے

تیرے مجنون کو ہے سامان جنون آتش
داغ سودا گل دستار نظر آتا ہے

سینہ خستہ پہ سر سے نہ چکا یا تنکی گھونگھٹ
آنکھ بستہ میں بیدار نظر آتا ہے

بار احسان ہے صبا کا بھی سر نکہت گل — کون گلشن میں سبکبار نظر آتا ہے
غنچہ موج تبسم سے ترے گلشن میں — دیکھا ہر گل کو دل افگار نظر آتا ہے
میری آنکھوں میں نظر آتا ہے عالم ویران — دل کا ویرانہ جو اے یار نظر آتا ہے
مائل دل میں کبھی آ کے فلک کو دیکھو — کیا پس پردۂ زنگار نظر آتا ہے
ہائے اے دست جنوں تار نفس چھوڑ دیا — تن پہ تو مجھ کو نہیں تار نظر آتا ہے
بڑھ کے جو ہم کا زمانہ میں دکھائی دیا کم — روز کب اختر دمدار نظر آتا ہے
جو جو امر و علائق میں پھنسا ہے وہ مجھے — شیر پنجرے میں گرفتار نظر آتا ہے
دیکھ کر اے بت مغرور یہ انداز ستم — شرم سے چرخ نگونسار نظر آتا ہے
کاٹنے دوڑتا ہے گھر جو نہیں وہ گھر میں — حلقۂ در دہن مار نظر آتا ہے
دل پہ وسواس کا عقدہ ہے قفل وسواس — اس کا کھلنا بھی مجھے دشوار نظر آتا ہے
مژدہ اے آبلہ پائی کہ پھر آنکھوں میں مری — دامن وادی کہسار نظر آتا ہے
کم نمائی سے ہوا ماہ لقا عید کے چاند — کہ برس میں کبھی اک بار نظر آتا ہے
دل نے ہے دیکھ لیا دفتر تقدیر تمام — فلک اک نقطۂ بیکار نظر آتا ہے
چشم ساقی نے یہ میخانہ میں پھیلایا کفر — گردن شیشہ میں زنار نظر آتا ہے
صحبت اہل صفا دیتی ہے سرکش کو الٹ — نخل پانی میں نگونسار نظر آتا ہے
تنگ جو زیست سے ہیں تختہ تابوت انہیں — مر کے اک تخت ہوادار نظر آتا ہے

ذرۂ مضموں میں ترے ذوق زبس بیش بہا
کم کوئی ان کا خریدار نظر آتا ہے

دکھلا نہ خال ناف تو اے گلبدن مجھے — ہر لالہ بیان ہے نافۂ مشک ختن مجھے
ہمدم وبال دوش نہ کر پیرہن مجھے — کانٹا سا ہے کھٹکتا مرا تن بدن مجھے
پھرتا ہے چمن میں سے دیوانہ پن مجھے — زنجیر پا ہے موج نسیم چمن سے مجھے

تسبیح دو بنیم مین دیکھو اسام کو
بخشی ہے حق نے زیب برا انجمن مجھے

اے میرے یاسمن ترے دندانِ آبدار
گلشن مین ہین رلاتے گلِ یاسمن مجھے

محرابِ کعبہ جب سے ہے تیرا خمِ کمان
صیدِ حرم سمجھتے ہین ناوک فگن مجھے

ہے تن مین ریشہ ہاے نئے خشک استخوان
یون کھینچتا ہے کاش نہین [illegible] مجھے

اے لب مسی کو پھینک کہ نیلم ہے کم بہا
یاقوت دے دیا کوئی لعل یمن مجھے

ہون شمع یا کہ شعلہ خبر کچھ نہین مگر
فانوس ہو رہا ہے مرا پیرہن مجھے

اک سرزمین لالہ بہار و خزان مین ہون
یکسان ہے داغ تازہ و داغِ کہن مجھے

خسرو سے تیشہ بولا جو چاٹون نہ تیرا خون
شیرین نہ ہووے خواب سر کوہکن مجھے

زنجیر تھا سے دام جو ڈالا ہے سبزہ نے
آتا نظر ہے دیدہ خفاش [illegible] مجھے

یہ دل وہ ہے کہ کردے زمین آسمان کو خاک
اکرم کو برق دے جو تھا پیرہن مجھے

کوچہ مین تیرے کون تھا لیتا بھلا خبر
شب چاندنی نے آکے پنھایا کفن مجھے

دکھلاتا آسمان سے ہے روئے زمین کی سیر
اے رشک ماہ تیری جبین کا شکن مجھے

رکھتا ہے چشم لطف پہ کس کس ادا کے ساتھ
دیتا ہے جام ساقی پیمان شکن مجھے

ہے جذب دل درست تو چاہ فراق سے
کھینچے گی تیری زلف شکن در شکن مجھے

دکھلاتا اک ادا مین ہے سو سو طرح بناؤ
اس سادہ پن کے ساتھ ترا بانکپن مجھے

جیسے کوئین مین ہو کوئی تارا چمک رہا
دل سوجھتا ہے یون تہ چاہِ ذقن مجھے

آکر اسے بھی وہ کبھی آنکھین ذرا دکھا
آنکھین دکھا رہا ہے غزال ختن مجھے

آسے مرنے مین کہ تو امین تری ہوا
صحرائے دل ہوا ہے چمن در چمن مجھے

یارب یہ دل ہے یا کہ ہے آئینہ نظر
دکھلا رہا ہے سیر و سفر در وطن مجھے

آیا ہون تو لکھے مین بزمِ سخن مین ذوق
آنکھون پہ سب بٹھائین گے اہلِ سخن مجھے

مار کر تیر جو وہ دلبرِ جانی مانگے
کہدو ہم سے نہ کوئی دیکے نشانی مانگے

اے صنم دیکھکے ہر دم کی تری لم سخنی
موت گھبرا کے نہ کیون یہ خفقانی مانگے

خاک سے تشنہ ہویدا رکے سبزہ جو اٹھے
تو زبان اپنی نکالے ہوئے پانی مانگے

مار پیچان تو بلا ہیگا مگر تو اے زلف
ہے وہ کافر کہ نہ کاٹا ترا پانی مانگے

دہن یار ہوا اور مانگے کسی سے دلکو
وہ جو مانگے تو باندازہ نہانی مانگے

دل مرا بوسہ بہ پیغام نہین ہے ہمدم
یار لیتا ہے تو لے اپنی زبانی مانگے

جلوہ اُس عالمِ معنی کا جو دیکھے اے ذوق
لطفِ الفاظ نہ لے حسنِ معانی مانگے

نہین گواہی جو داغِ کہن نہین دیتے
دکھائی کیا مرے تن پر چمن نہین دیتے

جفا مین بات وہ کیا حکمتہً نہین دیتے
کہ دردِ جان ہمین اب زخمِ تن نہین دیتے

جو بولون کچھ تو مجالِ سخن نہین دیتے
سیون بھی مین یہ وہ سینے دہن نہین دیتے

سحر ہے روز دکھاتا نئی چمک خورشید
دکھا اُسے مرا داغِ کہن نہین دیتے

ہین منع کر رہے رونے کو یہ جو نادان دوست
بجھانے کیون مجھے دلکی جلن نہین دیتے

یہ پڑگئین تنِ لاغر مین جھریان ہین مرے
کہ اتنی زلف مین بھی وہ شکن نہین دیتے

شہیدِ ناز کے چلمن پہ ہے نظر شاید
کہ سرمہ آنکھوں مین تم جانِ من نہین دیتے

اجل ہے پوچھتی پھرتی مرا پتا یارو
بتا اُسے مرا بیت الحزن نہین دیتے

عدم کی راہ مین بھی کچھ تو ہے خطر کا گذر
کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہین دیتے

جو مانگا آبِ دمِ تیغ اُس سے بسمل نے
تو بولا زخمی کو اے خستہ تن نہین دیتے

بیانِ تیغ جو ہے وصفِ جوہر و شعلۂ طور
ذرا دکھا اُسے اپنی پھبن نہین دیتے

وہ تیر کھینچے ہے پہلو سے کہدے اے دلِ زار
کہ ہے نشانی ناوک فگن نہین دیتے

ہوا اُنکی زلف سے کیا زخم دلکو چشمِ امید
لگا بھلے کو وہ مشکِ ختن نہین دیتے

پڑے ہیں دامن کہسار و دامن صحرا — ترے شہید کو دو گز کفن نہیں دیتے

زبان حلاوت الفت کا لے مزہ کہ نہ لے — لب اپنے حسرت لذت سے سخن نہیں دیتے

پلایا زہر دکھایا ہے مے کا پیمانہ — یہ دھوکے اے بت پیمان شکن نہیں دیتے

سنبھال ناخن وحشت کو اب تو دست جنون — کہ سینے یہ مرا چاک کفن نہیں دیتے

گلوں سے بن چکے جب دونوں ہاتھ گلدستہ
تو بولے ذوق جلا تن بدن نہیں دیتے

اے صنم ہجر میں ہم جیتے بھلا پتھر سے تھے — سینہ تھا ہاتھ تھا سر اپنا تھا یا پتھر سے تھے

وہ بھی دن یاد ہیں جب کوئے صنم میں اپنے — بستر خاک تھا اور تکیہ کی جا پتھر سے تھے

دل مجبور نے جو کھائے جنون میں پتھر — اسکو وہ سنگ جراحت سے سوا پتھر سے تھے

پوچھا اُس بت نے تو نکلی نہ زباں سے اک بات — حضرت دل وہاں کیا بار خدا پتھر سے تھے

جن دلوں نے ہے کیا چور مرا شیشۂ دل — اے بتو دل تو نہ تھے وہ بخدا پتھر سے تھے

عمر بھر کھاتا رہا سر دھڑ دہنکے دشنام — اس شجر سے مری قسمت کے سدا پتھر سے تھے

کون ہمدم شب غربت میں تھا بیکس کا ترے — یا تو سناٹا تھا یا دیتے صدا پتھر سے تھے

تھے دل سنگ میں جبتک تو رہے قطرۂ خون — تاج شاہی میں لگے لعل تو کیا پتھر سے تھے

خاک اُس زیست پہ جب سنگ در اُسکے نہ ہوئے — مر کے ہم خاک میں جیتے تھے تو کیا پتھر سے تھے

میرے نالوں سے نہ تو پتھر سے بہائے چشمے — اے بتو تم ہی پسیجے نہ ذرا پتھر سے تھے

کعبۂ عشق کا اے ذوق کیا ہم نے طواف
آئینہ خاک تھی اور سنگ صفا پتھر سے تھے

دل کے مفلس ہو تونگر سے تھے تو کیا پتھر سے تھے — اب تو کنکر ہیں جو گوہر سے تھے تو کیا پتھر سے تھے

مر کے گر خاک میں تو جا پائی یہ پتھر ہی دھرا — کھائے گلیوں میں جو ٹھوکر سے تھے تو کیا پتھر سے تھے

تاج شاہی میں جگہ پائی تو کیا ہاتھ آیا — اور دھرے گر ترے در پہ تھے تو کیا پتھر سے تھے

کہہ نہ بتخانہ میں اے شیخ بتوں کو دل سنگ
کتنا رویا ہوں ولیکن نہ پسیجے وہ سنگ
سا قیا خاک ہے گر شیشۂ دل میرا تو کیا

دہان تیرے کعبہ کے اندر تھے تو کیا پتھر تھے
سنگدل گر نہ ستمگر تھے تو کیا پتھر تھے
اور بلورین ترے ساغر تھے تو کیا پتھر تھے

سنگدل وہ رہے اے ذوق مرا حق میں مرے
غیر کے حق میں جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

بزم میں ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی
سنگ پر سنگ ہر اک کوچہ میں کھائے تو سہی
گر جنازہ پہ نہیں قبر پہ آئے وہ مری
کیونکہ دیوار پہ چڑھ جاؤں کوئی کہتا ہے
پارۂ مصحف دل تھے ترے کوچہ میں پڑے
آکے غرفہ میں نہ بیٹھے تو نہ بیٹھے وہ شوخ
کہ گھٹتا ہے کبھی مہ کو بڑھاتا ہے فلک
کروں اک نالہ سے میں حشر میں برپا شور

وہیں معلوم کروں ہونٹ ہلائے تو سہی
پہ بلا سے ترے دیوانے نے کھائے تو سہی
شکوہ کیا کیجیے غنیمت ہے کہ آئے تو سہی
پاؤں کا لڑنگا انگوٹھے کو بجائے تو سہی
آتے پاؤں کے تلے ٹھوکر پائے تو سہی
روزن در سے ذرا آنکھ لڑائے تو سہی
پر شب ہجر کو ہم دیکھیں گھٹائے تو سہی
شور محشر مجھے سوتے سے جگائے تو سہی

تھے تم ہی نکلے جو اُس دام بلا سے اے ذوق
ورنہ تم بیچ میں اُس زلف کے آئے تو سہی

خیال دل میں پری نہ لاؤ ہمارے دل میں تمھارا گھر ہے
تم آتے آؤ نہیں نہ آؤ ہمارے دلمیں تمھارا گھر ہے
یہ دل ہے آئینہ تم ہو صورت نہیں ہے یاں نام کو کدورت
کسی کو گھر میں بلا بٹھاؤ ہمارے دلمیں تمھارا گھر ہے
خلل بناؤ مکانکو پہنچے تو ہو گا نقصان مکین کو پہلے
مکان کو دل کے نہ تم گراؤ ہمارے دلمیں تمھارا گھر ہے

غلط ہے تہمت ہے افترا ہے کہ ہم نے دل اورکو دیا ہے
کسی کے کہنے پہ تم نہ جاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

گئی ہے رات اب بہت زیادہ کدھر کا کرتے ہو تم ارادہ
نہ گھر کے جانے کی اب سناؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

تم اپنے رخ مین ہو گر رہے دن ہو زلف مین شب کے عقدے گن گن
ہزار دل سے ہین بھلاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

مکان دیدہ پسند خاطر اگر نہین ہے کہ ہو سکے ظاہر
تو خیر تشریف تم نہ لاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

تم اسکو دو داغ مثل لالہ دیا کرو بھیک کر اُجالا
بگاڑ دو تم اسکو یا بناؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

یہی زبان سے ہے ذوق کہتا تمھارا ہے دھیان اسمین رہتا
جدا مکان اور کیون بناؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

زبان پیدا کرون جون آسیا سینہ مین پیکان سے
دہن کا ذکر کیا یہان سر ہی غائب ہے گریبان سے

اُڑا اے خوب گلچھرے نکل مجنون نے زندان سے
برستے پھول ہین ہم پر شرار سنگ طفلان سے

فلک کیا فتنہ سازی مین ہو ہمسر چشم فتان سے
گرا تھا یہ بھی اشک سرمہ آلود اسکی مژگان سے

چمکتی ہے سر مجنون پہ بجلی سنگ باران سے
لگے گی ابر رحمت کی جھڑی اب چشم گریان سے

یہان تک ناتوان ہین ہم گذر جائین گریبان سے
اُٹھائے مور لاشہ کو ہمارے دست شوکان سے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوران سے

سب کو دنیا کی ہوس خوار لیے پھرتی ہے
کون پھرتا ہے یہ مردار لیے پھرتی ہے

پھرتا سرگشتہ زمانہ مین بھلا کیون خورشید
ہوس گرمی بازار لیے پھرتی ہے

وہ میرے اختر طالع کی ہے واژگون گردش
کہ فلک کو بھی نگونسار لئے پھرتی ہے

کردیا کیا ترے ابرو نے اشارا قاتل
کہ قضا ہاتھ مین تلوار لئے پھرتی ہے

جا کے پھرتا نہ تھا اکبار جہان دان مجکو
بے قراری ہے کہ سو بار لئے پھرتی ہے

کون وقت اے وائے گزرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت آتی ہے اجل کو یہان تلک آتے ہوئے

آتش خورشید سے اٹھتا نہین دیکھا دھوان
آ کھڑے ہو بام پر تم بال سکھلاتے ہوئے

وہ نہ جاگے رات اور یان صدمے بخت خفتہ کی
بچ گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوئے

چاک آتا ہے نظر پیراہن صبح بہار
کس شہید ناز کو دیکھا ہے کفناتے ہوئے

ناقص کا صفا کیش سے مطلب بر آئے
جو کور ہو عینک سے اسی کیا نظر آئے

فردوس مین ذکر اس لب شیرین کا گر آئے
پانی دہن چشمۂ کوثر مین بھر آئے

بتخانہ مین گر آہ کرون عشق صنم سے
ناقوس کا دل آبلہ کیطرح بھر آئے

ممکن نہین کم ہو وے تپ سوز محبت
جون شمع مجھے لاکھ پسینہ اگر آئے

نعل جب سنبل سے نو ترے توسن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہ روشن کو لگے

بوسے کے مانگتے ہی پھیرنے چتون کو لگے
ایسے کیا لعل لب غیرت گلشن کو لگے

آشیان ہو جیو مرغان ہوا کا برباد
بند کرنے تری دیوار کے روزن کو لگے

زاہد کو اگر صدق و صفا بھی ہے تو کیا ہے
بے درد اگر دل بخدا بھی ہے تو کیا ہے

آزار محبت کا مزہ کیا کہون جس کی
ہے درد دوا دیکھو وہ ابھی ہے تو کیا ہے

سیراب ہو جس سے کوئی تشنہ مقصود
اے ذوق جو وہ آب بقا بھی ہے تو کیا ہے

گر رخ کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیجئے
ست وہ مثل کہ پھول نہیں پنکھڑی سہی

فرہاد ضرب تیشہ سے ہے سخت ضرب غم
سچ پوچھئے تو پٹ ہین نئے کڑی سہی

ہم دو گھڑی کو آؤ تو ہین لب پہ جان کو
ٹھہرا رکھون کہ اور بھی یہان دو گھڑی سہی

کیا وہ دنیا جس مین کوشش ہو نہ دین کے واسطے
واسطے وان کے بھی کچھ باسب ہین کیواسطے

خون کے دریا بہ گئے عالم تہ و بالا ہوئے
اے سکندر کس لیئے دو گز زمین کیواسطے

ذوق عاصی ہے برا اسکا خاتمہ کیجو بخیر
یا الٰہی اپنے ختم المرسلین کیواسطے

سوز دل سے مرے نالے جو شرربار ہوئے
مدعی جل گئے اچھا ہوا فی النار ہوئے

ٹکڑے اُڑ جائین قفس کے تو اُڑ نیکے نہیں
ہم ہین صیاد کی الفت سے گرفتار ہوئے

چمن دل سے ہوئے کم نہ گل لخت جگر
دو اگر خشک ہوئے اور ہرے چار ہوئے

چھپا کے پھولون مین منہ صبا سے جو مسکرانے سحر کلی ہے
تبسم اُس گل کا یاد کر کے عجب ہوئی دل کو بیکلی ہے
تپش دکھائی جو مین نے دل کی تو لوٹا پروانہ داغ کھا کر
دکھایا تم نے جو روئے روشن تو شمع محفل مین کیا جلی ہے
بنا ؤ لیکن چوب صندل سے میرا تابوت اے عزیزو
کہ قتل مجھ کو کیا کسی نے دکھا کے رنگ اپنا صندلی ہے

ساتھ تیرے ہم بھی جون سایہ سفر رجائینگے
آگے جائین پیچھے جائین جائینگے پر جائینگے

لیکے جب زیر زمین ہم وینہ تر جائینگے
خشک ہین جتنے گزین پانی سے سب بھر جائینگے

نالہ دل مرے تو بار شرربار ہوئے + پر جو سرگرم شرارت تھے فی النار ہوئے

ابرِ رحمت سے ہے تجھے اسدم لگا دے تو جھڑی
کہتے ہین جانے کو وہ دیکھین تو کیونکر جائینگے

گر رو ہے کھونا دل مضطر سے کسی کے
پانی تو پلا دار کے سر پر سے کسی کے
دل بس مین پڑا اُسکے کہ جو بس مین نہ آیا
جادو سے نہ ٹونے سے نہ منتر سے کسی کے
اللہ کرے یان ہمین پیوند زمین کا
جب وصل ہو بستر ترا بستر سے کسی کے

جو دل نہ کشمکش طرۂ دوتا مین پڑے
تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا مین پڑے
ہوائے سایۂ طوبے نہین ہے مستو تمکو
رہین گے تاک کے نیچے کہین ہوا مین پڑے
بتوں کے دزدِ نظر سے ہے دل مرا نالان
یہ چور وہ ہین کہ جو خانۂ خدا مین پڑے

متفرقات

ایک کلک آہ بس ہے شرحِ غم کے واسطے
کون تیرے واسطی ڈھونڈے قلم کے واسطے
سر تو ہے تن پر مرے تیغِ ستم کے واسطے
پر لگا رکھتے ہین وہ جھوٹی قسم کے واسطے

تم بیٹھے بغل مین جو رقیبِ دغلی کی
کی گرم بغل ہم نے بھی گورِ بغلی کی
اے ذوق نکر نور مین آمیزشِ ظلمت
کیا کام تبرّہ کو محبت مین علی کی

مقابل اُس رخِ روشن کے شمع گر ہو جائے
صبا وہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے
وہ دلمین پھکتا ہو نہین آہِ آتشین اے ذوق
کہ برق دیکھے تو فی النار والسقر ہو جائے

اسیری پر تری مرتا ہون اے قمری لڑکپن سے
جدا تن سے ہوئی گردن نہ اُترا طوق گردن سے

مجھے گہوارہ بھی تھا کشتی طوفان زدہ آسا
رہا ہوں طفل اشک آفت رسیدہ میں تو بچپن سے

یاں لگ چکے سب ہیں دل و جاں ٹھکانے
کیا جانے خبر لایا ہے کیا واں سے کہ قاصد

اب تک نہیں کافر ترا ایمان ٹھکانے
آنے نہیں تیرے نظر اوسان ٹھکانے

مرے حسن عمل سے معصیت بھی عار کرتی ہے
اگر انسان قانع ہو تو ہے اکسیر سے بہتر

مری توبہ پہ توبہ توبہ استغفار کرتی ہے
ہوا و حرص لیکن اسکی سٹی خوار کرتی ہے

ہم ہیں غلام اُنکے جو ہیں وفا کے بندے
مت بھول بندگی پر غرہ میں آکے بندے

اسکو یقین کرنا گر ہو خدا کے بندے
زاہد سے تا بہ فاسق سب ہیں خدا کے بندے

ہم جو نکو اپنے جذب دل سے کھینچے جائینگے
دیکھیں تو کب تک نہیں کرتے ترے دل میں اثر

پر تیرے پتھر ہیں یہ مشکل سے کھینچے جائینگے
ہم بھی نالے اپنے جذب دل سے کھینچے جائینگے

کام لیجے گا کہیں اور ہی دانائی سے
کیونکہ عینک کو نہ آنکھوں سے لگاؤں اے یار

ناصحو جاؤ نہ لپٹو کسی سودائی سے
چار آنکھیں ہوئیں تجھ قوت بینائی سے

کو سلے ہوں نگہ تیز نہ خونریز رہی
آتش عشق تو ہے گلشن جنت کی ہوا

مجھ پہ ظالم تری ہر روز چھری تیز رہی
یاں مگر آتش دوزخ سے بھی کچھ تیز رہی

ہمکو کیا یاں راہ پر ہے کوئی یا گمراہ ہے
اپنی جب ہے راہ ہے اور ہے یا اللہ ہو

کیا بشر مانند یوسف کیا بشر ہاروت وار
عشق کے ہاتھون سے ہو جاتا اسیر چاہ ہے

عزیزو ناقۂ لیلی کے دیکھو گے شتر غمزے
اگر مل جائیگی مجنون کو خدمت ساربانی کی
کہان ہم۔ اور کہان غم سیکڑون کو غم سے کیا نسبت
مگر لے حضرت دل آپنے یہ مہربانی کی

رہے خاطر نہ بے شغل محبت کیونکر سند اپنی
کلید قفل دل فریاد ہے مثل سپند اپنی
زمین کیا ہے فلک پانو تلے نیچے سے نکلی ہے
ہماری خاک پر دکھلا دو رفتار سمند اپنی

جو دل سے اپنے دم آتشین نکل جائے
فلک کے پانون تلے سے زمین نکل جائے
ستم نے سیم تنون کے کیا ہے ناک مین دم
الٰہی تن سے مرا دم کہین نکل جائے

اٹھانا عشق کی کیون ابدل ناداں جوکھون ہے
ابھی تو مال جوکھون ہے پھر آگے جان جوکھون ہے

پیش اکرام سے ساری کرامت ہے یہی
عادت بد ترک کر تو خرق عادت ہے یہی

پھرتے ہین لکھے ٹپرے سو دیمین مال و جاہ کے
طفل مکتب ہتے ہین گنبد مین بسم اللہ کے

لحد کو چاہئے یون پیر پشت خم دیکھے
سرا کو جیسے تھکا اونٹ دمبدم دیکھے

پلاے آ شتابا ہمکو کسکی ساقیا چوری
خدا کی جب نہین چوری تو پھر بندہ کی کیا چوری

رہی اسطرح بعد از مرگ دنیا کی ہوسناکی
شرابی کرکے توبہ جسطرح ہوجاے تریاکی

ملائون کو نہ ہو حق کرا ے شیخ مناجاتی
سوتے ہوے چونکین گے رندانِ خراباتی

کیا ہم سخنی کرتا ہے اس گل کے دہن سے
غنچہ سے یہ کہدو کہ چٹک جائے چمن سے

قطرہ قطرہ آنسو جسکا طوفان طوفان شدت ہے
ٹکڑے ٹکڑے دل جو پڑا ہے تودہ تودہ حسرت ہے

جسے ہم چاہتے ہین وہ بت گمراہ بھی چاہے
ہمارے دل نے تو چاہا مگر اللہ بھی چاہے

کل کے جو وصل کے عالم ہین نظر مین پھرتے
آج تنہا خفقانی سے ہین گھر مین پھرتے

ہم اور غیر یکجا دونون ہم نہ ہون گے
ہم ہونگے وہ نہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

جنون کے دست مبارک ہین پیرہن کو لگے
رہا بھی تار نہ باقی کہ جو کفن کو لگے

لاشے کو دفن کیجے میرے کہ پھینک دیجے
مردہ بدست زندہ جو چاہئے سو کیجے

معلوم ہوا یعنی دابروے بتان سے
اک تیر ہے گویا کہ چڑھا ہے دو کمان سے

ڈسا ہو کالے نے جسکو کافر تو وہ فسون کے اثر سے کھیلے
دہانِ و گیسو کا تیرے مارا نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے

بیقراری کا سبب ہر کام کی اُمید ہے		نا اُمیدی سے مگر آرام کی امید ہے
اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے		لگا یا جی کو اپنے روگ جب سے جی لگا بیٹھے
باقی ہے دل مین شیخ کے حسرت گناہ کی		کالا کریگا منھ بھی جو ڈارھی سیاہ کی
عیان ہے اشک کی گرمی ہویدا سوزش دل ہے		کہ آتا اپنا اشک سوختہ مانندِ فلفل ہے
درد دل سے لوٹتا ہون پیر اسکو درد ہے		مین ہون نقطۂ درد جس پہلو سے دیکھو درد ہے
دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے		ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے
جو کہو گے تم کہینگے ہم بھی ہان یونہی سہی		آپ کی یونہی خوشی ہے مہربان یونہی سہی

جس در پہ یہ عقل سے کہ آتی کان پڑی آواز نہ تھی
عقل سحر اُس در پہ بھی حیران کھڑی آواز نہ تھی

راز درون ہم سے کسے اس پردہ مین آگاہی ہے
یون تو ہر ایک زعم مین اپنے افلاطون الہی ہے

وہ لعل شیرین کسی کے دل کی الٰہی کیا ہو گیا دوا ہے
کہ میٹھا میٹھا سا درد کل سے مرے کلیجہ مین ہو رہا ہے

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

اب ہے جا زیر مغیلاں ترے دیوانوں کی
مدتوں چھان چکے خاک بیابانوں کی

الفت کا نشہ جب کوئی مر جائے تو جائے
یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

رات جوں شمع کٹی ہمکو جو روتے روتے
بہ گئے اشکوں میں ہم صبح کے ہوتے ہوتے

کوئی جو اُسکو پڑھکر عاشق کا خط سنائے
اک حرف مدعا پر سو بے نقط سنائے

لاشے کے ساتھ بھی نہ مری قبر تک سے چلے
ہوتے ہی اذن عام کے گھر کو کھسک چلے

سینہ میں ہچکی یہ جو کل شام سے اکدم ٹھہرتی ہے
ترے بیمار غم کو موت شاید یاد کرتی ہے

ناخن سے منقار کی میرے داغ جنوں کو زاغ کھجائے
عشق یہ تیری فطرت سے ہے تو سر سے بھیجا کھائے

چاہئے زر ان بتان سیم تن کیواسطے
یاں قلندر ہیں نہیں کوڑی کفن کیواسطے

پھر بہار آئی کف ہر شاخ پر پیمانہ ہے
ہر روش پر جلوۂ باد صبا مستانہ ہے

ہوتا نہ اگر وصل تو حسرت بھی نہ ہوتی
ہوتی نہ محبت تو یہ آفت بھی نہ ہوتی

مصروف چارہ دیکھا کیا چارہ گر کو میرے	مرہم سی لگ رہی ہیں زخم جگر کو میرے
مٹی سے اپنی مٹی جو تربت میں مل گئی	جو کچھ کہ تھی مراد محبت میں مل گئی
ہو نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے	ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے
لاں کتاب اپنی اب بادۂ لالہ رنگ ہے	میکدہ اپنے واسطے مدرسۂ فرنگ ہے
کیا تاب دل جلوں سے جو برق لاگ رکھے	دوزخ بھی ہو تو اُنکی جلیوں پہ آگ رکھے
کرے کعبہ میں کیا جو سر بتخانہ سے آگہ ہے	یہاں تو کوئی صورت بھی وہاں اللہ ہی اللہ ہے
ہمیشہ کام مجنوں کو رہا صحرا نوردی سے	بسایا خانۂ زنجیر رہنے پائے مردی سے
جنوں سے میرے مجنوں بھاگتا جیسے بگولا ہے	کہ میں صورت ہوں وحشت کی [illegible] بگولا ہے
تھا کب اُٹھاتا دشت میں جب تیرا سودائی پھرے	پھر بگولا تو ہے کیا آندھی بھی بولائی پھرے
جہاں دنیا میں دیکھا سچ کہے اوپر جھوٹ فائق ہے	کہ پہلے صبح کاذب ہے تو پیچھے صبح صادق ہے
ذکر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے	کرکے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں ناخن اپنے

بیمار غم جو اُس کا کھا کر زمین دیکھے
خوش خوش وہ مقبروں کی جا کر زمین دیکھے

کرتے پر رکھنے میں صیاد دیا غماض کیا ہائے
ملتی اس پر کف افسوس ہے مقراض کیا ہائے

وحشت اگر پتنگ کو ہووے گی داغ ہے
زنجیر گریہ کے ڈالینگے وہ چراغ سے

تری عمر دو روزہ غافل ایک پتلی ہے دو کل کی
کہ ایک کل روز آخر کی ہے اک کل روز اوّل کی

دکھلانے کو نہیں ہم مضطرب حالت ہی ایسی ہے
مثل ہے دور ہے ہو کیوں کما صورت ہی ایسی ہے

پہلے بتوں کے عشق میں ایمان پر بنی
پھر ایسی آ بنی کہ مری جان پر بنی

جو تیرے ناخن پا تیرا مائل دھو کے پی جاوے
تو اُسکے دست و پا پھر ماہ کامل دیکھ پی جاوے

جس طرح ماہ سارے ستاروں میں ایک ہے
یوں میرا مہ جبین بھی ہزاروں میں ایک ہے

آپ آتا ہے عیادت کو دو آتی سب ہے
تیری خاطر سے اجل تجھ سے فراموش ہے

حسرت پہ کس کے نظر دیکھ لیا کہ تھی ادھر
سو بھی اگر تیا سر مژگان حیا سے پھر گئی

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اب حال یہ ہے عالم پیری مین اے ظفر
باقی نہین حواس بھی گفت و شنود کے

کیا کہون اُس ابروئے پیوستہ کے دل بسمین ہے
ایک طعمہ مچھلیان دو کشمکش آپسمین ہے

آبلے دکھلائے جب اس دل رنجور نے
دانتون مین تنکا لیا خوشۂ انگور نے

اشک کے قطرے جو مژگان پر اکٹھے ہوگئے
خوشۂ انگور کے بھی دانت کھٹے ہوگئے

قطعہ

کہون کیا ذوق احوال شب ہجر
کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے

نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر
مرے بخت سیہ کی تیرگی نے

تب غم شمع سان ہوتی نہ تھی کم
اور آتے تھے پسینون پر پسینے

یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے
کہ او بے مہر بد اختر کمینے

کہان مین اور کہان یہ شب مگر تھے
مری جانب سے تیرے دلمین کینے

سو اس ظلمت کے پردہ مین کیئے ظلم
ارے ظالم تری کینہ وری نے

عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج
پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے

حواس و ہوش جو مجھ سے قرین تھے
قرینے سے ہوئے سب بے قرینے

مری سینہ زنی کا شور سنکر
پھٹے جاتے تھے ہمسایون کے سینے

اُٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا
مجھے بیتابی و بے طاقتی نے

کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سو رہ
بہت الماس کے توڑے نگینے

نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ
بہت سی جان توڑی جانکنی نے

بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی | طلوع صبح سے منہ روشنی نے
کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات | یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے
لگے پانی چوانے منہ مین آنسو | پڑھی لیسین سرھانے بیکسی نے
مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی | نگار رکھے تھے میری زندگی نے
کہ قسمت سے قریب خانہ میرے | اذان مسجد مین دی بآ کسی نے
بشارت مجھکو صبح وصل کی دی | اذان کے ساتھ مین دفرخی نے
ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر | کہ خوش ہوکر کہا خود یہ خوشی نے

موذن مرحبا بروقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

کل ایک تارک دنیا سے مین نے پوچھا ذوق | کہ تو اکمڑ کے اُدھر سے ادھر ہوا پیوست
گذر رہی ہوگی بآرام زندگی تیری | کہ تجھکو اب نہ غم نیست ہے نہ شادی ہست
کہا یہ اُس نے کہ قید حیات مین انسان | کبھی نہ ہوگا دل آسودہ گو ہو ست الست
اٹھائے ہاتھ جہان سے ولیک کیا امکان | کہ بافراغ کرے کنج عافیت مین نشست
چھٹا جو کوئی گرفتاریون سے دنیا کی | تو سلسلہ مین فقیری کے وہ ہوا پابست
رہا وہ خدمت مرشد کی قید مین برسون | کہ حق پرست ہو وہ پہلے جو ہو پیر پرست
گر ایک عمر مین پہونچا مقام عالی پر | کہا یہ شوق نے ہو ہمت بلند نہ پست
جو دستگاہ تصرف مین بھی ہوئی اُس کو | تو یہ ارادہ ہوا اور بھی ہون بالادست
ہمیشہ جنگ رہی بعد صلح کل کے بھی | کہ نفس دشمن سرکش ہے اسکو دیجے شکست
جو ہوشیار ہے تو ہے وہ شرع کا پابند | پھنسا ہوا ہے وہ کیفیتون مین گر ہے مست
نہین ہے دام علائق سے مطلق آزادی | مجال کیا کہ نکل جائے کوئی کرکے جست
کہا ہے خوب کسی نے یہ شعر برجستہ | گیا دہان سے نکل اُسکی جیسے تیر از شست

که کرد قطع تعلق کدام شد آزاد
بریدهٔ زهمه باخدا گرفتاراست

دیکھتے ہین جلوۂ گلہاے رنگا رنگ ہم
مثل نرگس جب تلک ہے اس چمن مین چشم وا

آخرش ہوگا وہی اکدن خزان کے ہاتھ سے
جو کہ عالم اپنا اس نشو و نما سے پہلے تھا

ہے غنیمت کوئی دم نقل رہ رنگ بہار
پھر کہان یہ گلشن اور گل اور سبزہ یہ ہوا

در عدم بودیم و دیگر در عدم خواہیم رفت
این تماشائے جہان رامفت سے بینیم ما

رباعیات

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہین جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

اعلیٰ جو علیؑ کی ہے امامت کا مقام
رکھتے ہین خبر اُس سے یہان خاص و عام
جو لوگ صف اوّل میثاق مین تھے
پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیسا تھا امام

سبطین نبیؐ یعنے حسنؑ اور حسینؑ
زہراؑ اور علیؑ کے دونون ہین وہ نور العین
عینک ہے تماشائے دو عالم کے لئے
اے ذوق لگا آنکھون سے اُنکی نعلین

دل کو سر بازار جہان کرنہ اُچاٹ
جسطرح بنے سود و زیان مین دن کاٹ
اے ذوق فلک کے جب ہین بارہ حصے
سودا ہو نہ کیون زیر فلک بارہ باٹ

جب تک تھے گرہ مین احمقون کے پیسے
سب کہتے تھے اُن کو آپ ایسے ایسے

مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق
پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے ویسے

اے ذوق کبھی تو نہ خوش اوقات ہوا
اک دم نہ ترا صرفِ مناجات ہوا
جب تک تھا جوانِ بدمست
اب پیر ہوا اسیرِ خرابات ہوا

آنکھ اسکی نشہ مین جب گلابی ہو جائے
صوفی اُسے دیکھے تو شرابی ہو جائے
دکھلائے جو وہ روئے کتابی اے ذوق
اب مدرسہ کا خرِستابی ہو جائے

جن دانتون سے ہنستے تھے ہمیشہ کھِل کھِل
اب درد سے ہین وہی رُلاتے بِل بِل
پیری مین کہان اب وہ جوانی کے مزے
اے ذوق بڑھاپے سے ہے دانتا کِل کِل

اے ذوق فرشتے ہین یہ کہکر روتے
اے کاش کہ انسان ہی ہم بھی ہوتے
غفلت مین یہ رہتا ہے یہانتک ہشیار
شیطان کے چلا دیتا ہے سوتے سوتے

ان آنکھونے روئے لالہ گون بھی دیکھا
اور پھر اُن کو بہ اشکِ خون بھی دیکھا
کیا کیا دیکھے نہ رنگ ہمنے اے ذوق
یون بھی دیکھا جہان وون بھی دیکھا

دنیا کے الم ذوق اُٹھا جاینگے
ہم کیا کہین کیا آئے تھے کیا جاینگے
جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے
اب جاینگے اورون کو رُلا جاینگے

دل جن کا ہے آہن کیطرح سخت وسیاہ
وہ لطفِ سخن سے نہین ہوتے آگاہ

بد اصل کو کیا نام خدا کوئی بتائے
بندوق کا طوطہ نہ کہے حق اللہ

اس جہل کا ہے ذوق ٹھکانا کچھ بھی
ہم جانتے تھے علم سے کچھ جانینگے
دانش نے کیا دل کو نہ دانا کچھ بھی
جانا تو یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی

مشکل ہے بیان پائے خرد کا جمنا
ہم پیرو عشق و عشق اپنا ہادی
اس وحشی رم دیدہ کو کیسا تھمنا
جو عشق کہے ذوق کہو سلمنا

کھلتا نہیں اے ذوق یہ ہم پر مضمون
کہتے کسے حق ہیں اور باطل ہیں کسے
ہر شخص جو مذہب کا ہے اپنے مفتون
کل حزب بما لدیہم فرحون

اے زاہدو تم سے کیا جھگڑ کر لوں میں
میخوار و صنم پرست کہتے ہو مجھے
غصہ سے کروں کس لئے دلکو خون میں
تم ہو تم ہو جو کچھ کہ ہوں میں ہوں میں

دنیا سے ذوق رشتۂ الفت کو توڑ دے
پر ذوق تو نہ چھوڑے گا اس پیرہ زال کو
جس سر کا ہے یہ بال اُسی سر میں جوڑ دے
یہ پیرہ زال گر تجھے چاہے تو چھوڑ دے

جنکو اس وقت میں اسلام کا دعویٰ ہے کمال
جیسے محفل میں ہنسانے کو مسلمانوں پر
غور سے دیکھا تو اے ذوق ہے اُنکا یہ حال
نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق
ہے برا وہی کہ جو تجکو برا جانتا ہے

اور اگر تو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے	کیوں بُرا کہنے سے تو اُسکے بُرا مانتا ہے
قدم سنبھال کے رکھ راہِ عشق میں اے ذوق جو کوئی آبلہ پائے مور بھی ہے یہاں	گزرنا اس رہِ دشوار سے نہ آسان ہے ترے ڈبونے کو وہ بھی تنورِ طوفان ہے
نذرِ دین بغض کس کو دنیا دار سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوق	واہ کیا تیری کارسازی ہے مالِ موذی نصیبِ غازی ہے
اے ذوق کریگا کوئی دنیا کیا ترک کیا دخل کہ ہو ترک کسی سے دنیا	دنیا ہے بری بلا ارے کیا ترک جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک
دل سے میں اپنے رسولِ عربی کا ہوں غلام میں حضوری میں رہوں اُسکی نہ کسطرح مدام	دل کہو جان کہو جانیں ہیں اس بات کو سب ہے یہ مشہور مثل مالِ عرب پیشِ عرب
ناصحا مجھکو ملامت تو نہ کر بسکہ مجھکو عشقبازی کا ہے ذوق	کس طرح میں عشق سے بیزار ہوں کیا کروں میں ذوق سے ناچار ہوں
اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا آج وہ دن ہے کہ لائے در انجم سے فلک تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید وہ کہے صلِّ علےٰ یہ کہے سبحان اللہ	آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا کشتی زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا رخِ پُر نور پہ ہے تیرے منور سہرا دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تانیے اور بنی مین رہے اخلاص بہم / گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھکر سہرا
دھوم ہے گلشنِ آفاق مین اس سہرے کی / گائین مرغانِ نوا سنج نہ کیونکر سہرا
روے فرّخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار / تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرائش / سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا
ایک گہر بھی نہین صدکان گہر مین چھوڑا / تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا
پھرتی خوشبو سی ہے اترائی ہوئی بادِ بہار / اللہ اللہ رے پھولون کا معطّر سہرا
سر پہ طرّہ ہے مزیّن تو گلے مین بدّھی / کنگنا ہاتھ مین زیبا ہے تو سر پر سہرا
رونمائی مین تجھے دے مہ و خورشیدِ فلک / کھولدے منھ کو جو تو منھ سے اُٹھا کر سہرا
کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیون کے / دمِ نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا
دُرِّ خوش آبِ مضامین سے بنا کر لایا / واسطے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا
جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنادو اُنکو / دیکھو اس طرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

مثنوی

چاہیئے نام اُسی کا اے خامہ / زینتِ نامہ زیبِ سرِ نامہ
ہے فلک اک نمونہ قدرت کا / یا قلمدان ہزار صنعت کا
رخِ قرطاس کو صفائی دی / اور سیاہی کو روشنائی دی
دیا قمری کو مصرعِ نالا / مصرعہ قدِ سرو بہ بالا
کی عطا تو خطون کو کلکِ ادا / کیا عاشق کو تختۂ مشقِ جفا
نمک افشان ہے عشقِ شور انگیز / زخمِ دل کرتے ہین ریزہ ریز
عکس ہے سبزۂ لبِ جو کا / وسمہ قوسِ قزح کے ابرو کا
آئے گلشن مین فصلِ گل سو بار / بلبلین ہون ترانہ سنج ہزار

ساقیا جلد اٹھ درنگ نہ کر — عرصۂ مطلب کا دیکھ تنگ نہ کر
طاق سے تو اُتار لے شیشہ — طاق پر رکھ کتاب اندیشہ
شیشۂ مے کی یہ دراز زبان — اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہان
مین ہون مانند ساغر لبریز — جان بلب جان بلب کو کیا پرہیز
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے — پاؤن توبہ کے لڑکھڑانے لگے
کردے یان تک مجھے نشہ مین چور — ق — تا کہ مانند خوشۂ انگور
دل کے سارے پھپھولے پھوڑ دین — نکتہ باقی نہ کوئی چھوڑ دون مین
شب ہجران بسر نہین ہوتی — نہین ہوتی سحر نہین ہوتی
بستر رنج و کنج تنہائی — رات کیا آئی اک بلا آئی
شام سے حال ہے یہ صبح تلک — نہین لگتی مری پلک سے پلک
کیون نہین بولتے سحر کے طیور — کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
گر لکھون خط مین بیقراری دل — نامہ بر ہو کبوتر بسمل
مضطرب اب جو ہو رہا دل ہے — دل ہے یا مرغ نیم بسمل ہے
دل کی واشد کی کیا کرون تدبیر — غنچۂ دل ہے غنچۂ تصویر
جان بیتاب جیسی ہے کل برق — وہ بھی گرم رہ فنا کا لبرق
نبضین چھوٹی ہوئین غشی طاری — ایک فرقت ہزار بیماری
دل سے رخصت ہے تاب و طاقت کی — بیقراری نے استقامت کی
ہوس سیر باغ ہے کس کو — دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر — سگ دیوانہ بن گیا ہے گھر
اب ہو یک لخت دل کو یون صد لخت — تن بتقدیر سنگ آمد و سخت
ہو چکی دل کی اپنے عشق مین خیر — رہین دریا مین اور مگر سے بیر

[illegible]

ماہ بے مہر ملک و شمس تعمر
برق کا وہ ذرا سا پک جانا

فتنۂ اُستاد نرگس فتّان
رُخ تعالے و زلف صلِّ علےٰ

زلف جنبان مین رُخکی تُرا قی
گو انا رنگلم نہ منھ سے کہے

مچھلی بازو کی یا ہے دو الفین
کمر و ناف از پے دل زار

ہر ستم مین ستم شریک سپہر
اور بغل مین ترا دبک جانا

گرد مژگان ہجوم شاگردان
عدد وہ سبحان ربی الاعلیٰ

کرے مشائیون کو اشراقی
لیک جاری زبانِ ہر موسے

غرقہ کش بحرِ خون سے مردم عین
رشتۂ کار و عقدۂ دُشوار

رنگ پان لعل روح افزا پہ
خون ثابت کرے مسیحا پہ

قصیدہ نمبر ۱

سحر جو گھر مین بشکل آئینہ تھا مین بیٹھا نزار و حیران
تو اک پری چہرہ حور طلعت بشکل بلقیس و ماہ کنعان

پری کی صورت چمن کی زنگت گر اسکا شیوہ تو اسکا جلوہ
زبان شیرین بیان رنگین کلام رندان خرام مستان

انیس خلوۃ جلیس جلوۃ حریف حکمت ظریف صحبت
بہ بزم یاران بدل بہاران باہل عزلت گلے بداما ن

حسین بشکل و مہ منور عرق کے قطرے ہین اُس مین اختر
ہلال ابرو نگاہ جادو خدنگ مژگان و چشم فتان

بروے رنگین نگارستان شگوفہ خندان مگر نہ خندان
بموئے پیچان ہے عشق پیچان جو ہین پریشان تو دل پریشان

وہ گوش پر زیب کج کلاہی جو دیکھو یہی تو یا الٰہی
دہن میں غنچہ لبوں میں گل برگ دُر و دُرّ روشن میں مہر تابان

نگاہ ساغر کش تماشا بیاض گردن صراحی آسا
وہ گول بازو وہ گوری ساعد وہ پنجہ رنگین نگوں کی جان

کمر نزاکت سے لچکی جائے کہ ہے نزاکت کا بار اٹھائے
اور اس پہ سو نور لہر کھائے کہ اس پہ ہیں دو قمر فروزان

وہ ران روشن وہ ساق سیمین وہ پائے نازک حنا میں رنگین
وہ قد قیامت وہ فتنہ قامت دلوں پہ آفت جو جھومتا ن

جو نام پوچھا کہا خوشی ہوں جو وصف پوچھا تو دلبری ہان
سبب جو پوچھا تو ہنس کے بولا کہ ذوق تو بھی عجب ہے نادان

وہ شاہ جو ہے محمد اکبر جہان میں رشک جم و سکندر
جلوس جشن اس کا ہے فلک پہ اسی کے پرتو میں شادمان

یہ سنتے ہی میں نے بالبداہت کہا وہ مطلع شفق شباہت
کہ جس کو حسن کے سخنور پڑھے ہے تحسین ہر اک سخندان

مطلع

شہنشہا تیرے سر پہ دوران آسمان چتر بن کے ہوتا قربان
کہ ہفت اختر بہ ہفت کشور ہیں آج یکسر مطیع فرمان

وہ ہے ترا اختر ہمایوں کہ ہو کے روشن چراغ گردون
مدام کانپے ہے شعلہ آسا بزیر فانوس چرخ گردان

سحاب ہمت جو در فشانی کرے بہنگام حکمرانی
تو ہو خجالت سے پانی پانی ہوا پہ یکدست ابر نیسان

تری عدالت مین ہے یہ قدغن کتان کو دیکھے نہ ماہ روشن

وگرنہ نالہ ہو طوق گردن کہ تا ہو دل مین بہت پشیمان

جو تیغ بران کو اپنی شاہا کرے علم برو ز ہیجا

تو زیر دامان ابر اپنا دکھائے جلوہ نہ برق رخشان

یہ تیرا خنجر ہے یا کہ شہپر کہ جس کے لگتے ہی دم مین اڑکر

قفس سے ہوتا ہے تن کے پران ترے مخالف کا طائر جان

ہے عید قربان مین تیری میمون رکھا بزرگون نے شتر گردون

دکھائے گا وزمین نہ ہیبت کہین بزیر زمین ہو لرزان

رکھے گا فغفور چینی خانہ تو حکم دے آسے شہ زمانہ

بنا صفاہان پہ آستانہ کہ بیٹھے دارا بجائے دربان

تری سخاوت کا سن کے عالم امنڈ پڑا ہے تمام عالم

عرب سے آیا ہے چل کے حاتم طلب سوال و بدست دامان

جو آئین جنبش مین لعل شیرین چمک ہو انکی کلام رنگین

تو حکم دیوے تو ہو وین آئین تو ہنسکے بولے تو گل ہو خندان

جو ہو سوار سمند تازی کرے تو میدان مین اسپ تازی

تو سمجھے دور فلک کو بازی بجائے گوئے و بدست چوگان

وہ تیرا ہے فیل کوہ پیکر کہ جسکو کہتے ہین سب نظر کر

فلک پہ دمدار ہین دو اختر دیا نمایان ہین اس کے دندان

ترا جو وصف خجستہ شاہا لکھے قلم کو کہان ہے یارا

ثنا دعا پر ہے ختم کرتا جو ذوق تیرا ہے تہنیت خوان

کہ روز تجکو خوشی ہو افزون حسود ہون سرنگون و محزون تا | یہ جشن ہو فرخ و ہمایون سدا بصد فر و شوکت و شان

قصیدہ نمبر ۲

صبح سعادت نور ارادت تن بہ ریاضت دل بہ تمنا
جلوۂ قدرت عالم وحدت چشم بصیرت محو تماشا

قصر رفیع و صحن وسیع طرز بدیع و طرح مربع
باغ ارم یا روضۂ رضوان خلد بریں یا جنت ماویٰ

مرغ خوش الحان بر سر بستان بر گل ریحان زمزمہ آرا
جوشش شقائق پر سر دو دیدۂ نرگس مست تماشا

لحن قماری شکل مسیح صوت عنادل ورد بلبل
سرو بہ قامت نخل دعا و نکہت گل با دم بہ مسیحا

فصل ربیع و موسم اردی معتدل اک جا گرمی و سردی
میل عناصر سوئے طبایع ربط قوی با عالم اشیا

چہرۂ گلشن آتش رخشاں سرخی گل میں لعل بدخشاں
سبزہ بہ شبنم رشک جواہر لالہ بہ ژالہ لولوئے لالا

قلب کو فرحت روح کو راحت عقل کو قوت طبع کو جودت
جلوۂ ساقی نغمۂ مطرب تار بہ چنگ و نشۂ صہبا

خندۂ گل پر نثار دل پر سر و تحسین پر لطف سخن پر
نغمۂ بلبل تار صلاصل قہقہہ قلقل بر لب مینا

غلغلہ اندر محفل مستاں وجد میں خیل بادہ پرستاں
نغمہ طرازان باربد آسا چنگ نوازان مثل نکیسا

جام بلوریں واسطے لعلیں صبح بہار و گلشن رنگیں
شیشۂ مینا بر سر مینا اختر صبح و گنبد خضرا

ساقی مہوش مست شبانہ مطرب دلکش صرف ترانہ

مژدہ عید اقبال مجسم وقت سعید انوار سراپا

ایک بت ترسا با دل سنگین لعبت کافر با ہمہ تمکین

صورت لات و شکل منات و رشک یعوق و غیرت عزیٰ

کان ملاحت بحر صباحت جوئے فصاحت گلشن راحت

شور مین لیلےٰ نور مین سلمیٰ لہجہ مین شیرین جلوہ مین عذرا

وہ لب میگون عارض گلگون وہ قد موزون چشم پر افسون

برگ گل تر لالۂ احمر سرو صنوبر نرگس شہلا

خال بلب ہے نقطۂ مشکین یا ہے ہلال و چشمۂ شیرین

مردم دیدہ محو بدیدہ لالہ بداغ و دل بہ سویدا

فوج نظارہ جون رم آہو آہوئے کعبہ نرگس جادو

چین بہ جبین محراب بکعبہ طاق دو ابرو مسجد اقصےٰ

چاہ زنخدان آب زلال اور اُسپہ تکلم چشمۂ شیرین

ناصیہ روشن جون کف موسیٰ زلف شکن در خط چلیپا

پان کی سرخی لب سے گلو تک دست و گریبان قوس قزح سے

دام برائے گردن عنقا چشم و چراغ دیدۂ حورا

بیت زلالی لب بہ تکلم فرد خیالی رنگ تبسم

موئے میان جون معنیٰ نازک تنگ دہان سربستہ معمّا

عارض گلگون چشم پر افسون سبزۂ تر سے طرز نظر سے

مایۂ ناز و غمزہ طراز و گلشن راز و راز بدلہا

فتنہ بلا یا قہر سراسر مست وفا مین چست جفا مین بزم سے ڈوبا بحر حیا مین ناصیہ رو بر عالم بالا

رمز سے ہو کر صرفِ تکلم ناز سے ہو کر لب پہ تبسم
مجھ سے کہا ہو زمزمہ پیرا تو بھی تو بول اے بلبل شیدا
میں نے پڑھا ایک مطلع روشن مدح میں تیرے بس ہے گلشن
روح معزز اے شہ عالم عرش ہو جبریل در شاد ہوائی
اے شہ عالم و رہبر عالم عالی اعلیٰ والی والا
لب پہ ستائش دل پہ ستائش جلوہ طراز عرش معلیٰ
نفس خلافت ازرہ رتبت تخت خلافت عرش عظمت
تو ہے بہ علم رجہ جو صورت وہ ہے بعینہ تیرا ہیولے
روح مجسم عقل مکرم نفس مقدس جسم مطہرا
باطن صافی جان سراپا پردہ بہ دنیا جلوہ بہ عقبیٰ
علم حقیقی علم مجازی تیرے حلول ساری و جاری
اصل مبانی نقل معانی عقل کو تیرے عیش مہیا
سارے بڑے اسماء الٰہی سب ہیں موثر اے شہ اکبر
اسم جو اعظم ہے تو وہی ہے جس سے ہے تیرا اسم مسمّیٰ
قوم میں لے کر صافی طینت رکھ کے نظر میں اوجِ فرشیت
غرق حیا ہیں زمزم و کوثر سر بہ زمیں ہیں سدرہ و طوبیٰ
خلق کریم و نفس نفیس و ابر مفیض و فائز رحمت
آب بقا و خاک شفا و نار خلیل و باد مسیحا
تو ہے تو دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی
حکمت ترا ہے تا بہ ثرےٰ اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا
علم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر فتح سکندر لشکر دارا تخت فریدون مسند کسرا

تجھ سے ہی قائم ست ام وسحر ہے تجھ ہی سے دائم تازہ و تر ہے
بار مراد و برگ نشاط و شاخ امید و نخل تمنا

تو بہ ریاست تو بہ فراست تو بہ مقالت تو بہ سیاست
فطرت لحیان فکر جماعت حسن بیاض و غصہ حمرا

رو بہ رضا و لب بدعا و دست بہمت پا بہ اقامت
لب بہدایت دل بہ درایت صرف بزہد و محو بہ تقویٰ

تو بہ حقیقت تو بہ طریقت تو بہ شریعت تو بہ ودیعت
پاک سرشت و نیک نوشت و جسم مطہر قلب مصفیٰ

رو بہ تجمل خو بہ تحمل کف بہ تکلف لب بہ تکلم
رو کش یوسف ہمسر صالح ہمرہ موسیٰ ہمدم عیسیٰ

تیری محافظ آیۂ کرسی تیری معاون آیت قدسی
زیب تمائم سورۂ یاسین حسن حزائم سورۂ طٰہٰ

جانب اعدا تو سر میدان کھینچ لے جس دم صارم بران
نعرہ ہو اس کا اُقتل اُقتل ندیہ ہو اس کا نحن قتلنا

جلوہ سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر
مہر ہو دوائے دیدہ شپر مہر ضیائے حیرت حربا

تو دم فرحت تو دم عشرت تو دم صولت بر سر دولت
ماہ بسرطان زہرہ بمیزان تیر بہ قوس و شمس بہ جوزا

فہم ترا وہ عقل ارسطو بالغہ جس سے جوہر ثانی
عقل ترا وہ درس فلاطون فلسفہ جس کی ابجد اولیٰ

حال و عالم تجھ میں ہے پیدا اور ہے یہ نور کشف ہویدا
غیر قیافہ غیر سروہ غیر تفاؤل غیر بہ رویا

تیری شمیم خلق سے طاری تری نسیم طبع سے جاری
باد بہاری مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

فکر فرنگ و دانش یونان آگے ترے ہے طفل دبستان
تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ بینا تو ہے وہ دانا

تیغ سے تیری پیکر دشمن حلقہ بہ حلقہ جیب ہو جوشن
پیش حکیمان کب رہے ثابت عقل سے تیری جزو لایتجزی

زینت لوح شوکت و شان تو زیب سر توقیع جہان تو
اسپہ متوسن جون کل طغرا ہے مسلسل جون خط امضا

حاتم دوران منذر نعمان رستم دستان شیر نیستان
تو بہ سخاوت تو بہ عنایت تو دم جرأت تو سر ہیجا

حسن ادا میں نکتہ موزون طرز بیان میں گوہر مکنون
شغل و عمل میں نظم مسجع حرف سخن میں نثر مقفیٰ

تیرا ہے توسن سایہ ذوالمنن بر سر جستن وقت دم فگن
برق جہان و آب روان و شعلۂ آتش موجۂ دریا

باد بوقت تیز روانی ابر بوقت قطرہ فشانی
جب تو اڑا دے کوہ جبل پر جب تیسے روان ہو جانب صحرا

یہان سے دو شعر رہ گئے

فیل ہے تیرا ابر بہاران پر بجنیان بادہ گساران
ہووے درخشان برق بہ باران وے جو طلا زنجیر مسلسل

بحر بوسعت کوہ برفعت پردہ گہ نور بہ ظلمت
اسپہ طلوع جلوۂ طلعت طور بہ گویا نور تجلی

پشت پہ اُسکی ہودجِ زرّین قوسِ قزح سے مستک رنگین
تیرا طلوع اے خسروِ خاور صبح شفق کر دے ہویدا

تھا جو سخن آغاز ثنا سے ختم سخن ہو حسن ادا سے
ذوق سخندان تیری دعا سے طرز سخن موزون ہو سراپا

دل ہے ترا یا نور کا عالم بلکہ فروغ طور کا عالم
پیش نظر ہے دور کا عالم سن تو سہی افلاک پہ ہے کیا

وردِ ملائک نام خدا ہے دیکھ زبان پر کس کی ثنا ہے
دل کہ سراپا دست دعا ہے دست دعاؤ دامن شبہا

تاکہ زمان منضم بہ زمین ہو دور مین چترِ چرخِ برین ہو
شاہ کا عالم زیرِ نگین ہو سطحِ زمین ہو عالمِ بالا

قصیدہ نمبر ۳

خضرِ نصیب کی گر دنیا مین رہبری ہو
اور شاہ راہِ دل پر چشم ہنروری ہو

منظور پیر نظر مین تب شکل آئینہ ہون
روشن قلم سے میرے تاجِ سکندری ہو

تارہ کی طرح چمکے ذرہ مرے سخن کا
اور نام میرا روشن جون مہر و مشتری ہو

مین رستم معانی اور سیستان سخن ہے
دیتا جو زور قسمت دل کو تنادہی ہو

برگشتہ بخت اپنا گر آئے راستی پر
گردون بھی سرنگون چتر پہ دیکھ سروری ہو

یہ کہہ رہا تھا مین جو یکبار عقل بولی
وہ بات کہہ کہ جسمین تیری بھی دلبری ہو

تجھکو خبر نہین کیا ہے دور شاہِ اکبر
رفعت سے پست جسکی شانِ سکندری ہو

بے فکر کیا جب ایسا فیاض ہو جہان مین
اور دل کا اُسکے مقصد خود بندہ پروری ہو

مثل سحاب جا کر باندھے ہوا فلک پر
جس پر کہ اُس کی چشم الطاف سرسری ہو

دربار میں تو اُسکے ہو بہرہ یاب جا کر
بہروزی ہووے تیری اور تیری بہتری ہو

لیکن رہِ رسائی اُس وقت ہوگی روشن
جب خضرِ راہ تیری طبعِ سخنوری ہو

تو بھی تو سوچ دل میں تیرے دُرِ سخن کا
اُسکے سوا جہان میں کون آج جوہری ہو

اُسکی نظر جو عین گریہ تا بدار گوہر
پھر نام تیرا روشن مانندِ انوری ہو

تب بحرِ فکر میں دل غواص ہوکے اُترا
سعدم تا کہ سب کو زورِ شناوری ہو

مطلع یہ ہاتھ آیا شہوار ن کے موتی
شرمندہ جسکے آگے دکانِ جوہری ہو

شاہا نظر کرم کی جس ذرہ پر فری ہو
وہ آسمان پہ جا کر خورشید خاوری ہو

دیکھی ہے چین ابرو آئینہ جبیں میں
کیونکر نہ تن میں اُسکے ہیبت سے تھرتھری ہو

کیا تاب ہے فلک کی جنبش کرے جگہ سے
گر بہر پاسے بندی ایما سے سرسری ہو

یہ آستانِ دولت ہے سجدہ گاہِ عالم
دل کو تری عقیدت اور تابِ سروری ہو

دارا کو تیرے در تک ہو کس طرح رسائی
دربان جو تیرے در کا کرتا سکندری ہو

سورج مکھی کا تیرے اک پھول مہرِ انور
قربان چترِ دولت نہ چرخِ چنبری ہو

باغِ جہان میں نرگس لے کیوں نہ جامِ زریں
جب ہر گدا کو دیتا اک ساغرِ زری ہو

دکھلائے آبداری جب تیغِ شعلہ دم کی
شیروں کے دل میں ٹھنڈا خون دلاوری کا

کشتِ امل کو سرسبز آبِ گہر سے کر دے
ابرِ کرم کی تیرے جب فیض گستری ہو

بیشہ میں معدلت کے وہ شیر ہے تو شاہا
نوشیرواں کو جس سے ہرگز نہ ہمسری ہو

شیوہ ہو سوں کا مہر کرم میں تیرے
تیری گدا گری ہو کیوں کیمیا گری ہو

گر آفتاب تیرا ڈالے کرن کو اپنی
تاجِ گدا کا جلوہ جوں تاجِ قیصری ہو

تیری ثنا میں شاہا لکھتا ہوں اب یہ مطلع
جس کی چمک سے کاغذ جوں غنچۂ زری ہو

ہوویں نقشِ پا سے تیرے جو کنکری ہو
جا کر فلک پر اُسکو تاروں سے برتری ہو

ابر کرم سے تیرے کیا دور ہے کہ شاہا
کشت فلک مین پیدا سرسبزی و تری ہو

سورج کی جو کرن ہے گردون سے نے زمین تک
مانند عشق پیچان پھر سر بسر ہری ہو

مریخ کو فلک پر جس تیغ سے ہو ہیبت
دشمن کو بھاگ کر پھر کیا اُس سے جانبری ہو

نعرہ سے تیرے ہووے ہیبت کا چاک سینہ
دل پر دلاوری کے وہ تیغ حیدری ہو

تیرے سوا جہان مین کون آج ہے توانا
جو دل سکے ناتوان کو دیتا تونگری ہو

جاذب کش ہے تیرے مشکوے خسروی کا
زیبا ہے ماہ کو گر فرمانِ مشتری ہو

خورشید نذر لائے جب افسر شعاع سے
منشورِ افسری پر توقیع خاوری ہو

ابروے تاج بخشی جس دم کرے اشارت
کشتی مین لے کے حاضر وہ افسر زری ہو

لائین پئے سواری توسن کو جب سجا کر
صورت مین ہووے پُتلی پرواز مین پری ہو

چلتا ہوا ہے افسون اُڑتا ہوا چھلاوہ
پھر اس سے آگے بڑھکر کیا سحر سامری ہو

کیا برش قلم وان دکھلائے شہسواری
جب توسنِ تصور کھاتا سکندری ہو

خاکِ قدم ہو اُس کی اہلِ نظر کو سونا
جو نقش سُم ہے اُس کا وہ مُہر اکبری ہو

تو اُس پہ بر سر زین جون رحل پر ادب سے
اُمّ الکتاب لیکر جبریل نے دھری ہو

کس وصف کی ہو سیڑھی ہاتھی پہ تیرے ہودن
کرتا نہ فیل گردون جس کی برابری ہو

اس طرح جلوہ گر ہے تو بر سر عماری
برج حمل مین جیسے خورشیدِ خاوری ہو

چار آئنہ بدن پر دشمن کے گر سجا ہو
اور سر پر اُسکے ٹوپی فولاد کی دھری ہو

پر جیسے آئنہ سے تیرِ نگاہ گذرے
یون غرق اُس مین تیرے ہر تیر کی سری ہو

کیا سعد نحس کا یان رہوے حساب باقی
جب چھائی آسمان پر فرخندہ اختری ہو

ختم ثنا ہے کرتا اب ذوق اس دعا پر
تو مدعا پہ اس کے گر ملتفت ذری ہو

جو ہو ترا دعا گو گل رنگ ہو وہ کِھل کر
بدخواہ اگر ہو خندان صد برگ جعفری ہو

ہو سیر بختِ تیری گر اوجِ میمنت پر
رفتارِ بختِ اعدا بر رجِ قہقری ہو

قصیدہ نمبر ۴

تا زبان زد و ہر مین ہو فلسفی کا یہ کلام
ست سپہرِ افلاک لازم یعنی شرق و قیام

تا خطِ محور پہ ہووے گرم گردش آفتاب
تا نہ قطبین فلک تک پہنچے دورِ صبح و شام

سبعہ سیارہ ہوں سائر تا بسرعت آسمان
ہو ثوابت کا سپہر ہشتمین پر ازدحام

منجمد ہو کر سیان طبقہ ہائے زمہریر
قطرہ افشان تا بخار ابر ہوں بن کر غمام

آب باران سے گذر کر تا منتشر ہو شعاع
انعکاسِ رنگ سے قوس قزح پائے نظام

تا حقیقت کے لئے لطفِ سخن ہووے مجاز
صنعتین پیدا ہوں اُس سے بامرام و بے مرام

تا کریں روشن معانی و بیان سحر بدیع
جن سے ایراد معانی ہو بہ تحسین الکلام

تا اَنْ و لَنْ کے اِذَنْ و کَیْ عامل ہیں مستقبل کو نصب
جازم فعل مضارع اِنْ و لَمْ لمّا و لام

تا کہ علم شعر ہو داخل یہ اوزانِ بحور
تا افاعیل و تفاعیل اس سے پائیں انقسام

اور زحافون کا عمل لیکر ردیف و قافیہ
گر عرب کا ہے عجم میں انکو دے موزون مقام

تا اطباء زمان کو ہووے علم طب کے ساتھ
غور نبض و فکر بحران فکر الوان قوام

تا خشن و حکاک لاذع رخوہ و ثاقب ثقیل
جب تلک امراض مہلک کا اطبا میں نام

کلیات خمسہ ہوں منطق میں ایسا غوجیا
یعنی جنس و فصل و نوع و خاصہ و عرض عام

تا ذی و فاعلی علت کو تا صورت کے ساتھ
علت غائی ہو دیویں اہل دانش انضمام

تا ریاضی و طبیعی سے بزور فلسفہ
فیلسوفان جہان علم و عمل میں لیویں کام

تا کہ بیت سعد اکبر ہوں فلک پہ قوس و حوت
تا کہ جوزا اور حمل میں شمس کو ہو احتشام

سنبلہ کو تا منجم کہوے ہے مثانہ عقیم
تا کہ ہو دست و بغل جوزا فلک پہ شادکام

حکم ہو بجا جیس کیوان کا سودان چین ہو جہر
تا کہ تیرہ ماہ روم و بلخ پہ رکھیں مقام

تا خراسان مہر کو بہرام کو ہو ملک عرب
ماوراء النہر پہ ناہید کو تا ہو قیام

تا کرے معلوم اصطرلاب سے اختر شناس
ارتفاع ہر ستارہ روز و شب یا صبح و شام

تا زحل کے ساتھ شکل عقلہ و انکیس کو
زائچے میں دیتے ہوں صاحب دل نسبت مدام

ہو وے دائر عرصۂ برزخ میں تا بحث حکیم
ہوں مذہب جبر اور تفویض میں اہل کلام

رد کریں تا دعوے رویت کو اہل اعتزال
اور ملاحد وسوسوں سے دین حق کو اتہام

محو ہو جب تک کہ جوگی شغل استدراج میں
سینہ و سر میں رکھے مرغ نفس کو اپنے تھام

تا کہ سالک مسلک تقوی میں کرتا ہو سلوک
تا رہے مجذوب مست بادۂ غفلت مدام

تا وجود پاک سے ابدال اور اوتاد کے
انتظام اہل عالم ہو وے عالم میں تمام

تا خراسان و عراق و زابل و نیمروز سے
نغمہ ریز فارس آباد ان کرے اپنے مقام

مدہم و پنچم کھرج گندھار و دھیوت او نکھاد
نغمۂ ہندی کا ہووے سات سر سے انتظام

تا کہ فروردی ایار و آب ایلول و ذیل
ماہ شمسی ہو مطابق ہر ولایت میں مدام

یارب اس کا رتبۂ عالی ہمیشہ ہو فزون
دولت اس کی ہو کنیز اقبال ہووے غلام

کون وہ یعنی محمد شاہ اکبر دین پناہ
نیک صورت نیک سیرت نیک طالع نیک نام

زور دینداری سے جس کی ہے دکھاتی خود بخود
بیخ و بنیان ضلال و کفر شکل انہدام

کیا تعجب ہے اگر اُس کے بہار فیض سے
گلشن گیتی ہو رشک روضۂ دار السلام

مرغزار عالم اُس کے فیض سے ہے بسکہ سبز
پائے ہے رنگ زمرد پارۂ سنگ رخام

کہکشان سے لے عصائے نقرئی پیر فلک
کرتا ہے وقت سواری شکل چاؤش اہتمام

لے شمیم خلق اُس سے گر تو ہو جائے ابھی
طبلۂ عطار کی صورت معطر ہر مشام

گلشن مدح و ثنائے اس کی ہے گلچین فکر
لا گل مضمون تازہ جلد بہر اشتمام

محترم یون ذات عالی سے ہے جمہور انام
حلقۂ تسبیح میں جوں سر برآوردہ امام

مائدہ اور من و سلوی کی کسے ہے احتیاج
مطبخ عالی سے تیرے سب کو پہنچے ہے طعام

تیرے وصفِ ناوک اندازی پہ تیر اندازِ فکر
مطلعِ برجستہ کو ہے لکھ کے دیتا انتظام

بر سرِ پرواز ہوں جب میرے شہبازِ سہام
جوششِ جسمِ عدو میں ہووے دم محبوسِ دام

دستِ دہقان میں فلاخن شعلۂ جوالہ ہو
لیں ترے برقِ غضب کا کشتِ اعدا پر جو نام

گر سحابِ قہر تیرا ہو تگرگ افشان تو ہو
حال اہلِ قاف وہ اے خسروِ عالی مقام

وادیِ بطحا میں جیسے بر سر اصحابِ فیل
معجزِ طیراً ابابیل آیا وقتِ انہزام

جنبشِ خامہ سے میرے سرد ہو برق جہاں
گر کروں شاہا رقم وصفِ سمندِ تیز گام

ترک تازی میں پڑی تھی اسکی شوخی پر نظر
ابلقِ چشمِ بتاں کی ہو گئی ترکی تمام

صفحۂ غبرا پہ کھائے نقطۂ رمال رشک
دیکھے نقشِ سُمِ جو اُس کا جلوہ گر وقتِ خرام

سرعتِ طی منازل کا لکھوں گر اسکے وصف
حال مستقبل کا داخل فعلِ ماضی میں ہو نام

عرصۂ چوگان میں جب اسکو بوقتِ معرکہ
لائے جولانی میں دیکر جنبشِ دستِ لگام

گاہ سر پٹکہ اُڑان اور گاہ بیٹھا پوئیہ
گاہ دلکی ایبیہ اور گاہ جائے شاہ گام

اور اشارہ ہو اگر اس قاف سے اُس قاف پر
اس طرح اُڑ جائے جوں مرغِ نظر بالائے بام

فیل کو تیرے شبِ یلدا تو کہتا ہے جہان
پر جو ہے نقشِ قدم اسکا وہی ماہِ تمام

یا سیہ خیمہ ہے لیلیٰ کا دیا ہے تھم کبھی
جانِ قیسِ تفتہ دل بنکر دھواں شکلِ غمام

حلقۂ زلفِ بتاں کب کھاتے ہیں یوں پیچ و تاب
جب اُٹھا خرطوم کو اپنے کرے ہے وہ سلام

منزلِ توصیف کو کیونکر تری طے کر سکے
دم کہاں میکِ خرد میں یہ خیال اسکا ہے خام

تہنیت کو ہے دعا پر ذوق کرتا مختصر
ہو مبارک تجکو با عیش و طربِ عیدِ صیام

جبکہ یوں بدخواہ وہ ناشاد اور غمگین رہیں
اور ہوا خواہوں کے دل ہو ویں ہمیشہ شادکام

قصیدہ نمبر ۵

صبحدم فکر جو تھا سیرِ فلک کا مشتاق
عرش پر اُڑ گیا اک آن میں مانندِ براق

چمک اس برق جہان کی ہو بیان کیا کہ اگر
اُفق طبع پہ دکھلائے فروغ اشراق

شعلۂ رنگ حنا کرکے اُڑا دیوے ابھی
قفس دل مین جو ہین بند طیور اشواق

رات مجھکو یہ فلک گردو تان سے لیکے گیا
کہ عقول عقلا کی بھی جہان طاقت طاق

فلسفی دہر کے جو جو تھے ہوئے مشائین
نور اشراق سے تھے ہوگئے سب اہل رواق

تھے سعادت سے جو سب برج فلک مالامال
بخت و دولت سے یہ لبریز تھا ہر قصر و وثاق

تھی تعجب کی نہ جا بار جلالت سے ہو گر
حرکت چرخ گرانبار کی قطبین پہ شاق

انجم ثابت و سیار سعادت سے بہم
یون نظر آئے کہ جون دست و بغل اہل وفاق

نجم ناہید لقب جس کا ہے رقاص فلک
تھا چپ و راست بآہنگ ہاے عشاق

بدر تقابل مین قمر پل مین نظر آتا ہلال
خدمت دائرہ داری مین تھا ہر رنگ سے طاق

اُسکا طنبور جو دیتا تھا سُرون کو بہتات
جرم خورشید سے ہوتی تھین شعاعین اشراق

تیر گردونکا خوشی سے تھا جو دل لہراتا
دیکھے ترتیب ثریا کو باجام ایاق

جلترنگ ایسی بجاتا تھا کہ سب وجد مین تھے
لعبتان فلکی صورت اہل اذواق

نظر آجاتا تھا گر اختر دمدار کوئی
دیتا مریخ دم تیغ سے اُسکو الحاق

ہاتھ پر مار کے جو رنگ کا اک پھرتی سے
دم مین تھا اپنے طپنچہ پہ چڑھا چقماق

جو چلا پارۂ تن اُس کا سوئے عالم خاک
یہ اُڑا اُسپہ تڑاقا وہ اُڑا اُسپہ تڑاق

سعد اکبر کہ جسے کہتے ہین قاضی فلک
حسن کو عشق سے دیتا تھا ہم ربط و وفاق

ہوتا زاہد بھی تھا آمادہ پے دامادی
زال دنیا کو جو تھا بیٹھ رہا دیکے طلاق

چرخ ہفتم پہ فلک ہے تو بطی الحرکت
عالم خاک مین یہ ہے تگ و دو کا مشتاق

نفخ تفریح سے پُرباد ہے گردون کا شکم
لیکن اسوقت مین تنقیہ بہت اسکے شاق

ہے جو ہر کوچہ مین آرائش نوبت خانہ
خالی آواز دمامہ سے نہو کوئی بہ رماق

یون جو آراستہ افلاک پہ ہو بزم طرب
گلشن عیش و طرب کیون نہ ہو بزم آفاق

آج وہ روزِ ہمایون ہے جسے کہتے ہین عید
بذلہ سنجی مین شگفتہ ہے دلِ اہلِ مذاق

بزمِ خسرو مین چل اے بار مُد بزمِ سخن
سب یہ کہتے ہین کہ تو نکتہ سرائی مین ہے طاق

تیرا قانون ترے پاس خطِ مسطر ہے
چھیڑ دے زابل و تبریز و خراسان و عراق

تیرے نغمے ترے مضمون ہین ہے تشبیہِ قلم
دم کشی پر ہے سرِ دست کمر بستہ و چاق

زمزمے مدح کے لکھ اُسکی جسے کہتے ہین سب
نائبِ ختمِ رُسل ظلِّ خدائے خلّاق

کون وہ یعنی شہنشاہ محمد اکبر
دستِ بخشش سے خجل جسکے ہے بحرِ آفاق

طبعِ وقّاد کی گر اُسکی رقم ہو توصیف
مہرہ اختر کا ہوا اور ماہ سے آئنے مہراق

نیرِ جاہ سے خورشید ہلال آسا ہے
کاہشِ رشک سے رکھتا ہوسِ استدقاق

عطر سے شیشۂ افلاک ہو دم مین لبریز
ہووے گر لخلخہ سا اُسکی نسیمِ اخلاق

خسرو ارات کو تھا منزلِ دلمین میرے
کاروانِ شہرِ سمرقند کا رکھتا اتراق

اُنکے خرجینون سے جُن جُن کے مین لایا ہون متاع
مدحِ حاضر کے لئے تیرے بصد استغراق

تو ہے وہ نسلِ خواقین بہ تتارِ آفاق
جسنے توران سے کیا ہند مین آکر قشلاق

گر ترا مہر طبیعت ہو بہ جوزائے غضب
زمہریر از پئے آرامِ جہان ہو ییلاق

گر نہ دے حکم تو پھر ابر کے سینہ مین کبھی
رحمتِ عام ہنو مایۂ ماءِ مہراق

تر زبان وصف مین سب ہین ترے طفلانِ نبات
دایۂ غیب سے پلواتا ہے شیرِ اشفاق

تیرے شیلانِ کرم پر ہے زمانہ مہمان
مہ و انجم سے فلک پر ہین مہیا اطباق

گر سبق لین نہ ترے فلسفۂ حکمت سے
اہلِ یونان پہ نہ ہووے حکما کا اطلاق

ہون نظر سے کبھی باہر نہ غوامض کے طیور
تیرے شہبازِ فراست کا ہے یہ استحقاق

درکِ امراض کرین جبکہ انامل تیرے
نبض آسا متحرک ہو رگِ سنگِ سماق

دیکھکر نجمِ سعادت کا ترے حسنِ طلوع
مادرِ شب پسرِ مہ کو کرے شرم سے عاق

تو جو محرابِ عبادت مین رکھے سر بسجود
طاقِ مسجد مین جھکے آکے سرِ غرّۂ طاق

پاس دین تیرا جو زنار کی جا ہے تبدیل
دوش گردون پہ خط منطقہ ہو خط نطاق

ہو گیا تیغ سیہ تاب سے ہے سرمہ گلو
دم نہ مارے گا ترے آگے حسود بقباق

رعب شمشیر ترا یون ہو سپر سے وہ چند
جیسے نقطہ سے کرین ایک کو دس اہل سیاق

ہو ترے فیض تکلم سے شفا عام تو ہو
زہر کی جا دہن مار مین پیدا تریاق

عدل نے تیرے کشہا دفع یہ کی خونریزی
فصد کی منع اطبا نے پئے رفع خناق

اللہ اللہ رے لشکر کا ترے خیل و حشم
ہم عدد جس سے نہ اوزبک ہو نہ ہمسر قلماق

تیرے دربار جلالت کے جو ہین مہر غضب
کہکشان کو ہین سر دوش لئے مثل چماق

اور ایک مطلع دلکش نے طبیعت سے مری
سبے ترے عدل کی تعریف مین پایا الصاق

اُٹھ گیا مدرسۂ دہر سے یہ شور و شقاق
زید سے عمر کے دلمین نہین باقی ہے نفاق

چرخ کے گنبد بے در مین رہین گے محبوس
دم نہ مارینگے مگر گونج کے شور و شلتاق

گر لکھون وصف ترے اسپ جہانگرد کا مین
دے فلک از پئے پامال قلم ہفت اوراق

تن مین اس طرح سے ہے اُسکے پھڑکتی شوخی
قفس تن مین ہو جون طائر جان عشاق

ماہی زیر زمین لوٹ کے ہو جائے کباب
جھاڑے گر سنگ پہ وہ نعل سے اپنے چقماق

وقت کو باندھ کے فتراک مین راکب اُسکا
چرخ پر دائرے کھینچا کرے مانند نطاق

اُس فلک سیر کو گلگشت مین گر تو شاہا
جودت طبع کی جنبش کا چھوا دے مطراق

یون اُڑے سوئے فلک جیسے تفریح شام
بوئے گل جائے تنفس مین دم استنشاق

کیا لکھون وصف ترے فیل فلک پیکر کا
کہ گرانبار ہی ہے اسکی تن البرز پہ شاق

عمر بھر مطبخ عالی مین رہا نعمت خان
صفت اطعمہ پر خام رہا جون اسحٰق

ہین ستارون کی بھی آنکھیں انھین ہاتھو نکو لگی
نور ہمت کا زمانہ مین جو ہے جام اتفاق

بر سر دشمن بد کیش بہنگام وغا
گر قشون ہو دے جلوریز بدشت قبچاق

تو عجب کیا ہے کہ اُس کشور برفانی مین
شعلۂ تیغ ستمگر یار ہو برقِ حرّاق

دل مرا ہوگیا اس وقت ہے وہ عالم نور
جس کی مشرق سے کرین نور معانی اشراق

کر دعا صدق ارادت سے کہ ہے وقتِ دُعا
کیون خموشی پہ کیا ذوقؔ زبان کو مشتاق

دوشِ گردون پہ ہوتا فرغل سنجاب غمام
سبزہ تا خاک پہ ہو پیرہن استبراق

دخترِ رز کو بہ سر محفلِ اہلِ تقوے
جب تلک سینۂ مینا مین رہے دردِ فراق

تجھکو آفاق مین ہووے رمضان بھی یہ عید
ہو ترے رویت دیدار پہ عیدِ آفاق

اور ترے نیّر اقبال کے آگے دشمن
یون رہے جلتے کہ ہو ماہ با ایام محاق

صفحۂ دہر سے پھر گردش افلاک اُسے
حرفِ باطل کی طرح دیوے جہان سے اڑاق

قصیدہ نمبر ۶

گردش مین چشمِ مست کی ہو دل مرا گرہ
اور کھولے ہائے دانہ کی یون آسیا گرہ

سینہ مین دل اگر نہ گرہ تھا تو کس لئے
ہر اشک میری آنکھ سے ہوکر گرا گرہ

اپنا دلِ گرفتہ چمن مین نہ وا ہوا
غنچہ ہزار جا پہ کھلا اور ہوا گرہ

چلتا نہین ہے پنجۂ مژگان کا کچھ عمل
ہے ایسی چشم ترسے بہم آشنا گرہ

قمری ہے لائی چاک گریبان چمن مین آہ
اے سروِ گل سے تو ہے سر بند تھا گرہ

ہون وہ گرفتہ دل کہ مژہ پر ہجوم اشک
ہوتا ہے شکل خوشۂ انگور آ گرہ

مین مجمر فنا مین ہون کیا دانۂ سپند
کھولے ہے کار بستہ کی میری صدا گرہ

بتصویر غنچہ ہون چمنِ روزگار مین
وا کر سکے گی میری بھلا کیا صبا گرہ

مر قد پہ میرے طرۂ شمشاد کی طرح
پھوٹے گی نخل شمع مین بھی جا بجا گرہ

آیا ہون مین سرشت مین لیکر گرفتگی
ہوونگے استخوان پہ گلوے ہما گرہ

رہویگا شکل دست حنا بستہ حشر تک
قاتل کے دست و دل مین مرا خونبہا گرہ

گر مین گرفتہ دل ہون تو جون دانۂ انار
محفل مین ہوگا خندۂ دندان نما گرہ

مین عکس اپنا دون تو ہو جوہر سے آئینہ
جون دام موج و شکل خط بوریا گرہ

عکس دل فسردہ سے میناے بزم مے
رہ جائے شکل دانۂ انگور کھا گرہ

یہ زہر غم چڑھا ہے کہ سبزہ بزیر زلف
سوجھے ہے یون کہ زہر کی تھی یہ بلا گرہ

مین دل گرفتہ آہ اگر کاروان مین ہون
حیرت سے اینٹھ کر ہو زبان درا گرہ

رو یا مین شکل شیشہ کبھی کھول کر نہ دل
میرے گلو مین گریہ ہمیشہ رہا گرہ

دل بستگی کا اپنے قلمبند کرکے حال
بازو پہ مرغ دل کے اگر دون لگا گرہ

کھائین کبوتران گرہ باز کی طرح
سینہ سے آنکر سر دوش ہوا گرہ

وہ دل گرفتہ ہون کہ اگر نکلے پاس سے
جون غنچہ ہو رہون بہ جبین صبا گرہ

پھیلاؤن گر شمیم مضامین کو ہند مین
ہو وے ختن مین نافۂ مشک خطا گرہ

رجعت سے نجم بد کی مری ماہی سپہر
خرچنگ بن کے بیٹھ رہے ایک جا گرہ

پیدا ہون سو گرہ اگر اک دل سے کھولئے
جون کو کنار و لالہ و تخم حنا گرہ

گھٹتا نا ماہ رو کا ہے کہتا کہ دیکھیو
قینچی کی طرح کترے ہے چرخ دوتا گرہ

ق

آہین تو کھینچین سینہ صد چاک سے بہت
کھلنی تھی میرے دل کی مگر کیا بھلا گرہ

سوزن کا رشتہ بن کے کھنچا جنتری مین آہ
ہے زیر پاے رشتہ بپا دوسرا گرہ

قطرون سے خون دل کے ہون سو سو گرہ عیان
ایک آبلہ سے دل کے جو کھولون ذرا گرہ

یہ عقدہ مثل ابروے خوبان کینہ جو
ہے ڈالتا بناخن عقدہ کشا گرہ

رمال قرعہ ڈالے جو اس عقدہ پر تو ہو
انگلی سے پوری پوری مین اسکی جدا گرہ

ہر قطرہ سرشک مرے روئے زرد پر
خاطر گرفتگی سے ہے جون کہربا گرہ

یارب وہ شانہ پاؤن کہان ہیچ دل سے آہ
دے کھول شکل عقدۂ زلف دوتا گرہ

وابستہ تار سوئے میان سے ہون نخلِ ناف
چشم کشادہ کار رکھے مجھسے کیا گرہ

نقطہ کی طرح مرکزِ گردش رہا صدا
مین تھا مگر بہ دائرۂ دیرپا گرہ

دل تھا گرہ خیال مین جو آکے عقل نے
یون کھولدی بناخنِ فکرِ رسا گرہ

اُس آفتاب پر تو نظر کر کہ جون تگرگ
پل بھر مین ایک زمانہ کی ہے کھولتا گرہ

وہ کون یعنی اکبرِ ثانی کہ جس نے وا
تیرے بھی کام دل سے ہے کی بارہا گرہ

گل کی گرہ بہار کرے گر صبا سے وا
وہ کھولدے دلون کی بہ فضلِ خدا گرہ

لایا ہون بہرِ نذر مین وہ دُرِّ آب دار
ہو جسکو دیکھ آپ دُرِ بے بہا گرہ

جون برق لکھ کے مطلعِ برجستہ خامہ نے
مطلع سے آفتاب کے دی ہے لگا گرہ

مہ طلعتون مین حسن سے کی تو نے وا گرہ
کیون میرے دل مین خالی سویدا رہا گرہ

کھلجائے نامِ پاک سے اک آن مین ابھی
گر ہووے کوہ مروہ و کوہ صفا گرہ

ہیبت سے تیرے نطق کے تبخالہ نکلے ہے
دعوے کے لب پہ آ سخنِ مدعا گرہ

جا ہے جو اُسکو آب فصاحت کرے روان
لکنت وہین زبان پہ دیوے لگا گرہ

تیرے سحابِ جود سے گلشن مین صبحدم
لے مشتِ زر ہے غنچۂ گل باندھتا گرہ

گر دل خنک کی جان فروبستہ کھنچ کے ہو
مابین کوہ قاف میانِ شتا گرہ

تو ناخنِ نگاہ سے مانندِ آفتاب
دے کھول دم مین دیکھ کے یہ ماجرا گرہ

کھولے ہین کاربستۂ عالم سے وانہ دار
تیری ہوائے لطف و سحابِ عطا گرہ

دست گرہ کشا نے ہے باقی کہان رکھی
جز تکمہ ہائے پیرہنِ اغنیا گرہ

البتہ دل مین غنچۂ پیکان کے ہے ترے
جانب سے حاسدونکے صباح و مسا گرہ

یا جو تری کمان نگارین مین ہے نمود
وہ ابروے نگار پہ ہے خوشنما گرہ

اک دم مین تیرے ناخنِ شمشیر سے ہون وا
ہین کاسہ سر جو حاسدون کے بروزِ وغا گرہ

تیرے فروغ نیرِ حشمت سے کیا عجب ... گر مہر ہو سمٹ کے بہ شکل سہا گرہ

اللہ رے تیری قوت بازو کہ مثل گو ... چوگان کے آگے کوہ کو ہے جاننا گرہ

تو چاہے گر تو دامن ساحل مین بحر کو ... دونو طرف سے کھینچ کے دیوے لگا گرہ

پنجہ سے تیرے مہر کے گردون پہ ہر سحر ... کھلجاتی ہے ستارون کی لا انتہا گرہ

منقار ماکیان کی طرح ناخنِ ہلال ... ہے بیضۂ فلک کی سدا کھولتا گرہ

لاے جو شعلہ حرفِ شرارت زبان پر ... تاثیرِ عدل سے ہو تری لب پہ آ گرہ

اللہ رے بیم عدل کہ خون زمانہ مین ... دشنہ بھی رکھے کرکے جبین پر اپنا گرہ

زلفون کے دام جیسے حسینان نازنین ... ہین ڈالدیتے دیکے بسوے قفا گرہ ق

مارِ سیہ کے سر مین اسی طرح زہرِ مار ... ہوویگا مثل مہرۂ مار ایک جا گرہ

انجم سے تیری سالگرہ کے لئے فلک ... ہر سال کہکشان مین ہے دیتا لگا گرہ

توسن ترا زمین پہ جو کاوے کا ڈالے نقش ... سمجھین کہ بیٹھا مار کے ہے اژدہا گرہ

جولان پہ اپنے آئے تو جون جنبش صبا ... غنچون کی کھولے باغ مین وہ بادپا گرہ

دامان ابر تر پہ وہ پاتا ہے برق نام ... اُسکا شرارِ نعل جو دے ہے اُڑا گرہ

گر اُسکی گردِ سم سے بمیدانِ کارزار ... ہو گردباد دامنِ صحرا مین لگا گرہ

لائے اُڑا کے تو اسے از شرق تا بہ غرب ... کھلنے نہ پاسے پایان بہ جبین ہوا گرہ

رفعت پہ تیرے فیل کی طبعِ رسا نے رات ... پھینکا کمندِ وہم کو جو کرکے وا گرہ

آیا نظر کہ صفحۂ چشمِ زمانہ مین ... اک نقطۂ مشک ناب کا ہے ہو رہا گرہ

ہے بسکہ رکھتا عقدہ کشائی کا دلمین شوق ... دیکھا جو نیشکر مین کہ ہین جابجا گرہ

کرتا ہے اشتہا اُسے دندان سے وہ فقط ... اس واسطے کہ اُسکی بھی ہو دل کی وا گرہ

سلکِ گہر سخن مین دلا صبح تا بہ شام ... جون سبحہ دیگا بیٹھا ہوا تا کجا گرہ

ہو اگر لبِ سوال بدرگاہ ذوالجلال ... تا رہ نجائے سینہ مین دل کی دعا گرہ

غلطان بزیرِ گنبدِ گردون ہوا کرے
بن بن کے تا زمانہ کی صبح و مسا گرہ

تا چرخِ واژگون پہ سرِ شاخ کہکشان
ہو خوشہ وار عقدِ ثریا سدا گرہ

میدان ہو تا سپہر کا اور گوے ماہ و مہر
اور دو رسہ سے ہو ذنب و راس تا گرہ

تا دل گرفتگی سے زمانہ کی بزم مین
ہر دم گلوے شیشہ مین ہو قہقہا گرہ

حبِ نبات کو پڑے درد مریضِ عشق
تا دین بجال لبِ بتِ شیرین ادا گرہ

جب تک شمیم کاکلِ پیچان کے رشک سے
نافہ مین ہووے مشکِ ختن بے خطا گرہ

ہر سال تجکو جشن مبارک ہو خسروا
اور مشکلاتِ خلق کی ہون اُس سے وا گرہ

ہر تیرے مدعی کی نہ وا ہووے جون حباب
ہر گز محیطِ دہر مین غیر از فنا گرہ

قصیدہ نمبر

قلم جو صفحۂ کاغذ پہ ہووے نکتہ نگار
تو اپنے نقش مٹا دین جہان کے جادوگار

سخنورون نے جو باندھے سخن کے ہین نیرنگ
زبان سے اُسکی ہے وابستہ اُنکے سب اسرار

سوار توسنِ دست روان پہ ہوکے یہ جب
کرے قلمروِ معنی کو دم مین باجگزار

جو شاخِ سدرہ پہ بیٹھا ہو طائرِ مضمون
تو اُڑکے صورتِ شاہین کرے یہ اسکو شکار

زبانِ تیغِ نگہ سے لیا فسون شاید
کہ اِس پہ اُڑکے مضامین ہین کرتے جی کو نثار

ہین دست بستہ کھڑے جا بجا ہون باندھون جسکو
کہ لفظ و معنی و مضمون ہین بے شمار و قطار

ہے کرتی کام جہان جاکے اُسکی نوکِ زبان
قلم و بیرِ فلک کا ہے وان پڑا بے کار

سخن زبان پہ ہے آیدِ نگاہِ دل دل پر
کہ سو ہین دل تو ہر اک کی ہے اپنی اپنی بہار

سخن شناس سخن دیکھکر یہ کہتے ہین
کہ جو گہر ہے وہی اسمین ہے دُرِ شہوار

کہرون مین اُسکو نگر کیا کہ مشتری نہ رہے
متاعِ بخت کو بیچون جو مین تو کس بازار

شراب درد سے دل ہو گیا ہے مست ایسا ۔۔۔ کہ شامِ روزِ جزا تک نہ جسکا اُترے خمار
بنائے ناوکِ تقدیر خاک تو وہ جسے ۔۔۔ بچا سکے اُسے کیا خاک بلبلے کا حصار
ہزار وردا سے بیدردیِ زمانہ دکھائے ۔۔۔ زبان پہ لایا نہ لائیگا شکوہ یہ زنہار

ق

مین لایا سینہ مین تھا دل کی جا پہ آئینہ ۔۔۔ کہ اہلِ دل اسے سمجھین گے مطلع الانوار
سو اُس کو توڑا ہے لوگون نے سنگ پارا سے ۔۔۔ مین کہتا تھا کہ گہر بار ہون گے یا گلبار
صفا کا اُسکے اک ادنے سا وصف یہ دیکھو ۔۔۔ غبارِ غیر کی خاطر مین ہو تو اِسپہ ہے بار
مین آبگینہ کے آگے ہون آپ شرمندہ ۔۔۔ کہ ایک بات سے پڑتے ہین بال اسمین ہزار
مگر تردد ایام کیون کرون اے چرخ ۔۔۔ نہین رہا تری گردش سے کچھ مجھے سروکار
لے آیا حسن مقدر اُس آستان پہ مجھے ۔۔۔ کہ سجدہ کرتے ہین جھک جھک کے جسپہ لیل و نہار
سحابِ جود سے اُسکے زمانہ ہے گلشن ۔۔۔ نہال ابرِ کرم اُسکے ہین صغار و کبار
یہ سن کے مجھ سے کہا طبع نے کہ اے نادان ۔۔۔ کچھ اُسکے نام کی تصریح بھی تو ہے درکار
ہے اُسکے نام کا لینا بھی یون تو بے ادبی ۔۔۔ کہ چشمہ پاس نہ دریا نہ ابرِ دریا بار
سو مین زبان کو گیا لے کے دھلکے دریا مین ۔۔۔ مذاقِ آبِ گہر مین ہلا لیا کئی بار
اور اُسکے بعد ہون کہتا کہ نامِ پاک ہے وہ ۔۔۔ جسے نمازون مین لیتے ہین سب پکار پکار
خدا کا سایہ ہے اور نائب رسولِ خدا ۔۔۔ محمد اکبرِ عالم نواز و عرش وقار
ملک صفات و فرشتہ سیر ولی خصلت ۔۔۔ بدین پناہ و بدل دولت و بتیغ انوار
خدا شناس و طریقت نما حقیقت بین ۔۔۔ بدست جود ہے دریا بہ تمکنت کہسار
نہ حقِ وصف ہو اُسکا ادا کبھی لب سے ۔۔۔ زبان بہر سرِ مو آکے گر کرے گفتار
ہوا ہون لیکے مین حاضر یہ تہنیت کے پھول ۔۔۔ کہ اور پاس نہ رکھتا تھا کچھ برائے نثار
شہا ہے آج اُسی شاہزادہ کی شادی ۔۔۔ جہان مین جو ہے جہانگیر شاہ نیک اطوار
وہ شاہزادہ ہے پر ہے ابھی سے شاہ نشان ۔۔۔ وہ شاہزادہ جوان ہے ولے کہن کردار

پڑھون حضور مین اک مطلع دعائیہ — قبول جس سے دعائین ہون بر سرِ دربار

شہا دعا ہے خدا سے یہی مری ہر بار
کہ شادمان ہون شبستان مین تیرے لیل و نہار

شکوہِ شادی شہزادہ کس زبان سے کہون — کہ جون شگاف قلم بند ہین لبِ اظہار
جو لکھنے بیٹھا مین ساچق کا وصفِ آرائش — تو نکلا خامہ سے جو حرف تھا خطِ گلزار
یکایک اُترین پرستان سے آنکر پریان — ہوئین جو تختِ ہوائی پہ ناچنے کو سوار
ہجومِ عیش و طرب اسقدر زمین پہ ہوا — دبیرِ چرخ سے بھی ہو سکا نہ اُسکا شمار
یہ لعبتانِ فلک پر ہوا خوشی کا جوش — سہاگ گانے لگی زہرہ بن کے موسیقار
شبِ برات کی وہ روشنی کہ صلِّ علےٰ — ہو روزِ عید اگر آئے سامنے شبِ تار
جو پتلیون پہ ہوئی روشنی تو شور اُٹھا — فلک نے کھینچی زمین پر ستارون کی دیوار
دیا ہے لایا ارسطو طلسم یونان سے — کھلایا ستہ سکندر مین چین کا گلزار
لگے ستارونکو جب آگ دینے آتشباز — تو بولے اہلِ نظر دیکھنا ہے طرفہ بہار
یہ دینگے آگ کا دانہ جب اپنے مورون کو — تو آکے ہووینگے طاؤس خلد انپہ نثار
جب اک طرف کو لگی جگمگانے چادرِ گنج — زمین پہ سب کو نظر آئی آسمان کی بہار
ہمارے کانون کے پردے تو اُڑ گئے اُسدم — پٹاخے کرنے لگے چھٹکے جب بہم تکرار
پکارے سب کہ قواعد ہے فوج مین شاید — کہ فیر اُڑ رہے ہر صف مین ہین قطار قطار
عجب تماشا ہوا پتلیون کو جب دی آگ — کہ ناچنے لگے ملکر ثوابت و سیار
ہوائی کہتی بھی جا کر شہابِ ثاقب سے — کہ تو زیادہ ہے یا مین فزون ہون آتشبار
ہین ابرِ طور سے برسے زمین پہ نور کے پھول — زمین تو تودۂ گل ہے گی آسمان گلبار
اب اس دعا پہ قصیدہ کو ختم کرتا ہے ذوق — کہ دوست تیرے سرافراز اور عدو ہون خوار
پہ اس ہوس کی ابھی چھُٹ رہی ہے بیتابی — قلم مین سالِ عروسی کا پھول دیدے بہار

اسی خیال میں تھا دیکھتا خدا کی طرف
کہے خوشی فکرت نے وا لبِ گفتار
کہ سرِ لبستہ سے شادیٔ فرزند
مبارک آپکو ہوا ے شۂ سپہر وقار

جو ہو دین اُسکے ہوا خواہ وہ رہین سرسبز
ہون اُسکے دشمنِ بدکیش خالدًا فی النار

قصیدہ نمبر ۸

اُفق دلپہ مرے عیش و طرب دونون ہم
آج یون آئے سحر جیسے دو پیکر توام

ایک کا ایک سے وہ ربط سخن تھا گویا
دو لب یار ہین یا حضرتِ عیسےٰ ہمدم

روشِ ناز پہ ہمدوش تھے یون جیسے کبھی
لام الف لکھتا تھا اسلام کا یاقوت رقم

یا تھے دو مصرع مربوط بہم دست و بغل
یا کہ سیوند تھے دو نخلِ گلستانِ ارم

ملکے دو تارِ نظر ایک ہوے تھے دونون
یا وہ اک بینی کے دو پردے تھے باہم ہمدم

دونون پیچیدہ بہم ایسے سیہ مستی مین
کوئی مشاطہ بھی یون گوندھے نہ جعدِ پرخم

ایک معنی کے وہ لفظ مترادف تھے دو
ایک مضمون کے دو فقرے تھے مگر مستحکم

تھے جڑے دو دُرِ شہوار کہ ہرگز نہ ملین
ابرِ نیسان سے گرین لاکھ اگر قطرۂ یم

ایسے تھے دونون وہ یکدل کہ دو قالب یکجان
یک زبان دونون وہ اسطرح کہ جون چاکِ قلم

آگئے لپٹے ہوے یون عالمِ سرشاری مین
نالۂ زیر کے ہمراہ ہو جون نالۂ بم

مین سے پوچھا جو سبب اُن کے بہم ہونے کا
تو یہ ہاتف نے کہا غیب سے ہو کر ملہم

کیا ہمضمون کے دلِ تنگ مین معنی ہون تہنگ
جب ہے معلوم تو پھر بات رہے کیون مبہم

آج اُس شاہ کے فرزند کی ہے شادی جسکی
کہ شجاعت مین وہ رستم ہے سخا مین حاتم

کون وہ ظلِ خدا شاہ محمد اکبر
جس کی ہمت سے ہون دریوزہ گر ابابِ ہمم

شاہ کا پوچھو جو فرزند تو شہزادہ سلیم
ہو سلامت رہے اُسکی بسلامت منضم

اس لئے عیش و طرب مثل قران السعدین
مشفق ہو گئے پئے تہنیت آئے اُسدم

یمن اس عقد نے بخشا ہے جہان کو ایسا
جو گرہ آج لگائین سو ہے لگتی محکم

آج وہ دن ہے مبارک کہ ابھی لائے ثمر
دو درختون کو جو پیوند لگائین باہم

دیتا شگلون مین ہے پیوند بدیہ الانتاج
یہ قلم سمجھے نہ تہذیب نہ جانے سلّم

بزم عشرت کی طرف کرتا ہے جو نظارہ
پڑھتا یہ مطلع رنگین ہے وہ ہو کر خرم

ہے اُٹھا عیش کا طوفان لب ساحل یم
زمزمہ موج کا بربط ہے ہوا ہے ہمدم

گٹکری کا سا ہے لچھا یہ گلوئے مینا
ہچکیاں قلقل مینا جو ہے لیتی پیہم

لوگے جس ساز خدا ساز کو آغوش مین آج
تار چھیڑو گے کھرج کا تو سنو گے پنچم

اثر نغمۂ شیرین سے جہان بھول گیا
کہ سوا راگ کے سم کے ہے کوئی اور بھی سم

جن مزامیر کو ہم سنتے تھے واعظ سے حرام
وجد مین آئین سنین آج گر آہوئے حرم

تار طنبور ہی آج رگ سنگ صفا
ہے زبان زمزمہ سنجی کرے موج زمزم

ہین کچھ دور کہ تبدیل ہو کعبہ کا لباس
تا کہ دکھلائی نہ دے صورت اہل ماتم

دھوم اس شادی کی یہ ہے کہ منڈھے کیصوت
چھا گیا گلشن آفاق یہ ہے ابر کرم

وقعہ شادی کا ہے اس رنگ سے تحریر ہوا
کہ جوانان چمن آئین جو مل کر باہم

شاخ گل پہنے کلائی مین کلی کا کنگنا
بند و جوڑے پہ بسنت اپنا دکھائے عالم

عطر دانین گل نرگس وہ بھرے عطر سہاگ
عارے گل بھرنے لگین بلبل بینا سکیوم

بل بے تیاری پوشاک کہ چرخ اطلس
لایا اطلس جو لگانے تو ہیسان ہی کلی کم

یہ خیاطہ کی ہے جلدی کہ کھلا جاتا ہے
شکم کرم بریشم ہی مین تار ریشم

یہ چڑھاوے کی ہے کثرت کہ چڑھے ہے ہر صبح
ہو گدگی پر گل داؤدی کے ہیرے شبنم

اللہ اللہ رے نوشہ ترا عالی رتبہ
جس کی اُنگلی مین پہنائیگا سلیمان خاتم

ہوئی نوبت کی یہ نوبت کہ سحر اُسکی شکور
گوش افلاک سے بھرتی ہے سوا گوش اصم

نے قلیان کو بھی گر منہ سے لگاتا ہے کوئی
تو وہ بھرتی ہے ہم آوازی شہنائیکا دم

پہنچا یہ طنطنۂ کوس کا گردون پہ دماغ
کہ نہین رکھتا سر دے رہین اپنا قدم

آتی اس طرح سے پیہم ہے جلاجل کی صدا
کہ پریزاد ہے آتی کوئی کرتی چھم چھم

کہتا ہر دم ہے یہ نقارچی پیر فلک
کہ تھا مدت سے دمامہ کا مرے پھولا شکم

سارے ارمان نکالو لگا وہ اس شادی مین
اسکے سینہ سے جو نکلین گے باوازہ بم

جو گھڑے روپے کے اور سونے کی ٹھلیان تھین
صف بہ صف دیکھ کے اُنکو یہ پکارا عالم

ہے یہ سلک در شہوار بگوش بہجت
یا کہ ہنستی ہے خوشی دانت نکالے پیہم

ہر سبو پے یہ یہ جوبن ہے کہ جیسے کوئی شوخ
اپنے اُبھرے ہوئے پستان پہ چڑھا دے محرم

دیکھ نقلونکو سبو چون مین یہ حیران ہے خلق
کہ بھرے موتیون سے کیونکہ حباب لب یم

ایسے شیرین کہ اگر رکھے زبان پران کو
وصف شیرین سخنی پائے زبان ابکم

کرون تحریر جو رنگت کو حنا بندی کی
شاخ گل مہندی ہو پھولون سے ابھی میرا قلم

ہوے روشن جو کنول شکل رخ آتشناک
تو لٹین اُنپہ دھوئین کی ہوئین زلفین برہم

کاغذ زرد کے پھولونین یہ گل کرتے تھے
آگیا تھا گل صد برگ کا پھر کر موسم

نخل آرائش اگر دیکھو تو ایسے دلکش
نوجوانان چمن جیسے بصد ناز و نعم

بیاہ کی شب وہ تجمل تھا کہ اللہ اللہ
کہتا تھا دیدۂ انجم سے یہ گردون ہر دم

سچ کہو کہتے ہو نظارہ جہانکا جب سے
کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا تھین آنکھونکی قسم

دیکھے دولہا کے نہین دست حنا بستہ بھی
ورنہ مٹھی کا ابھی غنچہ کے کھل جاتا بھرم

منہ پہ نوشاہ کے یون سہرۂ زرتار کی زیب
روے خورشید پہ جون خط شعاعی کی جھلم

ہوا شبدیز فلک سیر پہ دولہا جو سوار
رونمانے صدقہ کیا اشہب و شبرنگ بہم

وصف مین اُسکے پڑھون کیونکہ اک مطلع مین
توسنِ طبع نے اب تیز نکالا ہے قلم

یار ہمدم نہین لیکن ہے وہ نسلِ آدم
ہے وہ اُس نسل مین جس اصل مین رخشِ رستم

رمزِ راکب سے یہ آگاہ وہ صرصر رفتار
گذرے گر دلمین توقف تو وہین جائے تھم

ہے تو وہ حور شمائل نہین پر زادۂ حور
خوے آدم ہے و لیکن نہین نسلِ آدم

چادرین بچھا مہتاب کی ہے بسکہ فلک
چاہئے اسکو زمین پر نہ گلیم و نہ گلم

نور کے قطرے فلک سے ہین زمین پر برسے
چھوٹے گنج ستارون کے کہان ہین بہم

سر اُٹھایا یہ ہوائی نے ہے آخر کہ ہُوا
شعلۂ اُسکا علمِ کاہکشان کا پرچم

ہتھنیان چھوٹی ہین اس رنگ سے نافرمانکی
جیسے رکھے ہون تراشے ہوئے جامِ سلیم

ہاتھی لڑتے نہ سمجھنا یلِ عشرت نے بزور
سر کو دو کوہ کے ٹکرایا ہے مانندِ خصم

نخل پھولا ہوا دم بھر مین نخل آتا ہے
ہے انارون مین اچنبھے کا تماشا عالم

چھوٹے گھن چکر اس انداز سے کھا کر چکر
چرخ مین آیا جسے دیکھ کے گردون دژم

پھولین کیونکر نہ چمک کر گلِ آتشبازی
شاخ صحنِ گل کی قلم بنگئی شورے کی قلم

جھاڑ ابرک کے نہین چادرِ مہتاب کے ہین
جڑ تلک لپٹے ہوئے نخلِ گلستانِ ارم

شجرِ طور کا جون وادیِ ایمن مین ہو نور
شمع ابرک کے کنول مین ہے دکھاتی عالم

ہین جو سرگرمیِ شادی کے فتیلے روشن
تاب کیا خانۂ گیتی مین رہے سایۂ غم

باندھے سو شعلۂ فندق بسرِ انگشت
پنجۂ شاخون کو کھوین نہ کبھی دستِ صنم

کھولا مصحف تو زہے مین کہ سرِ لوحِ ورق
اسمِ اعظم تھا عیان خطِ شعاعی سے رقم

رونمائی پہ لگی رشک سے زہرہ گانے
غیرت از چشم کستم روئے تو دیدن ندہم

ایسے شادی کے تجمل کو لکھے کیا کوئی
وہ سہم ہے جسکی گئی تا سرِ ہفتم طارم

[illegible] ہے توسنِ خامہ کی عنان پھیرین
مدحِ اکبر شہِ ثانی کرون پھر زیبِ رقم

جس کے باعث سے منور ہے چراغِ خورشید
جس کی دولت سے ہے آراستہ بزمِ عالم

اُسکے دینداری کے نقارہ کی اللہ رے صدا
از عجم تا بہ عرب اور ز عرب تا بہ عجم

جس پوچھو کہ تو آگہ ہے کہیگا کہ بلے
انت تعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم

مدح مین اُسکی رقم کرتا ہون ایک تازہ غزل
کہ غزل خوان ہے ہر ایک آج بجانِ خرم

تو ہے وہ ابرِ سخا تو ہے وہ دریائے کرم
جس مین ہون فلس کی جا کیسۂ ماہی پہ درم

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب
مشکِ سودہ کرے ہر زخم پہ کارِ مرہم

پہنچی ہے روحِ عدو سہم کے ناوک سے ترے
مثل آہوئے رمیدہ سرِ صحرائے عدم

تیرا خنجر ہے نہنگ ایسا کہ غرق ہر آب
تیری شمشیر وہ اژدر ہے کہ ہے آتش دم

حق مین اعدا کے ترا تیر ہے پیغامِ قضا
اور ترا جوہرِ شمشیر قضائے مبرم

توڑے دل شیشہ کا ہرگز نہ ترے عہد مین سنگ
رحم کھا دے کہ لیا اُسنے مرے گھر مین جنم

تیرے انصاف کا پرتو ہے جو عالم پہ محیط
تو نہ پایا ہے نہ پائین گے فروغ اہلِ ستم

روبروئے بچۂ آہو کے نہ روشن ہو چراغ
ڈالے روغن کی جگہ اُسمین جو پیہ ضیغم

ق
گلشن مدح مین دے تیرے ترا ذوق لگا
خرمن گل کی جگہ تازہ مضامین کا اٹم

پر یہ سمجھا کہ ہے جز کرتا دلالت کل پر
کہکے اک شمہ تری وصف کا آئینک شمیم

یہ دعا کرتا ہے دل سے کہ مبارک ہو تجھے
شادی وصلتِ فرزند بصد جاہ و حشم

ہون شبستان مین ترے دست و بغل عیش و طرب
گھر مین حاسد کے دل آشوب رہین محنت و غم

قصیدہ نمبر ۹

دل کہ اس دہر مین ہے گرسنۂ نازِ بتان
نم تیغ اسکو غنیمت ہے کہ دیکھا لبِ نان

ہون وہ لب تشنہ کہ مین دامنِ دریا سمجھون
برقِ پُر سوز کا ہاتھ آئے جو طرفِ دامان

وہ خنک دل ہون کہ جسکے نفسِ سرد سے آہ
دم مین یخ بستہ ہو سر چشمۂ مہرِ رخشان

مین ہون وہ شعلۂ جوالہ بزیرِ گردون
کہ اگر دل کو قرار آئے تو جگر مین ہو جان

مین وہ مجنونِ جگر تفتہ ہون جسکے دمِ فصد
ہر بنِ مو سے عوض خون کے نکلتا ہے دھوان

چشمِ سوزن سے نہ لو سلسلۂ زنجیر کا تم
دلِ وحشت زدہ ہے لاغرِ بے تاب و توان

ہون وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو
دستگیر آ کے عصائے مژۂ مور چگان

ہون وہ تصویر سرِ صفحۂ عالم جس پر
مو قلم وو تو کرے کارِ سنان و پیکان

دل گرفتہ ہون وہ مین دہر مین مانندِ انار
اک گرہ وا ہو تو صد گرہ ہو اندر دامان

ہون وہ فرسودۂ غم جسکے بچشمِ بینش
کرتا سروِ چمنِ دہر ہے کارِ سوہان

قطرۂ شبنم کا ہو گل پر تو مری نظرون مین
سنگِ حسرت ہو کر رکھتا ہون بزیرِ دندان

مین وہ ہون کشت کہ بیگانہ ہے سبزہ جس سے
اور اگر ہے تو ہے آغشتۂ زہرِ آب سنان

فلکِ سیر کے نیچے ہون مین تلوار کا کھیت
آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مرے جان

ہون وہ خود رفتہ کہ جون عمرِ تلف کردہ مجھے
حشر تک ڈھونڈین تو ممکن نہین ہاتھ آئے نشان

ماہِ نخشب کی طرح ہوتا عیان ہون سرِ کوہ
اور ابھی پل مین جو دیکھو تو عیان ہون نہان

ہون وہ سرگشتہ کہ گر ساقی و ساغر چاہون
حلقۂ دورِ فلاخن ہو بدستِ دہقان

اس گلستان کی روش پر گل بادی ہون مین
نہ ادھر ہون نہ اُدھر ہون نہ وہان ہون نہ یہان

دل نے لیمو سے کیا رنگِ طلا کا روشن
ترش روئی سے رخِ زرد ہے میرا تابان

مین وہ گردش زدۂ دہر ہون جسکا پسِ مرگ
سنگِ تعویذ بھی جگر مین ہے مانندِ فسان

مین وہ ہون بسمل دلِ خون شدہ جسکے خون مین
تیغِ قاتل روشِ کشتی دریا ہو روان

اشکِ خونین ہے مرا آتشِ یاقوت مین
گرچہ ہون آب مین لیکن ہون ہمیشہ سوزان

طفل اُڑا جاتا ہے جل جل کے جو ہے آگ مرا
طائرِ رنگِ حنا بن کے ہوا ہون پران

طفلِ معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات
کہ یہی لب مرا خندان ہے یہی ہے گریان

وہ سیہ بخت ہون مین خاک نے جس کی اکسیر
ہے سیہ کر دیا آئینۂ چرخِ گردان

مین وہ بیمار ہون مایوسِ شفا جس کے لیئے
دمِ عیسیٰ نے کیا کارِ نفوسِ ثعبان

اُٹھ سکا سر نہ مرا مزرعۂ گیتی مین ذرا
دل رہا دانۂ روئیدہ تہِ سنگِ گران

شرحِ جانسوز سے میری نئے قلیان کی طرح
کیا عجب نائے قلم سے جو نکل آئے دھوان

دلِ مایوس یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ حزن
یون لگی کہنے کہ بے فائدہ کیون آہ و فغان

پھر تو کر عرض کہ مداح ہے کس شاہ کا تو
دیکھ وہ ابرِ کرم قلزمِ جود و احسان

وہ شہنشاہ کہ جشن اُسکا ہے افلاک کی سیر
سنتے ہی ہوش ہین تو کرتے ہین ستارے افشان

ماہِ گردون پہ ہے اور آکے زمین پر مہتاب
کثرتِ عیش سے دریا مین ہے شب کے رقصان

سُن کے یہ مژدۂ جان بخش ہر ایک کو یانتک
شوقِ نظارہ ہوا عام ہو گلزارِ جہان

دیکھتا ہون کہ سرِ شاخ شگوفہ کاسۂ چشم
رخِ نظارگیان پر ہے بنا نرگس دان

آج عالم کا ہے دل شاد کہ جون عالمِ نور
جلوہ گر ہے سرِ اورنگ بصد شوکت و شان

ماہِ فرخندہ لقب شاہ محمد اکبر
تاجِ شاہانِ زمان فخرِ سلاطینِ جہان

دیکھا ہے دولت و صولت کا جو اُسکے اقبال
دہرِ سرکش کا بھی قد ہوگیا خم مثلِ کمان

مدحِ حاضر کے لئے حاضرِ دربار ہو ذوق
تو ہے خاقانیٔ ہند اور وہ ہے خاقانِ زمان

پوچھ لو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہان
گر ہے کچھ وزن تو آجائے بسوئے میزان

تیرے جلوہ کی تجلّی نے جو روشن کیا دل
ہو گیا شمع مرے سینہ مین تارِ رگِ جان

آستین اپنی ہلا دے جو ترا دستِ کرم
ہر شکن سے ہو عیان لجۂ بحرِ عمّان

کیون نہ اربابِ ہمم ہون تری ہمت کے غلام
حق یہی ہے کہ الانسان عبید الاحسان

آگے دریا ترے خود کھولے ہے لب کا سوال
کھولے کس منہ سے کہ تجھ ہی سے ہے رکھتا مرجان

سرخ رو ہی ترے حاسد کو جگر خواری ہے
تیر کے بال سے ہے تیز ترا اسکو رگِ پان

کانپتے مین ترے ہیبت سے پلنگ و نہنگ
خنجر و بر پر ہے تری تیغ کی برّش یکسان

ہے زرہ پوش اسی واسطے ماہی تہِ آب
سے پہنے جوشن ہے نیستان مین ہر اک شیرِ ژیان

تیغِ ہندی تو کمر مین ہے پر ایک اک جوہر
رکھتا ور زیرِ نگین ہے صفحاتِ صفہان

کوہ پر بیٹھ کے یون بیٹھے بہ پشتِ ماہی
جیسے ابروے بتان ہوتے آئینہ عیان

ترے خنجر کو ملا شہپرِ قدرت سے ہے زور
مرغِ دل سینون سے جون زاغ و زغن ہین پران

تیرِ ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا
طائرِ قبلہ نما خاک کرے گا طیران

آتشِ قہر کی ہیبت سے تری نارِ سعیر
رکھتی شعلہ سے ہے انگشت بزیرِ دندان

گنبدِ چرخ ہوا کلبۂ پر دود اُسے
روح کو سینۂ حاسد مین بجا ہے خفقان

تیرا فرمان تھا کہ فرمان بر دولت کے سوا
ہووے اک برگ نہ پیدا یہ گلستانِ جہان

ہوے یہ سنکر اقبال ترے ناپیدا
کہ چمن مین نہین اُگتا ہے گلِ نافرمان

ترے مہتابِ کرم سے جو سرِ قلزمِ قہر
پردۂ نور مین اُبلا ہے تنورِ طوفان

عدل نے تیرے دکھائے ہین بہم آتش و آب
آب آئینہ مین روشن ہے رخِ برق وشان

دلِ افگار کا ہے سودۂ الماس علاج
سنگ ہے سنگِ جراحت پہ سرِ زخمِ جہان

تیری تاثیرِ تربیت نے دیا ہے تریاک
ورنہ تھا زہر دلون کو خطِ سبزِ جوان

اُفقِ صبح سے کافور کا لیکر مرہم
رکھتا مہتاب ہے بر سینۂ صد چاکِ کتان

سرزنش عہد نے کی تیری یہانتک معدوم
کہ نظر آتا نہین دشت مین کانٹو نکا نشان

بے علف ناقۂ لیلے ہے مگر قیسِ غریب
نہین دیتا ہے ضیافت سرِ خارِ مژگان

خسروا تیری توانائی اقبال سے آج
ناتوانون کو ہوئی دہر مین یہ تاب و توان

مور کا سلسلۂ نقشِ قدم گر ہے کہین
اپنے حلقہ مین جکڑ لیتا ہے صد پیل دمان

آگے جلوہ کے ترے پرتوِ خورشید ہے گرد
آگے رتبہ کے ترے خاک ہے جرمِ کیوان

سمت قبلہ پہ ہے ابر آیا سر دوش ہوا / خم خم پہ آج چلے جام نہ اُٹھے رمیان

اس کی مستک پہ سپر اور وہ نگار خرطوم / کرین آنکھون پہ رقم قوس قزح کا عنوان

اور اگر یہ نہین مضمون تو کسی جھوش کی / زلف پر گل ہے دیا کاکل عنبر افشان

اُس کے دندان پہ سین غور سے دیکھا ہے / کشور زنگ مین آئے ہین فرنگی بچگان

کیا لکھون آگے ترا وصف کہ منھ مین میرے / پاس آداب سے جون شعلہ زبان ہے لرزان

ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب ذوق / کہ زبان کو بس اب آگے نہین یارا بیان

تجھکو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال / نقل ہو پیر تری بخت رہین تیرے جوان

جو دعا گو ہین ترے ان کی دعائین ہون قبول / صبح جشن طرب افزا مین ہو دائم خندان

اور بزنگ شب دیجور ترے سب بدخواہ
رو سیہ کل عالم مین ہون جون ماتمیان

خسروا جلوہ ترا عید طرب افزائے جہان / کہئے دیکھ کے ہو عید بھی قربان قربان

حکم دے تو جو شہا واسطے قربانی کے / سعد ذابح بھی کرے اپنا چھری کو بران

گاو گردون نہ فقط خوف سے اُس دم کانپے / بلکہ ہو زیر زمین گاو زمین بھی لرزان

تو جو ہو حامی اسلام تو بت خانہ مین / بت کرے قصد نماز اور کہے ناقوس اذان

نیر جاہ شب و روز ترا جلوہ فروز / مہر تابان کبھی ظاہر ہے کبھی ہے پنہان

قطرہ افشان ہو اگر تیرا سحاب ہمت / لیکے پنجہ مین گہر بحر سے نکلے مرجان

اور گر بھی ہون وہ جوش آب جبین دیکھ کے وو / طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

خلق شیرین ترا وہ ہے کہ ثنا مین اُس کے / تر زبان موجۂ دریا ہو اگر ایک زبان

آب دریا مین ہو یہ جوش حلاوت پیدا / لب دریا بھی بہم ہو کے ہون دونو چسپان

اسقدر تازہ عرفان ہے زمانہ تیرا / ہو گلشن مین پژمردیدہ گل نافرمان

ہونگے سرسبز جو دران کرم سے تیرے / شاخ پر گل چمن دہر مین ہو شاخ کمان

بلکہ حیرت کی نہین جا کہ سرِ شاخ خدنگ
روشِ غنچۂ گل ہووے شگفتہ پیکان

وہ ترا زورِ حمایت ہے کہ جسکے باعث
ناتوانون کو بھی ہو دہر مین تاب و توان

ہل سکین پھر نہ جگہ سے کبھی گر باد وزین
ایک تار نگہ مور سے سو پیلِ دمان

دیگ مطبخ پہ ترے یہ فلک پیر اخیم
کیا عجب صورتِ سرپوش ہو گر قطرہ فشان

پیل تیرا گل سوسن کا بڑا ہے انبار
گل مہتاب کے گلدستہ ہین اُسکے دندان

اُسکی خرطوم کسی دلبر لیلیٰ وش کی
جعد شکین ہے کہ ہے کاکلِ عنبر افشان

لکھون شوخی جو ترے توسنِ چالاک کی مین
جنبش خامہ بھی ہو موجِ رم برق جہان

وقت کاوے کے دم معرکہ راکب اُسکا
سر حاسد کو رکھے صورت گوے چوگان

دلمین ہین جوش مضامین تو نہایت لیکن
دل حوادث سے زمانہ کے ہے بیتاب و توان

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر تیری
کیا لکھے وہ ترے اوصاف کہ قاصر ہے زبان

عید اضحیٰ تجھے ہر سال مبارک ہووے
تجھ پہ ہو سایۂ حق اور ترے سایہ مین جہان

قصیدہ نمبر ۱۰

ہے ابروے رخشان وہ چمن مین کمال کے
عاشق نہال کیون نہ ہون عاشق نہال کے

ہین دیدہ و ستارون مین خورشید و ماہ اگر
روشن ہین دونون نور سے اسکے جمال کے

اُسکی نگہ سے گر جگر سنگ پاے رنگ
بھر جائین پل مین لعل سے دامن خیال کے

ہے جو اُسکے سامنے کشتی بکف گدا
پھرتا صدف ہے کھولے ہوے جیب سوال کے

ہین اُسکے در کے خاک نشین جتنے دل غنی
خواہان وہ ملک کے ہین نہ جویان ہین مال کے

دنیا تلے خاکساری اُسے دی ہے نذر مین
مٹی خمیر یہ ہی ہے گھر مین کلال کے

ہو اُسکا حکم عام جو بر تیغ انقطاع
رہ جاے ارہ چوب پہ دندان نکال کے

دل جس کا اُس کے زور حمایت سے ہے قوی — وہ پیر زال سمجھے ہیں رستم کے زال کے

ہیبت جو اُسکی وادیِ حق میں کرے ظہور — جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں غزال کے

اُسکی شمیم خلق معطر کرے جو گل — لے لیکے سونگھیں اہلِ چمن پھول ڈھال کے

خوشبو سے اُسکی فیض کے ہوتا ہے مشکبو — سے ہے وہ جو خون جام میں ناف غزال کے

کیا تاب رات دن میں تغیر ہو بال بھر — وہ لاے گر زمانہ میں دن اعتدال کے

ہو شکرِ ثنا سے اگر اُس کی کامیاب — لب بند ہوویں طوطیِ شیریں مقال کے

طائر بھی اُسکے ذکر سے ہیں سرخ رو ہوئے — نکلے ہے پیر پیر صدا منھ سے لال کے

آب گہر میں ہووے روان کشتیِ گدا — دستِ کرم سے اُس شہِ دریا نوال کے

جی چاہتا ہے ہوکے مخاطب بیان کروں — اوصاف ایسے شاہِ کرامت خصال کے

اے سیدِ جلال کے خورشیدِ پر جلال — قربان جائیے ترے جاہ و جلال کے

تو شمعِ بزمِ خاص کہ پیدا کیا تجھے — صانع نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھال کے

گردون بھی پست ہوکے ہوا خوب منفعل — رتبہ کو دیکھا جب ترے اوجِ کمال کے

انجم جنھیں ہیں کہتے منجم جہان کے — قطرے جبیں پہ ہیں عرقِ انفعال کے

اے شاطرِ زمانہ تصدق ہو پیلِ چرخ — شطرنجِ عشق میں ترے گھوڑے کی چال کے

دیکھا جو تیرے فیض کو جاری تو رہ گیا — دریا بھی منھ بھنور کے گریبان میں ڈال کے

جس دل پہ تو نگاہ کرے اُسکے سامنے — جامِ جہان نما ہے برابر سفال کے

ق

ہے گرچہ تو جنوب میں لیکن ترا جمال — روشن ہوا کمال میں قطبِ شمال کے

سنتے ہیں جان نثار دل و جان جب ترا ذکرِ خیر — گویا اذان کو سنتے ہیں منھ سے بلال کے

سر تا قدم ہیں شوق ترے طالبِ جمال — مشتاق روزہ دار کھڑے ہیں ہلال کے

ساعت بقدر روز ہے اور روز ہفتہ وار — ہر ہفتہ ماہ و ماہ برابر ہے سال کے

بیتاب اس طرح ہیں ترے اشتیاق مند — جیسے طیورِ تازہ گرفتارِ جال کے

مرغِ نظر کے ساتھ اُڑا جاتا ہے دل
مژگاں سے دونوں بازوؤں پر پر نکال کے

جاتا ہے دوڑ دوڑ کے ہر دم تری طرف
دھو دھو کے پاؤں پیچھے پیکِ خیال کے

شاہا یہ تیرا ذوق ہے امیدوارِ لطف
ہو حال پر نگاہ اس آشفتہ حال کے

تا جلد اسکا کوکبِ طالع سپہرِ عروج
آجائے سمتِ اوج پہ گھر سے وبال کے

کر دے بہار نام سے اپنے اسے نہال
جھونکوں میں آ گیا ہے سموم ملال کے

دنیا میں زندگی کرے آرام سے بسر
ایمان اُسکے ساتھ ہو وقتِ انتقال کے

نکلے یہ صبحِ حشر تو رنگ اسکا جوں شفق
ہو سرخ دوستی سے محمدؐ کی آل کے

قصیدہ نمبر ۶
در مدح ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم

پیری میں پر ضرور ہے جامِ شرابِ ناب
پائے فروغِ صبح نہ بے نورِ آفتاب

تائب یہ ہو تو اس سے کہ داڑھی ہوئی سفید
کر خوب سکتی کہ یہ ہے سیرِ ماہتاب

ہے پیر دل خنک کی ہوا پر بقائے عمر
یہ برف وہ نہیں جسے رکھیں نمد سے داب

ہستی کا اپنے کر نہ بھروسا حباب وار
تعمیر بے بنا ہے یہ اور خیمہ بے طناب

آئی ہے جب سے قالبِ خاکی میں تیری جان
غافل پئے سفر ہے اُسی دن سے پا تراب

جو دم مزے سے گذرے غنیمت سمجھ کہ روز
گردش سے ہے آسمان کو زمانہ کو انقلاب

ہر بازی فلک پہ تو نورِ روز کر
رکھ آفتاب گنجفہ پہ سال کا حساب

حاصل ہے کیا ہنر سے دلا آئینہ کو دیکھ
جوہر سے دل میں کھتا ہے کس رنج و تاب

گر ہو سکے تو خاکِ درِ میکدہ ہو تو
اس خاکدان میں تا نہ ہو مٹی تری خراب

آسودگانِ کنجِ خرابات کے لیے
جانا بہشت تک بھی ہے دوزخ کا اک عذاب

یانتک ہین بے دماغ نہ بولین گے منہ سے وہ
دیگا جواب نامہ نکیرین کو جواب

رکھتا ہے سرخ اہلِ سعادت کو بدمذاق
کذران سے ہما کی سر روزی کلاب

دیکھے جہان کو دیدۂ عبرت سے تو اگر
جامِ جہان نما ہے ہر اک کاسۂ حباب

ساقی جو تجکو عین عنایت سے جام دے
لے اور لگائے آنکھو سے پی جا اسے شتاب

گر بے حساب جام پہ جام آئین تیرے ہاتھ
روزِ حساب تک تو پئے جا علی الحساب

مستی مین ایسا مطلعِ تازہ کوئی سنا
جامی بھی لکھے دل پہ جسے کرکے انتخاب

گلشن کو دے جو گریۂ مستانہ میرا آب
بیضون سے بلبلون کے ہو پیدا بطِ شراب

گلگونِ نشۂ مے گلگون پہ ہو مرا
پا وسِ آسمان، وشِ حلقۂ رکاب

مستی مری سکھائے اگر جھومنے کی طرز
ٹپکے ہمیشہ ابر سے مستی بجائے آب

بیہوشیون مین ہین مری وہ گرم جوشیان
ہوتے ہین جس سے طائرِ ہوش و خرد خراب

جاگ اٹھین وہ جو خوابِ عدم مین ہین ہوشمند
غفلت مین گر بلند ہو میری نفیرِ خواب

نہ پردۂ فلک کو اٹھاؤن اک آن مین
ہو جاؤن مین جو عالمِ مستی مین بے حجاب

ہو وہ صعود یہ فلاطون مین خم نشین
کہہ بیٹھون گر نشہ مین کوئی حرفِ ناصواب

یہ ذہن کو ہے عالمِ مستی مین روشنی
ہر خشتِ خم ہے حکمتِ اشراق کی کتاب

ہر روز جامِ بادۂ روشن کا مجکو شغل
ہے مثلِ شغلِ آئینہ و شغلِ آفتاب

پرہیز میرا یہ ہے کہ تقوی سے ہے گریز
تقوی ہے میرا یہ کہ ہے توبہ سے اجتناب

لیکن ہے ابرِ رحمتِ باری سے درفشان
دامانِ تر مرا روشِ دامنِ سحاب

مدارج ہون مین اسکا کہ ہے جسکے دور مین
شیبِ زمانہ کے لئے کیفیتِ شباب

پیرِ فلک بنے ہے جوانِ سیاہ مست
ریشِ شعاعِ مہر ہے ابر سے خضاب

مانندِ نافِ آہو اگر جام مین ہو خون
اسکی شمیمِ فیض سے ہو جائے مشکناب

اُس شاہ کے نمِ کرم و بوئے خلق سے — ہر جا ہیں ہمسرِ فوارۂ گلاب

وہ بادشاہ جس کا بہادر شہ اسمِ پاک — ہے دورِ جگ زمانہ کا یکتا دُرِ خوش آب

ظلِ الٰہ خسرو دیندار دیں پناہ — شاہِ وطن تباہ و خدیو فلک جناب

تیغ اُس کی وہ ظفر دم و نصرت اثر کہ ہے — گنجِ ہزار فتح کی مستامِ فتح باب

روشن دلی سے اُسکی عدو تیرہ بخت ہے — دزدِ سیاہ کار کو آفت ہے ماہتاب

ہو مغزِ جانِ کافرِ بدعت کے واسطے — مطبخ میں اُس کے پشّۂ نمرود ہر ذباب

ہے ابر میں بھی برق کا شعلہ مگر نہیں — اُس میں دمِ وفورِ عطا گرمیِ عتاب

کج خلقی اُسکی طبعِ رواں میں نہیں ذرا — دریائے موج زن کو ہزاروں ہیں پیچ و تاب

پڑھتا ہوں میں وہ مطلعِ روشن حضور میں — جسکا نہ ہووے مطلعِ خورشید بھی جواب

شاہا تو وہ ہے نورِ مجسم کہ آفتاب
کرتا ہے نور کو ترے سایہ سے اکتساب

تلوار تیری ہے وہ غضب برقِ کفر سوز — ہے جسکی آنچ آتشِ دوزخ کا التہاب

جوہر سے تیری تیغ کے دکھلائے ہے قضا — سرکش کو لکھ کے حرف بحرف آیتِ عذاب

ق

اللہ رے پاسداریِ اسلام و پاسِ شرع — اللہ رے تیری مصلحت اللہ رے احتساب

انگور زخمِ دل پہ نہ بدخواہ کے بندھے — اس خوف سے کہ ہوتی ہے انگور کی شراب

کیا ہی مے پرست ہو مانندِ چشمِ یار — مقدور کیا کرے قدحِ مے کا ارتکاب

ملکہ نہ لے دعاء قدح کا بھی تجھ سے نام — بالفرض گر وہی ہو دعاؤں میں مستجاب

شاہا تری حمایت و دولت کے سایہ میں — کنجشک رشکِ باز ہے رشکِ ہما غراب

کرتا ہے روز و شب کو برابر شہنشہا — تعدیل عدل سے تری میزان میں آفتاب

خورشید شیر جنگ پہ جو کھینچتا ہے تیغ — چاہے ہے شیرِ جنگ یہ تجھ سے [illegible] خطاب

کہیے تو تیرے کلامِ شیریں کو شہد کیا — یہ شربتِ مفرح ہے شہا وہ قئے ذباب

چالاکی ہے وہ توسن چالاک مین ترے
شوخی ہے چشم یار مین عاشق مین اضطراب (ق)

کاوے مین یون وہ جیسے کہ طاؤس وقت رقص
اڑنے مین یون وہ جیسے کہ پرواز مین عقاب

چمکائے ایک ذرا سر میدان جو تو اُسے
بے پر ہوا پہ جائے وہ جون ناوک شہاب

کرتا ہے یون ثنا کو دعا پر اب اختصار
یارب دعائے ذوق ہو مقبول و مستجاب

تا عید و عیدگاہ ہو اور خطبہ و منار
تا خطبہ و منار سے منظور ہو ثواب

ہر سال تجکو عید ہو فرخ بعز و جاہ
ناکام ہون عدو ترے اور دوست کامیاب

قصیدہ نمبر ۱۲

در مدح ابوظفر بہادر شاہ مرحوم

ساون مین دیا پھر مہ شوال دکھائی
برسات مین عید آئی قدح کش کی بن آئی

کرتا ہے ہلال ابروئے پُرخم سے اشارہ
ساقی کو کہ بھر بادہ سے کشتی طلائی

ہے عکس فگن جام بلورین سے مئے سرخ
کس رنگ سے ہون ہاتھ نہ میکش کے حنائی

کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشے مین
ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اُڑائی

یہ جوش ہے باران کا کہ افلاک کے نیچے
ہوئے نہ تمیز کرۂ ناری و مائی

پہنچا کمک لشکر باران سے ہے یہ زور
ہر نالہ کی ہے دشت مین دریا پہ چڑھائی

ہو قلزم عمان پہ لب جو تبسم
تالاب سمندر کو کرے چشم نمائی

ہے کثرت باران سے سوائے عام یہ سردی
کافور کی تاثیر گئی جو زمین پائی

سردی حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک
معشوق کا گر ہاتھ مین ہے دست حنائی

عالم یہ ہوا کا ہے کہ تاثیر ہوا سے
گردون پہ ہے خورشید کا بھی دیدہ ہوائی

کیا صرف ہوا ہے طرب و عیش سے عالم
ہے مدرسے مین بھی سبق صرف ہوائی

خالی نہین مے سے رو دستش دانہ انگور
زاہد کا بھی ہر دانہ تسبیح ریائی

جو آئینہ دل ہے وہ عاشق کی بغل مین
گویا کہ ہے مینائے مئے کاہ ربائی

کرتی ہے صبا آکے کبھی مشک فشانی
کرتی ہے نسیم آکے کبھی لخلخہ سائی

تھا سوزنئے خار کا صحرا مین جہان فرش
سبزہ نے وہان مخمل خوش رنگ بچھائی

آرائش گلشن کے لئے جامۂ رنگین
زیبائش غنچہ کے لئے تنگ قبائی

ہے نرگس شہلا نے دیا آنکھ مین کاجل
برگ گل سوسن نے دھڑی لب پہ جمائی

ابرو پہ کرے قوس و قزح وسمہ تو خورشید
سرخی شفق سے کرے ریش اپنی حنائی

رخسارۂ گلچین کا ہے سرخی سے یہ عالم
جون وقت غضب چہرۂ ترکان ختائی

کیا ساغر رنگین کو کیا جلد مہیا
نرگس نے تو سرسون ہی ہتھیلی پہ جمائی

ہوتی متحمل نہین اک ساغر گل کی
شاخ گل احمر کی نزاکت سے کلائی

اعجاز نوا سنجی مطرب سے چمن مین
ہر خار کی ہے نوک زبان شعر نوائی

حیرت کی نہین جائے کہ دیوار چمن پر
ہر طائر تصویر کرے نغمہ سرائی

شاہا ترے جلوہ سے ہے یہ عید کی رونق
عالم نے تجھے دیکھ کے ہے عید منائی

کہتے ہین مہ نو جسے ابرو نے وہ تیری
کی آئینۂ چرخ مین ہے عکس نمائی

پرتو سے ترے جام مئے عیش سر بزم
لے ساغر جمشید کرے کار روائی

ٹپکے لب ساغر سے وہ قطرہ کروی شکل
ہو مثل فلک جس مین تماشائی خدائی

کیا علم سمائے ترا سینہ مین فلک کے
دریا کی کہان ہو سکے کاسہ مین سمائی

پڑھتا ہون ترے سامنے وہ مطلع موزون
احسنت کہین سن کے بہائی و سنائی

یون کرسی زر پر ہے تری جلوہ نمائی
جسطرح کہ مصحف ہو سر رحل طلائی

رکھتا ہے تو وہ دست سخا سامنے جسکے
ہے بحر بھی کشتی بکف از بہر گدائی

گمرہ کو ہدایت جو تری راہ پہ لاوے
رہزن بھی اگر ہو تو کرے راہنمائی

تا ناخنِ شمشیر نہ ہو ناخنِ تدبیر
دشمن کی ترے ہو نہ کبھی عقدہ کشائی

خورشید سے افزون ہو نشانِ سجدہ کا روشن
گر چرخ کرے در کی ترے ناصیہ سائی

عکسِ رخِ روشن سے ترے جون یدِ بیضا
کرتا ہے کفِ آئینہ اعجاز نمائی

کرتا ہے تری مدد رسد الفقدِ سعادت
ہے مشتری چرخ کی کیا نیک کمائی

اک مرغ ہوا کیا ہے کہ سیمرغ نہ چھوڑے
گر سر بہوا ہووے ترا تیرِ ہوائی

ہر کوہ اگر کوہِ صفا ہو تو عجب کیا
ہو فیض رسان جب ترے باطن کی صفائی

ہو بلکہ صفا ایسی دلِ سنگِ صنم مین
ہر بت مین کرے صورتِ حق جلوہ نمائی

ہر شعرِ غزل مین ترے معنی شفا مین
قربان غزل کے تری دیوانِ شفائی

مانع جو ہوا دست درازی کو ترا عدل
پروانہ کو بھی شمع نے انگلی نہ لگائی

زنجیر مین جوہر کے رہی تیغ ہمیشہ
خونریز کو ہو عہد مین تیرے نہ رہائی

دیتا ہے دعا ذوق کہ مضمونِ ثنا مین
ہے ذہن رسا کو یہ کہان اس کی رسائی

ہر سال شہا ہووے مبارک یہ تجھے عید
تو مسندِ شاہی پہ کرے جلوہ نمائی

قصیدہ نمبر (۱۳) اکبر شاہ ثانی کی مدح مین ہے مگر مطلع ثانی نہین پائی

شاہا جمال و حسن کا تیرے لکھوں مین وصف کیا
ظاہر مین تو ظلِ خدا باطن مین تو نورِ خدا

جلوہ ترے دیدار کا ہے اسقدر بہجت فزا
روے مقدس کو ترے جسنے کہ دیکھا یہ کہا

صلِ علیٰ صلِ علیٰ صلِ علیٰ صلِ علیٰ

انوارِ عرفان سے ترا سینہ ہوا ایسا ہے صاف
جسکی پہنچتی روشنی ہے قاف سے لے تا بہ قاف

خورشید وسہ کو رد برد تیرے کہاں مقدور لاف
کرتے ہین دو نو روز و شب آکر ترے در کا طواف
اے قبلۂ روشن دلان اے کعبۂ اہل صفا

ہے تیری فر و فرہی فر فریدون کا نشان
لصفت کو تیری دیکھکر کسرے کی بھی ہو کسر شان
تو وہ سکندر قدر ہے اے فخر شاہان جہان
تیرے ضمیر پاک کو پہنچے ہے جام جم کہان
وہ جام ہے گیتی نما یہ آئنہ ہے حق نما

تیری بہار لطف سے ہر دشت ہے رشک چمن
پیدا ہون خار خشک مین گلہائے نسرین و سمن
تیرے سحاب فیض سے اے ظل رب ذوالمنن
جس جا کہ موج ریگ ہو بحر روان ہو موج زن
اور دامن ہر موج مین لاکھون ہون دُرِّ بے بہا

اللہ رے دریا دلی تیری دم جود و کرم
ہے دل ہی دل شاہنشہا تو سر سے لیکر تا قدم
آگے تری بخشش کے ہے دریا کہین رتبہ مین کم
تو بخشدے اک آن مین سو گنج دینار و درم
پیسہ بھی دے سکتا نہین وہ فلس ماہی کے سوا

جس پر عنایت ہو تری اسکو نہین پروائے زر
جسکا کہ حامی تو ہو کیون اُسکی شکستہ ہو کمر
اللہ نے تجھکو کیا بیچارہ گان کا چارہ گر
اے خسرو والا گہر تیرے تلطف کی نظر
ہے مفلسون کو کیمیا ٹوٹے دلون کو مومیا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسرو والا نگاہ
اب یہ دعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ
جب تک زمین پر ہے فلک اور ہین فلک مہر و ماہ
فرخ ہمیشہ عید ہو تجھکو شہا با عز و جاہ
بدخواہ تیرا ہو سدا رنج و الم مین مبتلا

قصیدہ نمبر ۱

واہ واہ کیا معتدل ہے باغ عالم مین ہوا
مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا
پھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم باد بہار
بن گیا گلزار عالم رشک صد دار الشفا

ہے گلون کے حق مین شبنم مرہم رحم جگر
شاخ لب تک کو ہے باران قطرہ مومیا

ہوگیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
لالہ بے داغ سے یہ پائے لگا نشو و نما

ہوگیا زائل مزاجِ دہر سے یا تنک جیون
بید مجنون کا بھی صحرا مین نہین باقی پتا

ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اس قدر پیدا لہو
برگ مین ہر نخل کی سرخی ہے جون برگِ حنا

پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا مین کہین
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہین ہے کہربا

ہر مزاجِ بلغمی مین ہوتی ہے تولیدِ خون
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا

نام کو اشیاء مین نہ تلخی رہی نہ سمیت
بنگئی تریاک افیون زہر میٹھا ہوگیا

کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے نہ قوم
کیا عجب گر آبِ حنظل دیوے شربت کا مزا

نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور مین
کام مین افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلا

راحت و آرام کا اس دور مین ہے دور دور
چاہیے واقف نہو دورانِ سر سے آسیا

موتیا بند آنکھ مین اپنی جو رکھتی ہے صدف
اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ اہلِ صفا

آگیا اصلاح پر ایسا زمانہ کا مزاج
تا زبانِ خامہ بھی آتا نہین حرفِ دوا

نسخہ پر لکھنے نہین پاتا ہو الشافی طبیب
کہتا ہے بیمار بس کر مجکو بالکل ہے شفا

فرق جاتا یا تنک اعضائے بدن سے درد تے
در دکے جو حرف ہین وہ آپ ہی ہین سب جدا

لاغرون کو ہو کمال تاب و طاقت یہ شباب
کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب مین ہو بدر الدجا

صبح صادق کے ہے گو سر مین سفیدی آگئی
لیکن اس پیری مین بھی صادق ہے ایسی اشتہا

بھوک کی شدت سے اسکو یک نفس فرصت نہو
قرص سے خورشید کی جب تک نہ کر لے ناشتا

رات بھر لوٹا کیا انجم کے دانہ چرخ پر
پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم مین کچھ نہ تھا

پہنچی یہ تفقیح کی نوبت کہ نوبت خانہ مین
لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکارین کرنا

کوس پھولا ہے خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے
جون حباب ایسے نہین مطلق شکم مین امتلا

ہضم کامل اس قدر معدہ نے پہنچایا بہم
جیدِ الکیموس ہے جو حلق سے اتری غذا

ہے مزاجِ اہلِ عالم پہ فریبِ اعتدال
ساتوں اقلیمیں ہیں گویا اب بخطِ استوا

رکھے گا تعویذ اور گنڈا کوئی کیوں اپنے پاس
بانٔع عالم میں یہی عالم جو صحت کا رہا

دیگا طاؤس اپنے بال و پر سے سارے نقش دھو
پھینکدیگی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا

اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج
نام گلشن میں نہیں ہے نرگسِ بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو
جبکہ ہو اُسکی لو یدِ غسلِ صحت جانفزا

وہ ولیعہد زمان مرزا محمد بوظفر
اُسکی قوت گر ضعیفوں کو بناوے اقویا

تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہیں برگِ زرد
ہوں مقوّیِ دل و جان مثلِ اوراقِ طلا

شادیِ صحت سے اُسکے آج ہو کر شادماں
تہنیت خوانی میں ہیں سرگرم سب مدحت سرا

میں بھی اُس رشکِ چمن محفل میں وہ مطلع پڑھوں
بلبلِ تصویر سنکر بول اُٹھے مرحبا

مطلع

آج ہے عالم میں وہ روز سعادت انتما
دے اگر زاغ و زغن بیضہ تو پیدا ہو ہما

مژدۂ جان بخش صحت ہے ترا ماء الحیات
جس سے جوں سیماب کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق
ذات ہے تیری جہاں میں چشمۂ آبِ بقا

قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کے ترے
ہوں وحوشِ آب پیدا اسقدر قوت فزا

ہو جو یں استعمال یاقوتی میں وہ موتی اگر
بخشتے پیرانِ کہن کو نوجوانوں کے قوا

جسم کو مل مل کے دھویا تو نے جسدم وقتِ غسل
گردِ کلفت کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا

دل عدو سے سنگدل کا تھا شقاوت سے جو سخت
زیرِ پا پامال ہوتا تھا برنگِ سنگِ پا

خوردۂ گل کو صبا لائی تصدق کے لئے
دے گیا ابرِ بہاری نذرِ دُرِّ بے بہا

شادیِ صحت کا تیری کیا کہوں عالم کہ آج
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا

چھیڑنے تارِ شعاع کو گر ناخنِ موجِ نسیم
بزم میں پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا

لب پہ ساغر کے ہے جوں موجِ تبسم موجِ مے
شورِ قلقل لب پہ ہے میناے مے کے قہقہا

بزمِ تصویرات فانوسِ خیالی کی طرح — حلقۂ رقاصگان ہے زیرِ گردوں جابجا
کر رہا صحنِ چمن ہی مین ہے کیا طاؤس رقص — آشیانہ مین ہے رقصان طائرِ قبلہ نما
خانہ ہائے چشم مین بھی پتلیون کا رقص ہے — ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا
چھوٹی آتشبازی ایسی جسکی گلکاری کو دیکھ — رات کو کہتے تھے آپس مین ثریا و سُہا
صنعِ آتشباز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل — سنگِ پارس سے کہین بارود کو پیسا تھا کیا
ہوگئی تاثیر جس کی یہ کہ ہر گلریز سے — ریزۂ فولاد نکلے بنکے گلہائے طلا
گنج چھٹتے تھے ستارون کے عجب انداز سے — ماہ پارون کا تھا گویا خندۂ دندان نما
منھ ہے کیا جو رنگ سے مہتاب کے ہمتا ہو — عازہ سے ہرچند چمکے رنگِ روئے مہ لقا
برج جو اُڑکر ہوئے قندیلِ شب زیرِ فلک — برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا
فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اسکے روبرو — جشنِ جمشیدی کا کچھ مطلق نہین رتبہ رہا
ہے زبانِ خامہ عاجز آگے بس تعریف مین — ذوق کہتا ہے اُٹھا کر ذوق مین دستِ دعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیِ مطلق سب تجھے
جو ترے بدخواہ ہون وہ رنج مین ہون مبتلا

قصیدہ نمبر ۳

شب کو مین اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت — نشۂ علم مین سرمستِ غرور و نخوت
مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے — تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت
ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجھکو — تھا مرا ذہن نہ محتاجِ حصولِ صورت
جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام — عقل کو تجربہ کی اتنی ہوئی تھی کثرت
نہ غرض مجکو نتیجہ سے نہ تھا شکل سے کام — تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت
تھے ذہن مین سب مرے حاضر صورِ علمیہ — پر جتانی مجھے منظور نہ تھی عالمیت

چار و ناچار جو ترغیب سے یاروں کی کبھی
درس تدریس پہ آجاتی تھی مجبور رغبت

کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف میں صرف
کبھی تھی نحو میں ہر نحو سے مجھے محویت

کبھی منطق کو تفوق یہ مرے ناطقہ سے
تحتِ حکمت ہو یہ فن گرچہ ہے تحتِ حکمت

کبھی میں کرتا تھا تصریح و معانی و بیان
کبھی میں کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت

کبھی تقسیم فرائض کبھی تفہیم اصول
کبھی تعلیم عقائد بہ کتاب و سنت

کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا
کبھی کرتی تھی طبیعی میں طبیعت جودت

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانندِ حکیم
کبھی مثل متکلم مجھے پاس ملت

کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات
اور کبھی کرتا تھا باطل لب سماء انشقت

کبھی انکارِ قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل
کبھی تکرارِ تناسخ پہ مجھے تھی حجت

حشرِ اجساد میں تھا گاہ تردد مجھ کو
کبھی تھی عالم برزخ میں مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویرِ فلک کی مجھے سیر
کبھی میں ناپتا تھا سطحِ زمیں کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی مثبت مرے نزدیک زمیں کی حرکت

کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قائم
کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علت

کبھی منقول پہ مائل کبھی سوئے معقول
کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت

کبھی میں حافظ قرآن بعلم تفسیر
کبھی میں قاری قرآن بعلم قرأت

کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر
کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت

کبھی میں کرتا تھا قانون سے تشریحِ علاج
کبھی میں کرتا تھا قاموس میں تصحیحِ لغت

کبھی میں لون سے بینندۂ بیمار و صحیح
کبھی میں نبض سے دانندۂ ضعف و قوت

گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیت سے
گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیت

کبھی مشائیوں سے کرتا تھا میں پیشروی
کبھی لیجاتا تھا اشراقیوں پر میں سبقت

کبھی میں نفیِ حقائق میں تھا سوفسطائی
کبھی میں معتزلی باعثِ ردِّ رویت

کبھی مین جبری و مجبور بعقل و تدبیر
کبھی مین قدری و مختار بقدر و طاقت

گہ ملاحد کی تھی تردید کلام الحاد
گہ وجودی و شہودی سے بیان وحدت

جون مہندس کبھی مالوف بشکل و مقدار
جون محاسب کبھی مصروف بضرب و قسمت

کبھی حرفون سے تھا مطلوب مثال جفار
کبھی کچھ نقطہ سے مقصود تھا رمال صفت

خانۂ کیسہ سے خارج کبھی شکل داخل
شکل خارج تھی کبھی داخل بیت غربت

کبھی کرتا تھا قران مہ و زہرہ پہ نظر
کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی رجعت

کبھی افسون و عزیمت کبھی تعویذ طلسم
کبھی تجویز زکوۃ اور کبھی قصد دعوت

کبھی تھا علم قیافہ مین یہ ادراک مجھے
ایک صورت سے بیان کرتا تھا مین سیرت

کبھی مین رہتا سرودی مین تھا ایسا مشغول
کہ نہ تھی ایک نفس ضبط نفس سے فرصت

سیمیا سے کبھی تصویر کش موہومات
کیمیا سے کبھی مین زرکش گنج دولت

کبھی مین شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس
کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت

کبھی مین قرب فرائض سے تھا عالی درجہ
کبھی مین قرب نوافل سے تھا والا رتبت

ماہر موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
کبھی مین بارہ مقام اور کبھی چارون مت

کبھی مین شاعر غرا و ادب دان بلیغ
نظم مین نام مرا نثر مین میری شہرت

کبھی کرتا تھا عروضی کا کبھی مین قافیہ تنگ
طبع موزون کی دکھاتا تھا جو موزونیت

کبھی پیش نظر انجیل و زبور و توریت
کبھی مصحف مین نظر میری سر ہر آیت

کبھی زرتشتیون مین ایسا کہ سارے موبد
ژند و پاژند مین کرتے تھے مری تبعیت

کبھی یہ آگہی شاستر و بید پران
کرون اک بات سے پنڈت کی کتھا مین کھنڈت

کبھی مین حل معما و لغز مین ذی ہوش
کبھی اخبار و تواریخ مین صاحب خبرت

آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر
عاقبت پایا تو یان ابلہ کو اہل جنت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت

فائدہ کیا کہ جو دیکھے کتب ہر مذہب
فائدہ کیا جو ہوئی آگہی ہر ملت

عقل سے گرچہ کیا مادہ ایسا پیدا
کہ ہر شکل ہو ایک تازہ محل صورت

یا بنا ئی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو
ہیکل روم سے بتخانۂ چین تک حیرت

بے مقدر نہ پڑے صورت بہبود نظر
دور آئینۂ دل سے ہنوز زنگ کلفت

پڑھو ہون اک مطلع برجستہ مین اس موقع پر
جس کو سنکر کہین احسنت سب اہل فطنت

گر نہ دے صاحب جوہر کو مقدر عزت
جوہر فرد ہے بالغرض تو کیا بے قسمت

کیا ہوا علم معقولہ سے اگر کیف کی سب
لیک بے یاوری بخت نہین کیفیت

قاضی چرخ بھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے
مثل دہقان فلک رکھتے ہین طالع نکبت

دور گردون نہ موافق ہو تو ہوا در خفیف
جرا ثقال مین تو جتنی اٹھائے محنت

آگے برگشتگی بخت کے چلنے کی ہین
نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت

گو فصاحت مین تو سحبان ہے وے بے تقدیر
حرف مطلب پہ زبان کو ہو تری سُلکنت

گو ریاضی مین ہے صناع اگر بخت ہین بد
نقش باطل ہے تری شکل وہ جسمین صنعت

کیا ہوا جانا اگر مسئلہ بیز و منار
پستی بخت سے تجکو جو نہین ہے رفعت

کام تقویم نہ آئے نہ تری اصطرلاب
طالع بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت

علم سے ہو نہ کبھی چارۂ آز ار نصیب
پور سینا ہے تو کیا سینہ مین خون ہے حسرت

سو دوائین ترے نسخہ مین ہون بے تقدیر
نہ ہو بالخاصہ تاثیر نہ بالکیفیت

علم تیر نج سے گو بووے تو نخل نارنج
بے مقدر نہ ہو حاصل ثمر خوش لذت

علم سے جو سبق آموز ملائک تھا وہ کیا
بخت بد سے ہوا مستوجب رجم و لعنت

ہوا مسجود ملائک نہ ظلوم و جہول
یعنی انسان قوی بخت ضعیف الخلقت

گو تصوف سے ہو تو صوفی سجادہ نشین
بے مقدر نہ کرامت ہو نہ خرق عادت

علم سے لاکھ ہو شیخی پہ تری بے تقدیر
نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

یہ مقالات مثال قصص مصنوعہ
ہو گئے یکبار جو افسانۂ خواب غفلت

لگ گئی آنکھ مری دیکھتا کیا خواب میں ہوں
کہ مجسم نظر آئی ہے نوید بہجت

اللہ اللہ رے حُسن اُسکا کہ سر تا بہ قدم
تھا وہ خالق کا تماشائے ظہور قدرت

یاد کرتا قد رعنا کو ہے اُسکے زاہد
دم تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت

چشم وحشی کو اگر اپنی وہ دکھلائے تو ہو
چشم آہو سے ہرن نشۂ جام وحشت

دل شامت زدہ کے درپئے تدبیر ہلاک
زلف واژوں تھی وہ رخسار پہ واژوں قسمت

آتش حُسن سے اک شعلۂ سرکش بھی
موجۂ دود لطیف اُسکی بھوؤں کی حالت

فوج مژگاں وہ بلا ہو کے صف آرا تو کرے
دست بیداد سے یکدست جو عالم غارت

چاہ بابل وہ ذقن اور دھواں زلف کا عکس
دل گرفتار عذاب اسمیں ہو ہاروت صفت

لعل شیریں کی حلاوت پہ جو دے جان عاشق
تو دم نزع بھی عناب کا چاہے شربت

نہ دم شرم تبسم سے لب اُسکے خوگر
نہ تغافل سے اُن آنکھوں کو نگہ کی عادت

کھولدے معنی معدوم کمر کی جنبش
وا کرے عقدۂ موہوم لبوں کی حرکت

شوخی و ناز کی تعریف میں اُسکی مطلع
وہ پڑھوں میں کہ جسے سُنکے ہو دل کو فرحت

شوخی اُس چہرہ میں یوں گلمیں ہو جیسے حمرت
ناز یوں چشم میں نرگس میں ہو جیسے نکہت

لب پان خوردہ کی شوخی سے کہے آگے کیا بات
گر لگا دے وہ مسیحا پہ بھی خون کی تہمت

نازک اندام وہ اور سنگدل اُن سے بھی ہو
آیا جن سنگدلوں کے لئے ہے ثُمَّ قَسَت

سیلی سینہ پہ نہ تھی جلد پس پشت کا عکس
نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت

چینیٔ رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم
ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل میں چنپت

اللہ اللہ رے تری تمکنت اُف رے تمیز
واہ رے تیرا تجنّب تری بل بے نخوت

قہر انداز بلا ناز قیامت طناز

جابجا عالم مستی مین قدم کو لغزش
آکے اُس رشک مسیحا نے کہا بالین پر
شور بختی سے نہ اتنا نمک افشان ہو کہ ہو
کیا سبب ہوتا کدورت سے نہین کیون خالی
بزم ہستی مین تو ہنس بول رہیگا کب تک
آتش دل سے ترے گوشۂ تنہائی مین
وقت ضائع نہ کر اُٹھ بستر اندوہ سے تو
فکر باطل سے نہ کر دل کو خنک تو اپنے
دیکھ تو کیا افق مشرق انوار سے ہے
ادہم لیل سر عرصہ ہے برگشتہ عنان
جانب شرق ہے نوری فلق بال کشا
صبح مینائی پر اک سبز پری کا عالم
نکہت گل جو ہوا مین تو ہوا عطر فشان
کھلے ہی جاتے ہین سب غنچہ نہ ہے جوش نشاط
آج یہ جوش پہ ہے رحمت باری کہ کہین
طفل نو مشق کی مشقی کی طرح نشو و نما بار
کہے یہ رند کہ او زہد فروش اگ نہ بجا نک
قل ہو اژدہہ کا قلیا ہوئی زاہد کی تمام
اِس قدر رسا ہے طرب ساز کی آواز بلند
نغمہ بر لب کہین مطرب پسر زہرہ جبین

سحر چشمک ستم ایجاد کر سفتہ آفت
دم بدم نشۂ صہبا سے زبان کو لکنت
لا تسئم وُدّ قدح کہ یہ غافل نہین وقت غفلت
بادۂ میکدۂ عیش کی گم کیفیت
دل ترا شیشۂ ساعت کی طرح یک ساعت
صورت شمع سحر سوختہ رو تیری صورت
تنگیٔ شعلۂ جوالہ کمند وحدت
چل در میکدہ تک ہے حرکت سے برکت
ہے تجھے مثل سحر یک دو نفس کی مہلت
جلوہ افروز رخ بانوے صبح عشرت
اشہب یوم سبک سیر ہے سوئے ساحت
جانب غرب ہے پرواز غراب ظلمت
شفق صبح پر اک لال پری کی حالت
تازگی گل کو چمن مین تو چمن کو نزہت
لوٹے ہی جاتے ہین گل بل بے ہنسی کی شدت
نہ رہی کلفت عصیان سے جہان ظلمت
دھوئے مستون کے سیہ نامہ کو ابر رحمت
ملنگے گر بادۂ نوز مُہر کہن کی قیمت
سنتے ہی قلقل مینائے شراب عشرت
چھیڑین گر تار گمر یج کا تو ہو پیدا ہیبت
جام در دست کہین مغبچۂ مہ طلعت

لیکے انگڑائی کہیں ہنسنے لگی رام کلی
اُٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں اپنی للت

چشم سرمست سے نازیں کا جل پھیلا
لب بیگیوں پہ مسی کی پڑی پھیکی رنگت

لبے تک آیا نظر حسن مہ و انجم چرخ
ہو گیا زرد رخ شمع و چراغ خلوت

چونکے مرغ سحری عرش سے آواز خروس
ہوگئی خواب کو آوازۂ کوس رحلت

باغ عالم میں ہیں مرغانِ اُولی اجنحہ تک
مثل مرغان سحر نغمہ طراز عشرت

دی ہے مسجد میں موذن نے اذان بہر نماز
باوضو ہو کے نمازی نے ہے باندھی نیت

ہوئی بتخانہ سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت

اُٹھے میخوار صبوحی کے لئے لیکے سبو
کہ عداوت ہے اگر کیجیئے ترک عادت

اک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند
ایک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت

سحر عید ہے کہ عید کا سامان نشاط
روز شادی کی ہے آمد شب غم کی رخصت

آج وہ دن ہے کہ آغوش میں لیکر تجکو
کہے طوبیٰ لک ہر شاہد طوبیٰ قامت

اب ہیں بیدار ترے بخت مددگار نصیب
اب قوی ہیں ترے طالع تری یاور قسمت

فکر کر تہنیت عید کا اُس شاہ کے تو
دور میں جسکے ہے ہر صبح صباح دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف
خسرو جم خدم و دادور دارا حشمت

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد
حامی شرع نبی ماحی شرک و بدعت

حکم شرعی سے کرے سلب وہ سینۂ شوق
مرد مجذوب سے گر ترک ہو ستر عورت

کون اُسکا نہیں وصاف صفات نیکو
کون اُسکا نہیں سرگرم ثنا و مدحت

سنتے ہی میں نے بھی وہ مطلع روشن لکھا
مطلع صبح کو ہو سامنے جسکے خجلت

مصحف رخ ترا دے سلیہ بت المغفرت
کھولدے معنی انعمت علیکم نعمت

تیرا دروازۂ دولت ہے مقام امید
تیرا دیوان عدالت ہے محل عبرت

تیرا احسان بہار چمن صد ر د نق — تیری نیت چمن آرائے ہزار امنیت
تیرے عشرتکدہ میں بار کسے غیر نشاط — تیری خلوتکدہ میں دخل کسے جز طاعت
صفوۂ علم پہ برجیس سے تو ہم زانو — حجلۂ عیش میں ناہید ہے تو ہم صحبت
ماہ تو ایک فلک پر ترے نوبردوں میں — تو فلک نوکر دمیں تیرے قدیم الخدمت
کیسۂ گوہر انجم ترا صرف انعام — طاقۂ اطلس گردوں ترا وقف خلعت
نیت نیک تری آئینۂ حسن عمل — عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت
ذہن عالی ہے ترا طائر شاخ سدرہ — طبع رنگین تری گلچین ریاض جنت
تیرا افضال جہان کے لیے برہان کرم — تیرا اکرام زمانہ کو دلیل رحمت
علم ظاہر سے ہے یکساں تجھے وہ نزدیک — نور باطن سے برابر ہے حضور و غیبت
ذہن صافی ہے ترا پردہ در معنی غیب — موشگافی ہے تری کوہ شکاف دقت
عقل میں شمس ہے تو علم میں کان گوہر — فضل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہ رحمت
تیری تدبیر پراز دفتر ہوش و فرہنگ — تیری شمشیر پراز جوہر فتح و نصرت
دعوت صدق پہ لائے تری ایمان تصدیق — دست ہمت پہ کرے تیرے سخاوت بیعت
تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کے محبوب — تیرا حامی ہے نبیؐ اور نبیؐ کی عترتؓ
عزم کو ہے ترے ہر عزم میں پا بالجزم — قصد کو ترے ہے ہر قصد میں قصد سبقت
قوت روح ملائک چمن قدس میں ہو — ذات قدسی کا تری عطر قبائے عفت
کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق — کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکر نعمت
نطق شیریں سے تری عام حلاوت ہو اگر — ثمر تلخ ہو حنظل کا سبوئے شربت
شوکت عقرب جرار کے مانند ہے — دل حاسد میں خلش گر ترا رشک شوکت
رشتۂ شیشہ ہی الماس لگ ہو ریزہ ریزہ — پڑے البرز پہ گر گرز گراں تیرے ضربت
سر کشف دار چھپاتا ہے فلک زیر سپر — کیا غضب ہے تری شمشیر غضب کی ہیبت

آئے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر — کشتیٔ نوح بھی اعدا کو ہو گرداب صفت
وہ تری تیغ کی بُرّش ہے کہ سایہ جسکا — کر دے اکرم مین ہیولے سے مفارق صورت
تیرا بدخواہ رہے حرز سے یا ننگ محروم — دین نہ تعویذ اُسے تا بہ نشان تربت
آسیا وار پھرے کیون نہ فلک گرد زمین — تیرے توسن کی جو کاوے کی اُٹھا جائے پھرت
کیا ترے فیل کی اوصاف لکھون مین کہ وہ ہے — ابر رفتار جبل پیکر و گردون رفعت
اُسکی خرطوم ہے گر طرۂ لیلی کی مثال — تو ہین دندان صفا ساعدِ سلمیٰ کی صفت
کیا عجب گر ہو تپ لرزہ ہیبت سے تری — نبض کیطرح رگِ سنگ مین پیدا حرکت
آب باران کرم تیرا ہے وہ شربتِ خضر — بہرے لالہ پہ تو افیون مین ہو سمیت
عدل کے لفظ کو دیتا نہین نقطہ کوئی — عدل سے تیرے جو موقوف ہے رسم رشوت
عہد مین تیرے عجب کیا سرِ داغِ دلِ شمع — شعلہ مین مرہم کافور کی ہو خاصیت
بچۂ گربہ سر بچۂ موش و کنجشک — ہے حمایت سے تری دایہ کا دستِ شفقت
دور انصاف مین گر تیرے ہو کشتہ سیماب — تو بلاشبہ پڑے دینی مہوس کو دیت
دیا اللہ نے وہ قلبِ بصفا تجھ کو — اے شہنشاہ صفا ذہن و سراپا صفوت
فردِ تفصیل حوائج ہے رخ حاجت مند — عرضِ حاجت کی نہین سامنے تیرے حاجت
عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم — سکے عارف کہ یہ کثرت مین ہے ظاہر وحدت
لکھے گر خامہ ترا وصفِ شمیم اخلاق — تو ہر اک نقطہ ہو اک نافۂ مشک تبت
منتہی ہون نہ کبھو تیرے صفات نیکو — گر بیان کیجے تا حشر صفت بعدِ صفت
ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختم سخن — کہ زبان کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت
عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم مین — باشکوہ و حشم و جاہ و نعم و صحت
خیر خواہون کے ترے چہرے پہ ہو رنگِ نشاط — اور بدخواہون کے رخسار پہ اشکِ حسرت

قطعہ در تہنیت جشن نوروز

خسروا اُس کے ترا فرده جشن نوروز
آج ہے بلبل تصویر تلک زمزمہ سنج

جرعۂ عیش تری دی ہے چمن کو جا کر
زر گل پیک صبا پائے نہ کیونکر پارنج

بادۂ جوش جوانی کی ہے گویا اک موج
تن پیران کہن سال پہ ہر چین شکنج

چند قطرہ سے ہیں شبنم کے وہ بلکہ کمتر
آگے ہمت کے ترے گوہر شہوار کے گنج

حسن نیت سے ہے تو یوسف مصر بخشش
دست حاتم میں بجا ہے کہ جو دیں تیغ و ترنج

شش جہت پر ہے جو غالب ترا سرپنجۂ امن
فتنہ کو اُٹھنے میں جوں نرد ہے کیا کیا شش و پنج

نہ بجھے آب سے آتش نہ حسن آتش سے جلے
ایک سے ایک موافق کہ مرنجان و مرنج

تیرے منصوبہ کے تابع ہیں سب احکام نجوم
صفحۂ تقویم کا گویا ہے بساط شطرنج

لایا ہے معنی رنگین سے یہ لعل خوش رنگ
ذوق جو مدح و ثنا میں ہے ترے گوہر سنج

خسروا ہوتا ہے اس رنگ سے معلوم یہ رنگ
رنگ نوروز جو ہے آجکے برنگ نارنج

بزم رنگین میں تری رنگ طرب ہو ہر روز
اور تری خاطر اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

قصیدہ نمبر ۵

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر
عیاں ہو خامہ سے تحریر نغمہ جاے صریر

زبان سے ذکر اگر چھیڑیئے تو پیدا ہو
نفس کے تار سے آوازۂ خوشتر از بم و زیر

ہوا یہ باغ جہاں میں شگفتگی کا جوش
کلید قفل دل تنگ و خاطر دلگیر

کرے ہے وا لب غنچہ دو ہزار سخن
چمن میں موج تبسم کی کھول کر زنجیر

کچھ انبساط ہوا ہے چمن سے دور نہیں
جو وا ہو غنچۂ منقار بلبل تصویر

قفس میں بیٹھ کے بھی شوق نغمہ سنجی سے
عجب نہیں کہ ہو مرغ چمن بنالہ صفیر

اثر سے بادِ بہاری کے لہلہاتے ہیں
زمیں پہ ہمسرِ سنبل ہے موجِ نقشِ حصیر

نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم فشان
تو سبز فیضِ ہوا سے ہو وہ برنگِ شجیر

زمیں پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر
جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابرِ سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی پیلِ مست بے زنجیر

نہ خارِ دشت ہے نرمی میں جوابِ مخمل ہے
ہر ایک تارِ رگِ سنگ بھی ہے تارِ حریر

ہوا میں ہے یہ طراوت کہ دودِ گلخن بھی
برستا اٹھتا ہے آتش سے مثلِ ابرِ مطیر

یہ آیا جوش میں بارانِ رحمتِ باری
کہ سنگ سنگ میں سنگِ یدہ کی ہے تاثیر

ہر ایک خار ہے گل ہر گل ایک ساغرِ عیش
ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر

ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب
ہر ایک گھر گھرِ شب چراغ پر تنویر

کرے ہے صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ
کہ جس طرح بہم آمیختہ ہوں شکر و شیر

سنوارتی ہے جو شام اپنی زلفِ مشکیں کو
سوادِ مشکِ ختن پر ہے لاکھ آہو گیر

نہالِ شمع سے ہر شب چنے گل شب بو
بہارِ عیش میں گلچیں کی طرح سے گلگیر

ہے سینے چراغ تو ایسی ہنسی میں پھول جھڑیں
حیا سے رنگِ گلِ آفتاب ہو تغییر

رہے ہے چرخ پہ ہر صبح جوں صبوحی کش
باین درازیِ ریشِ آفتاب ساغر گیر

عجب نہیں ہے کہ آرائشِ زمانہ سے
حنائی پنجہ ہوں تاک و چنار و بید انجیر

چمن میں ہے یہ درختانِ سبز پر جوبن
کہ زیر کھاتے ہیں سبزانِ خطۂ کشمیر

نہ کیونکہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھوں مطلع
کہ آتی ہے نظر اک قدرتِ خدائے قدیر

ظہورِ نرگس و گل جلوۂ سمیع و بصیر
نسیم نکہتِ گل الطف و لطیف و خبیر

شمیمِ جیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگیں
کہ قرصِ عنبر اگر ہے زمیں تو گرد عبیر

محل سے حوت تلک جابجا ہیں تصویریں
بنا ہے عالمِ بالا بھی عالمِ تصویر

جہات ستہ سے بزم جہان ہے وسعت خواہ
کہ ہے ہجومِ نشاط و سرور جمِ غفیر

زمانہ دشمنِ عشرت کا اس قدر قاتل
مہِ صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر

ہوا ہے مدرسہ یہ بزمگاہِ عیش و نشاط
کہ شمسِ بازغہ کی جا پڑھین ہین بدر منیر

اگر پیالہ ہے صغریٰ تو ہے سبو کبریٰ
نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہین صغیر و کبیر

زمین میکدہ یہ خندۂ نشاط انگیز
کہ لائے مے سے ہو دیوار قہقہا تعمیر

دیا ہے رنج کو دھو تیرے غسلِ صحت نے
ضمیرِ خلق سے اے بادشاہِ پاک ضمیر

عجب نہین یہ ہوا سے کہ مثلِ نبضِ صحیح
کرے اگر حرکت موجِ چشمۂ تصویر

شہنشہا ترے یمنِ شفائے کامل سے
جو لاعلاج مرض تھے وہ ہین علاج پذیر

کہ چوبِ گل کو اگر مارین بیدِ مجنون پر
تو صورتِ بشر ہوشمند خوش تقریر

اشارہ فہم ہوا ایسا کہ وہ بیان کرے
زبانِ برگ سے گونگے کے خواب کی تعبیر

یہ میلِ کحل بصارت ہو کلکِ خطِ غبار
تو چشمِ دائرہ عین بھی ہو چشمِ بصیر

نہ موجِ مے کو ہو پیچش نہ شیشہ کو ہچکی
گئی جہان سے یہ بیماری فواق و زحیر

نہ برق کو تپِ لرزہ نہ ابر کو ہو زکام
نہ آب مین ہو رطوبت نہ خاک مین تبخیر

بدل گئی ہے حلاوت سے تلخیِ دارو
شراب تلخ بھی ہو میکشون کو شکر و شیر

توی ہے قوتِ تاثیر سے دوا کے طبیب
غنی قبول کی دولت سے ہے دعا کے فقیر

ق

شکستِ دلکو ترے یمنِ تندرستی سے
کرے درست اگر مومیائی تدبیر

تو موئے کاسۂ چینی کو چارہ سازِ قضا
نکالے کاسۂ چینی سے مثلِ موئے خمیر

کھجائے سر جو کبھی مفسدانِ سرکش کا
علاجِ خارشِ سر ہو ناخنِ شمشیر

بنا ہے نقشِ شفاخانۂ ہزار شفا
ہر ایک خانۂ تعویذ صاحبِ تکسیر

ہر ایک اسمِ عزیمت مین اسمِ اعظم ہے
ہر ایک نسخۂ شفا مین ہے نسخۂ اکسیر

رہا نہ کوئی گرفتارِ رنج عالم مین
چھٹے جو ترے تصدق مین مجرمانِ اسیر

شہا ہے دم سے ترے زندگانیِ عالم
یہ تیرا دم ہے وہ اعجازِ عیسوی تاثیر

مثالِ خضر تو اے رہنماے ملت و دین
جہان مین پیر ہو پر ہو کرامتون سے پیر

تو وہ ہے حامیِ دنیا و دین زمانہ مین
کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو دین کو توقیر

کیا شہان سلف نے مسخر ایک جہان
کیے ہین تو نے شہنشاہِ دو جہان تسخیر

سحر سے شام تلک زر فشان ہے پنجۂ مہر
نثار کرتا ہے ہر روز ایک گنجِ خطیر

فلک پہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدۂ شکر
نشانِ سجدہ ہے زیبِ جبینِ ماہِ منیر

یہ روز بہ سے ترے ہے جوان جہانِ کہن
کہے نہ کوئی دو شنبہ کو بھی جہان مین پیر

حیات بخشِ جہان تیرا مژدۂ صحت
جو بخشتے خلق کو عمرِ طویل و عیشِ کثیر

ہزارون سال سرِ ہر صدی نکالے دانت
ہنسین اجل پہ جوانون کی طرح مردمِ پیر

جہان کو یون تری صحت کے ساتھ صحت ہے
صحیح جیسے کہ قرآن ہو مع تفسیر

یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہون جس سے رنجور
ہلالِ بست و نہم کی طرح بدن کے حقیر

پڑھون ثنا مین تری اب وہ مطلعِ روشن
کہ جسکا مطلعِ خورشید بھی نہ ہووے نظیر

شہنشہا وہ تری روشنی راے منیر
عقولِ عشرہ کے انوار جس کے عشرِ عشیر

جو ہو نہ تابعِ امرِ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ
تو عقلِ کل کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر

جو ہین نکات و معانی بشر کے فہم سے دور
وہ تیرے ذہن مین موجود سب قلیل و کثیر

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظہ مین تو یہ
نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر

حیا ہے گر متعلق تری نگاہ کے ساتھ
تو ہے ضمیر کی جانب تری صفا کی ضمیر

ترا تو سیئہ بھی یون ہے داخلِ حسنات
کہ جیسے صحبتِ اصحابِ کہف مین قطمیر

کرے ہے سلبِ تغیر کو ذاتِ حادث سے
زمانہ عدل سے تیرے یہ اعتدال پذیر

مجال کیا کہ ترے عہد مین شرر کی طرح
اٹھائین سر کو شرارت سے سرکشانِ شریر

ہوا میں آکے جو کرتا ہے سرکشی شعلہ
تو چٹکیاں دلِ آتش میں لے ہے اُٹھ گیر

ترے نسق سے ہجو بالکل رہی نہ خونریزی
لڑائیوں میں کہیں پھوٹتی نہیں نکسیر

جو پہنچے بتکدہ میں تیرا شورِ دینداری
بلند نالۂ ناقوس سے بھی ہو تکبیر

کیا یہ کفر کو اسلام نے ترے معدوم
کہ کوئی زلفِ بتان پر نہ کر سکے تکفیر

جہان میں چشمِ سیہ مست یار کا ہو یہ ننگ
جو سیکشون کو تیرا احتساب دے تعذیر

پڑے گلے میں رسن خطِ سرمہ سے اُسکی
رہے مدام وہ گردش میں از پئے تشہیر

وہ برق قہرِ خدا تیری تیغِ آتش دم
کہ جسکی آنچ ترے دشمنون کو نارِ سعیر

جو ہے خدنگ کا تیرے نشانہ چشمِ حسود
تو ہے تفنگ کا تیرے دلِ عدو نخچیر

ترے ہنیب سے ہون شکلِ فلسِ ماہی الگ
کریں نہ حلقۂ جوہر رفاقتِ شمشیر

جو تیر نکلے کمان سے تری وہ ہو جائے
طلب میں جانِ عدو کی روان قضا کا تیر

ق
ترے ہے خامۂ طغرا نگار میں یہ زور
جو کھینچے ایک روش خطِ منحنی وہ لکیر

تو اُس سے ایسی ہون اشکالِ ہندسی پیدا
مٹا دے دیکھ کے اقلیدس اپنی سب تحریر

ق
وہ روشنی ترے خط میں کہ ابنِ مقلہ اگر
لگائے آنکھون سے سرمہ کی جا تری تحریر

تو ہو یہ نورِ بصارت کہ پڑھ لے حرف بحرف
جو ہووے لوحِ جبین پر نوشتۂ تقدیر

رقم میں گر ترے اوصاف کے تصور کرے
زبان خامۂ عطارد کی ناک میں دے تیر

ق
ترا سمندہ ہے وہ تیز رو کہ وقتِ خرام
نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی نہ اُسکا نظیر

کہ سیر گاہ ہے اُسکی تو راہِ یک روزہ
اور اُسکا شرق سے تا غرب عرصۂ سیر

ترے جو فیل کی تعریف خسروا لکھون
کریں حکایتِ شیرین و کوہکن تحریر

کہ فیل کوہ کن تیشہ فیلبان فرہاد
وہ دونوں دانت صفا ایک ایک جوئے شیر

چلے نہ اشرفیِ آفتاب عالم میں
خطِ شعاع سے اُسپر جو یہ ہو تحریر

ابوظفر شہِ والا گہر بہادر شہ
سراجِ دینِ نبیؐ سایۂ خدائے قدیر

شہ بلند نگہ شہر یار والا جاہ — خدیو مہر کلہ خسرو سپہر سریر

جہان مسخر و عالم مطیع و خلق مطاع — فلک موید اختر معین و بخت نصیر

زمین ہو سبز جو تیرے سحاب بخشش سے — تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر

ق

بچشم مہر اگر تیرا نیر اقبال — کرے نگاہ سراً بجو و آب غدیر

تو فلس فلس سے ہو ماہیوں کے وقت شکار — نگین دست سلیمان بدست ماہی گیر

نہ ہے ثنا کے لئے تیرے اختتام و تمام — نہ ہے دعا کے لئے تیری انتہا و اخیر

مگر یہ ذوق ثنا سنج مدح خوان تیرا — غلام پیر کہن سال اک فقیر حقیر

کرے ہے دل سے دعا یہ سدا فقیرانہ — سنا ہے جب سے کہ رحم خدا دعائے فقیر

الٰہی آب پہ ہو تا زمین زمین کو ثبات — زمین پہ تا ہو فلک اور فلک کو ہو تدویر

فلک پہ چھوڑے نہ تا دامن مسیح حیات — زمین پہ خضر کی تا ہو فنا نہ دامن گیر

عطا کرے تجھے عالم میں قادر قیوم — بجاہ و دولت و اقبال و عزت و توقیر

تن قوی و مزاج صحیح و عمر طویل — سپاہ وافر و ملک وسیع و گنج خطیر

قصیدہ نمبر ۶

ہیں میری آنکھ میں اشکوں کے تماشا گوہر — اک گہر دیکھو تو ہوں کتنے ہی پیدا گوہر

نظر خلق سے چھپ سکتے نہیں اہل صفا — تہ دریا سے چمک کر نکل آیا گوہر

رزق تو در خور خواہش ہے پہنچتا سب کو — مرغ کو دانہ ملا ہنس نے پایا گوہر

پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو پاک سرشت — غرق ہے آب میں پر تر نہیں اصلا گوہر

ہے دل صاف کو غربت میں بھی گرد و غبار — گرد آلود یتیمی ہوا تنہا گوہر

کور باطن کو ہو کیا جوہر دانش کی شناخت — کہ پرکھتا نہیں جز دیدۂ بینا گوہر

غیر پر مایہ نہ کم مایہ سے ہو ضبط ہوس — بہگیا ژالہ ہوا لگ کے نہ پگلا گوہر

جوہر جوف کو درکار ہے آرائش خوب
خوب تو آب کی خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر

سرکشی کرتے ہیں بے مغز نہ پر مغز و قار
جز حباب آب ست سر کھینچے نہ بالا گوہر

ربط ناچیز سے کرتے ہیں کوئی پاک نہاد
ہو نہ ہم صحبت تار رگ خارا گوہر

دلخراش اوسے ہے طاقت وہ دل ہے کچھ اور
کہ نہ گوہر کبھی ہیرا ہو نہ ہیرا گوہر

فیض کو عالم بالا کی ہے شرط استعداد
قطرہ یکجا ہے طباشیر ہے یکجا گوہر

صدق اور کذب یہ ہر نکتہ کی ہے شرط نظر
کور کیا جانے یہ سچا ہے کہ جھوٹا گوہر

صاف باطن کی ہو جب قدر کہ ظاہر ہو درست
مول بھی لوٹ گیا صاف جو ٹوٹا گوہر

ہوتی غربت میں اگر قدر نہ خوش جوہر کی
تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر

خلش خار جنوں سے ہے پڑتا کیا کیا
ہر قدم پر قدم آبلہ فرسا گوہر

دل عاشق میں کرے کیوں کہ نہ آنسو سوراخ
اسی الماس سے جاتا ہے یہ بندھا گوہر

ذوق موقوف کر انداز غزلخوانی کو
ڈھونڈھ اس بحر میں اب تو کوئی اچھا گوہر

غوطہ دریائے سخن میں ہے لگانا بہتر
آگے تقدیر سے خرمہرہ ملے یا گوہر

اثر مدح سے اُس خسرو دریا دل کے
کر سخن قابل گوش دل دانا گوہر

وہ بہادر شہ غازی کہ برنگ نیسان
روز برسائے ہے ابر کرم اُسکا گوہر

جشن سے اُسکے ہے اک فیض کا دریا جاری
بہتے پھرتے ہیں برنگ کف دریا گوہر

زیور آرا ہوں اگر آج چمن میں گل سرو
بیضۂ قمری و بلبل ہوں عجب کیا گوہر

پہنچے گر گوش صدف تک یہ نوید عشرت
اتنا بالیدہ بخود ہو کہ ہو مینا گوہر

کہتا ہے قطرۂ نیسان بھی کہ اس در میں کاش
ہوتا میں دانۂ انگور نہ ہوتا گوہر

جدول آب میں کثرت سے حبابوں کے بھرے
مانگ میں مثل بت خویشتن آرا گوہر

ٹوٹا ہے کشمکش عیش سے جو صبح کا ہار
بکھرے شبنم سے ہیں گلزار میں کیا کیا گوہر

گل شگفتہ میں یہ قطرۂ باران سے بہار
بھر دئے درج یاقوت میں گویا گوہر

سوج گوہر مین بھی ہے طرز تبسم پیدا
کوئی دم مین روش غنچہ ہنسے گا گوہر

رخ گلرنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ
کیا تماشا ہے کہ بنجائے ہے مونگا گوہر

قطرۂ آب لطافت سا ہے ٹپکا پڑتا
گوش خوبان سمن بر مین مصفا گوہر

مدح حاضر مین کرون مین کوئی مطلع تحریر
آج ہے خامہ مرا منھ سے اُگلتا گوہر

آج وہ دن ہے کہ اے خسرو والا گوہر
کوہ دے نذر تجھے لعل تو دریا گوہر

بحر و بر مین ہے شہا تیری مہیاے نثار
سیم سے زر تلک اور لعل سے لے تا گوہر

ہو ترے فیض قدم سے جو زمین گوہر خیز
ہو نصیب صدف نقش کف پا گوہر

مشتری کہتے ہین جسکو وہ اُٹھا لایا چرخ
لوٹ کر جو تری سمرن کا گرا تھا گوہر

صبح اقبال و سعادت کا ستارہ چمکا
جو ترا طرۂ دستار کا چمکا گوہر

تیرا آویزۂ سرپیچ کا اے قبلۂ خلق
صاف قندیل در مسجد اقصا گوہر

حلب خلق مین ہے سینہ ترا آئینہ
عدن علم مین ہے قلب مصفا گوہر

پرورش دیوے چمن کو جو ترا ابر کرم
موتیا مین عوض غنچہ ہو پیدا گوہر

ماہ کہنے کے لئے ہے نہ کہ گنے کے لئے
تیرے کنٹھے کا کہون کیا اُسے زیبا گوہر

دُر فشانی سے تری اتنے گہر ہین ارزان
لکھتے ہین نسخۂ مفلس مین اطبا گوہر

ق
عکس سے تیر اقبال کے دریا مین ترے
اے محیط کرم و جود کے یکتا گوہر

آب گوہر ہو تو ہو آب یہ اعجاز نما
کف دریا کو بنائے ید بیضا گوہر

کوہ کا زہرہ کرے آب تری ہیبت عدل
گر ہے سن پاے کہین سنگ نے توڑا گوہر

طبع نازک پہ تری بارگہر ہو جو گران
پوست بیضۂ ماہی سے ہو ہلکا گوہر

آب دریاے کرم سے جو ہون تیرے سیراب
ابر مردہ سے برسنے لگین کیا کیا گوہر

آج محفل مین تری وہ گہر افشانی ہے
لگن شمع مین ہین آنسوؤن کی جا گوہر

دستِ فراش مین جاروب ہے ریشِ فرعون
فرش پر تیلیون مین اُلجھے جو صد ہا گوہر

تیرے دورانِ حفاظت مین کہان رنج و گزند
حق مین بیمار کے تبخالہ ہے لب کا گوہر

افعیِ زلف کے کاٹے کو ہے جون مہرۂ مار
زگوش خوبان مین تہِ زلفِ سمن سا گوہر

سینہ صافی کا تری ایک ہے نقشہ دریا
دلِ روشن کا ترے ایک نمونا گوہر

نقرۂ خنگ ترا ایسا برنگِ شفاف
رو بر وجس کی صفائی کے ہو میلا گوہر

غرق دریائے جواہر مین ہے وہ کوہ گران
گل ہین منہدی کے جھڑن لعل پسینا گوہر

پیل تیرا ہے بلندی مین فلک سے افزون
جھول مین جسکے ہین انجم سے زیادہ گوہر

لیکے خرطوم مین جو آب ہو وہ قطرہ فشان
دیوے جون ابرِ بہاران ابھی برسا گوہر

ہے ترے قطرۂ پیکان سے دم بارشِ تیر
جگر چاک عدو مین صدف آسا گوہر

تیرا نیزہ ہے وہ طائر کہ عوض دانہ کے
مہرۂ پشت سے دشمن کے ہے چنتا گوہر

شعلۂ برقِ غضب سے ترے شاہا تر آب
مثلِ مریخ ہر اک سرخ ستارا گوہر

مہرداروں مین ہے دربار کے گر نامِ عقیق
آبداروں مین ہے سرکار کے ادنیٰ گوہر

گرجے گردون کی طرح سے وہ بآوازِ مہیب
جوہری جسکو کہ بتلائے ہے گرجا گوہر

ہو تری کلکِ کرم جبکہ شہا گوہربار
جیمِ محتاج کے دامن مین ہو نقطا گوہر

نقطۂ قافِ قلم سے جو ہو تیرے ہمسر
قاف تک قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر

سینہ صافی سے تری ہووے صفا ایسی عام
دلِ کافر مین بھی ہو جسا لِ سویدا گوہر

ہو جو روشنگرِ عالم ترا نورِ دانش
موئے چینی مین پرو یا کرے اعمیٰ گوہر

خسروا مین جو کہون سب ترے اوصاف انکو
تو سدا منھ سے مرے پھول جھڑین یا گوہر

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختمِ سخن
تاکہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

تا دے ہے پنجۂ خورشید پہ ہر روز طلا
تا گرہ مین رکھے شب عقدِ ثریا گوہر

دانۂ انجمِ گردون سے پُر رہے جیب تک
رشتۂ کاہکشان مین شبِ یلدا گوہر

جب تلک جوشِ بہاراں سے ہوائے دمِ صبح ٹانکے شبنم سے سرِ دامنِ صحرا گوہر

ہر برس جشن ترا تجکو مبارک ہووے برسین نیسانِ کرم سے ترے شاہا گوہر

دوستون کو ہو ترے گنجِ گہر روز نصیب ہو بجز اشک سرِ دامنِ اعدا گوہر

قصیدہ نمبر ۷

ہے وہ جاندارو مے نافعِ اعضا و حواس کہ دلِ مردہ ہو زندہ تنِ بے حس حساس

قطرۂ مے سے ترقی حواسِ خمسہ یون ہو جسطرح کہ اک نقطہ سے ہون پانچ پچاس

ہووے اس وعن کبریت سے مثلِ زرِ سرخ رنگِ رخسار جو کلفت سے ہو ہمرنگِ نحاس

خشک مغزونکو جو ہو بوئے گلاب اُسکی بو تر دماغ اتنا ہو دم لینے نہ دے فرطِ عطاس

قلبِ ماہیت اگر اس سے نہ بالکل ہو تو کیون قلبِ انسان مین تھوڑے سے مبدل ہو ہراس

اُسکی دولت سے عجب کیا دلِ مفلس ہو غنی کہ یہ ہے شربتِ دینار علاجِ افلاس

دیوے ساقی جسے ایک جام وہ دعوی یہ کرے آج جو پاس ہے میرے نہین جمشید کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی و بالا دستی شب کہے مست کہ کرلون ابھی گردون سے مساس

سلسبیل آکے اگر خلد سے ہو آبِ سبیل کہے میخوار کہ بجھتی ہے کہین اُس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شرابِ ساقی اور باقی تو ہے سب وہم و خیال و وسواس

زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاسِ انفاس

بیٹھ گوشہ مین نہ تو چھوڑ کے اس جلسہ کو دیکھ رندانِ خرابات نشین کا اجلاس

مے نہین ہے قدحِ مینا مین مگر جلوہ فروز کوئی خورشید لقا ہے شفقی رنگ لباس

اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرمِ نشاط غم کو جا دل مین نہ دے جسکو نہ کھا اپنے اُداس

دل جو گھر غم کا ہو کیا اُسمین ہو سرمایۂ عیش وہ مثل ہے کہ کہان گھونسلے مین چیل کے ماس

دلِ پژمردہ کی ہوتی ہے مے سے واشد کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفلِ سوداس

میں یہ کہتا ہی تھا جو دل نے مرے مجھ سے کہا
توبہ کر توبہ نہ کر اتنی زیادہ بکواس

ایسے بردارِ بد افعال کا تو نام نہ لے
حامیِ شرع ہے وہ بادشہ پاک انفاس

شاہ دیندار بہادر شہ غازی جس نے
خانۂ توبہ و تقویٰ کو کیا محکم اساس

دور میں اُسکے ہو گر مرتکب مے کوئی
کرے ہر قطرہ کلیجے میں خراشِ الماس

مے اگر آبِ بقا بھی ہو تو ہو وہ زہر آب
جسکے پینے سے ہو جینے ہی سے میخوار کو یاس

وضو وے اس عہد میں گر زخم کو مے سے جراح
تو رہے حشر تلک سوزش و درد و آماس

سب کہتے اس آب شرر انگیز کو ہیں آج بشر
کہ یہ روغن ہے سرِ آتشِ شرِّ خنّاس

تا نہ باقی رہے مے اور نہ مے میں مستی
توڑتا سنگ ترا ہے وہ شیشہ کا گلاس

احتساب نے سکا جو دے سنگ تہ شیشہ کو ٹیک
تو صدا ہو نہ بلند اُس سے بجز حمد و سپاس

مدح خاص میں پڑھوں اُسکے کوئی مطلع میں
کہ سخن فہم و سخنور کا ہے وہ قدر شناس

نطق شیریں وہ ترا شہد کہ ہر درد کو راس
شان میں جس کی شہا فیہ شفاءٌ للناس

ہندوے زلف کے ہے پاس سند مصحف رخ
عہد میں تیرے ہے کافر کو بھی اسلام کا پاس

مومیائی ہو حمایت ترے حق میں اُس کے
سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر آس

بوٹی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آئے
بل بے ہمت ترے نزدیک یہ تنکا ہے وہ گھاس

چمنِ دہر میں نرگس بھی تری بخشش سے
رکھتی ایک کاسۂ زر میں ہے اور اک سیمیں طاس

کیا عجب فیض سے گر ابر کرم کے تیرے
بید مجنوں میں ہو پیدا ثمر سیب و گلاس

تیری شمشیر کے آگے نہیں رکھتی ہرگز
مغز کی تیغ سپر لو کی شہا عقل و حواس

ناقص تعلیم سے تیرے ہو جو منکر انسان
احمق الناس اُسے جانئے بلکہ النسناس

لوحِ تقدیر کے لکھے کو پڑھے حرف بحرف
تربیت سے تری اُمّی بھی ہو جو حرف شناس

دیوان تیرا سدا پر عیب ہے عالم میں حقیر
اسپ بدحال کو کوئی جیسے میاں تھا پاس

دیکھے آہو کو جو ضیغم تو وہیں عدل ترا
ڈھانک دے آنکھوں کو اسکی بدوش گاو خراس

زہے خورشید کے طالع کہ شعاع خورشید
دم تزئین ترے گھوڑے پہ لگے جائے قطاس

ایسا چالاک کہ اس طرح سے اُڑ جاتا ہے
جسطرح عاشق دل باختہ کے ہوش و حواس

پہنچے اُس رخش فلک سیر زمین پیما کو
نہ منجم کا خیال اور نہ مہندس کا قیاس

تیرا ہاتھی ہے فلک کاہکشاں ہے خرطوم
کان دونو مہ و خور دُم ہے ذنب سر راس

ذنب و راس وہ جن سے ہوں سیہ بخت عدو
ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہوں روشن انفاس

رنگ ہاتھی کا سیہ اور وہ دانت اسکے سفید
کہتا ہے دیکھ کے یہ ظلمت و نور اپنا قیاس

طرفہ صنعت سے لپیٹا ہے شب یلدا نے
صفحۂ صبح منور کو مثالِ قرطاس

ختم کرتا ہے سخن ذوق دعا پر اس طرح
ق
تا ہوں دریا میں گہر کان میں پیدا الماس

توشۂ بحر و برائے شاہ سکندر فر ہو
دے خدا عمر خضر تجکو حیاتِ الیاس

عید ہر سال ہو فرخ تجھے با عیش و نشاط
تو ہمیشہ رہے خوش اور ترا بدخواہ اداس

قصیدہ نمبر ۸

ایک خورشید لقا طرفہ جوانِ ارشق
تابِ رخسار فلق سرخی رخسار شفق

وہ جبیں ماہ سبیں اُسپہ خطِ چین جبیں
تھی وہ انگشت بنی جسنے کیا ماہ کو شق

کبھے وہ ٹکڑے جگر کھینچ کے ابرو تلوار
باندھکر کھینچ لے دل زلف مسلسل کی [illegible]

تیر انداز جو مژگاں تو ادا دستہ گذار
چشم ابلق تو نگہ ترک سوارِ ابلق

غمزہ و ناز کرشمہ و بلا غارت گر
کر نہ چھوڑیں تنِ عشاق میں جاں ایک رمق

سرو قامت سمن اندام گلستاں رخسار
ہونٹ گلبرگ دہن غنچہ و بینی زنبق

سرو قامت سے اگر ٹکڑے ہو طوبی سرکش
راست ہاں راست ہے یہ کل طویل احمق

شکر آمیختہ بادامِ معشقہ و دنداں
سیب فردوس زنخداں لب خنداں فستق

کھلتا اسکے دہن تنگ کا ایسا مشکل — جیسے دشوار ہو مفہوم کلام مغلق

مصحف روے کتابی کو جو دیکھو اسکے — تو کہین صورت اخلاص نہ پاؤ مطلق

لوح رنگین سے نہ رہا ہو بیاض گردن — تا کہ ہو سرخی شنجرف نہ خون ناحق

دست و بازو و بر و دوش عجب صبح بہار — پنجہ و پنجۂ خورشید و حنا رنگ شفق

سینہ تا ناف صفا آب گہر کا دریا — ناف اک عکس و قن اسین بجائے زورق

نازک ایسی کمر اسکی کہ سمجھنا مشکل — جسطرح شعر خیالی مین ہون معنی ادق

ہے گران اسپہ نزاکت سے نہ باندھے ہرگز — گر ہو تار نظر دیدۂ عنقا منطق

اسکا زانو وہ مصفا کہ اگر دیکھے اسے — آئینہ آب خجالت مین رہے مستغرق

کیا کہون ساق بلورین کی صفائی اسکی — شمع گر دیکھے اسے شرم سے آجائے عرق

قد جو گلبن تو وہ پانوٴن کے حنائی ناخن — نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہوے گل کے ورق

آکے بالین پہ وہ طناز سراپا انداز — مجھ سے یہ کہنے لگا کیون ہے تو غمگین ناحق

مژدۂ عید سے ہے گلشن عالم مین بہار — نغمۂ عیش سے ہے بزم جہان مین رونق

دوش پر سرو لب جو کی ہے اک سبز قبا — بر مین لالہ کے بھی گلشن مین ہے گلگون یلمق

جوش سبزہ سے ہے وہ فرش سر صحن چمن — کوئی مخمل اسے کہتا ہے کوئی استبرق

باغ عالم مین ہے یہ جوش بہار عشرت — ٹپکے ہے نخل سے مستی مین ہمیشہ رقراق

تو بھی کر تہنیت عید کا اسکے سامان — کہ ہے وہ خسرو دین حامی دین برحق

وہ بہادر شہ غازی کہ دم معرکہ ہون — اسکے تیر دنگے ہدف اسکے حسودونکی حدق

مدح اسکی ہے مناسب تجھے بلکہ انسب — یعنے توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق

سن کے یہ مین نے کہا مدح مین اسکے مطلع — جسپہ احسنت کہین مجھکو لبید و عمعق

تو ہے وہ نائب ختم رسل سے سایۂ حق — کہ ترے سایہ مین ہے گلشن دین کو رونق

ابر رحمت کا ہے سایہ ترا اے سایۂ حق
کیونکہ سایہ میں ترے ہو نہ جہان کو رونق

کس کا مقدور کہ سرتاب ترے حکم سے ہو
جو ترا امر ہے الحق جو کہے تو صدق

ذکر حق سے کوئی خالی نہیں تیرا ہے وہ دور
کرتا میخانہ میں ہے شیشہ کہے بھی حق حق

گر کرے نشو و نما نامیۂ فیض ترا
گل جو ہو شمع سے پیدا تو گلاب و زنبق

حرف ہیبت کا تری کوئی زبان پر آیا
ہو گئی وقت کتابت جو زبان خامہ کی شق

نطق شیرین سے ترے ہووے حلاوت گر عام
کام میں خلق کے بورا ہو بجائے بورق

ناتوانوں کو جو دے زور حمایت تیری
مار دے لات اٹھ کے سر پیل دمان بچۂ بق

کہتے ہیں برق جہان جسکو وہ ہے اک ادنے
توپخانہ میں تری توپ پہ زرین بیرق

کوہتی جسپہ کرے کاہکشان کی بھی کمند
وہ تری ہمت عالی کا ہے عالی جوسق

قطرہ افشان ہو اگر تیرا سحاب ہمت
بوٹی اکسیر کی پیدا ہو بجائے سرمق

کرتا ادنے کو جو اعلے نہ ترا منصوبہ
پاتا شطرنج میں فرزین کا نہ رتبہ بیذق

کرتا اک جست میں ہے ماہی گردون کا شکار
طائر تیر ہوائی ترا مثل لقلق

ق
اے شہ دادگر اے خسرو انصاف پرست
اللہ اللہ رے عدالت کا تری نظم و نسق

اتنا عالم میں حذر خون سے ہے خونخوارونکو
خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق

پرتو افگن ہو اگر روشنی طبع تری
ابرق آئینہ ہو اور سنگ سیہ ہو ابرق

مشتری بھی ترے شطرنج کا اک مہرہ ہے
آفتاب ایک ترے گنجفہ کا گر ہے ورق

ق
ابر ہے گرچہ مثال پدر ہندیدہ
گر تری برق غضب جھاڑ دے اسپر چمق

تو سنتا ہے سے بھی چل اٹھے زیادہ وہ شتاب
آگ لگ جانے میں دیر اسکے نہووے مطلق

تیرے توسن میں وہ جلدی ہے کہ اگر چھیڑ دے تو
یون وہ اڑ جائے کہ جیسے سر آتش زیبق

ق
شمس کو پہنچے تری رائے سے یوں شرق میں نور
تو ہو مغرب میں گرانے پر تو نور مطلق

جسطرح روشنی قلب سے اہل اشراق
عرصۂ دور سے شاگرد کو دیتے ہیں سبق

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر اس طرح
تا کہ ہوں ارض و سما دونوں طبق زیر طبق

ہو دے ہر سال مبارک تجھے عید رمضان
اور دشمن کو رہے تیرے سدا رنج و قلق

قصیدہ نمبر ۹

ہے آج جو یوں خوشنما نور سحر رنگ شفق
پرتو ہے کس خورشید کا نور سحر رنگ شفق

یہ جوش نسرین و سمن یہ لالہ و گل کا چمن
گلشن میں گویا چھا گیا نور سحر رنگ شفق

ہر سرو قد غنچہ دہن زیب چمن شان چمن
ہر سیمبر گلگوں قبا نور سحر رنگ شفق

افشاں جبیں پر سر بسر مہتاب و انجم جلوہ گر
اور گورے ہاتھوں میں حنا نور سحر رنگ شفق

لب پر تبسم ہے کہ ہے جوش بہار و موج گل
دندان پان خوردہ میں یا نور سحر رنگ شفق

ہر مجمع پیر و جوان ایک طرفہ مشرق ہے کہ واں
روشن دل و رنگیں ادا نور سحر رنگ شفق

جام بلوریں میں ہے یوں عکس شراب لالہ گوں
ہو جیسے کیفیت فزا نور سحر رنگ شفق

حسن گل مہتاب نے جوش گل سیراب نے
کیا باغ میں چمکا دیا نور سحر رنگ شفق

دیکھے چمن میں برگ گل آلودہ شبنم جو گل
خجلت سے پانی ہو گیا نور سحر رنگ شفق

ہے شوق کو بالیدگی ہے رابطہ کو چسپیدگی
کس رنگ ہوں ملکر جدا نور سحر رنگ شفق

ساقی مئے عشرت سے بھر ساغر کہ ہے اس رنگ یہ
آب و ہوا جاے فزا نور سحر رنگ شفق

جشن بہادر شاہ ہے روز علو جاہ ہے
ہے اس لئے بہجت فزا نور سحر رنگ شفق

وہ چہرہ روشن گہر جسکو خجل ہوں دیکھکر
ماہ و ثریا و سہا نور سحر رنگ شفق

اک صاف مطلع میں لکھوں اور مدح و ثنا رنگ دوں
ہوں دیکھکر غرق حیا نور سحر رنگ شفق

روکش ہو تیرے رخ سے کیا نور سحر رنگ شفق
ذرہ ہے تیرے فیض کا نور سحر رنگ شفق

اے آفتاب عز و شاں تیری جبیں سے ہے عیاں
نور یقین رنگ حیا نور سحر رنگ شفق

روشن بیانی سے تری رنگین کلامی سے تری
شرمندہ ہوتا ہے سدا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ سیمگون ایوان ترا وہ سائبان رنگین کھچا
لین وام اب جس سے صفا نورِ سحر رنگِ شفق

فانوس شیشۂ لعل گون روشن تری محفل مین یون
گویا کہ شیشہ مے بھرا نورِ سحر رنگِ شفق

انصاف نے تیرے شہا سیماب و آتش کو کیا
یون جمع جیسے ایک جا نورِ سحر رنگِ شفق

تیری امان و حفظ سے ہوجائے حق مین شمع کے
نارِ خلیل آبِ بقا نورِ سحر رنگِ شفق

خورشید تجھ سے فیض کو پہنچے تو مشرق مین نہو
جز درّ و لعلِ بے بہا نورِ سحر رنگِ شفق

جسپر کہ تو ہووے غضب ہے اُسکے حق مین کیا عجب
سیلِ فنا برقِ بلا نورِ سحر رنگِ شفق

شمشیر کی تیری چمک جون عدو سے یک بیک
دکھلائے ہے روزِ دغا نورِ سحر رنگِ شفق

پیکانِ ترا الماس گون منھ سرخ سوفار دو یون
گویا لگا کر پر اُڑا نورِ سحر رنگِ شفق

جلوہ ہے تیری مہر کا شعلہ ہے تیرے قہر کا
ہے جسکو عالم جانتا نورِ سحر رنگِ شفق

اسپ حنابستہ ترا وہ نقرہ خنگِ بادپا
غیرت سے جسکے اُڑگیا نورِ سحر رنگِ شفق

اے ذوق کی ہے یہ دعا جب تک رہے شاہنشہا
ق
خورشید و مہ ارض و سما نورِ سحر رنگِ شفق

جبتک لباسِ مہر کو صابون اور شنجرف ہو
زینت دہ صبح و مسا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر جشن فرخ ہو تجھے اس طرح آب و تاب سے
ہون تیرے محتاجِ ضیا نورِ سحر رنگِ شفق

شاہا زمانہ مین ہوتا یا آبرو اور سرخ رو
ہو جلوہ گر مشرق سے تا نورِ سحر رنگِ شفق

دشمن کا تیرے منھ ہو فق اور خون ہے دل کے ہو شفق
دیکھے نہ وہ اسکے سوا نورِ سحر رنگِ شفق

قصیدہ نمبر ۱۰

طرب افزا ہے وہ نوروز کا تاریخی رنگ
دیکھکر بھاگے جیسے رنجِ ہزارون فرسنگ

مل ہے بالیدگیٔ عیش کہ برگِ گل پر
قطرہ شبنم کا ہے مینائے شرابِ گلرنگ

ہوا کیا گلشنِ آفاق مین ہے جوشِ بہار
چہچہے کرنے لگی بلبلِ تصویرِ فرنگ

کلک نقاشی قدرت سے گلستان مین ہے آج — تختۂ لالہ و گل صفحۂ نقش ارژنگ

خسروا آج کیا تو نے وہ جشن نوروز — دیکھکر جسکے تجمل کو ہو جمشید بھی دنگ

ہے تری بزم طرب مین پئے رسم نوروز — صورت بیضۂ رنگین فلک مینا رنگ

مشک افشان ہو جہان مین جو تری نکہت خلق — ناف آہوئے ختن سے نہ ہو کم داغ پلنگ

بلکہ ہو جوش بہاران کرم سے تیرے — کیا عجب شاخ مین آہو کے گل رنگا رنگ

تیرے انصاف سے ہے بزم جہان مین یان تک — شمع گلگیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ

ہو اگر شعلہ فشان تیری ذرا آتش قہر — تو سمندر رہے پانی مین بجائے خرچنگ

ق زیر ران تیرے ہے وہ توسن چالاک کہ تو — چھیڑ دے ایک ذرا اسکو جو وقت صف جنگ

یون کرے جست کہ جیسے سر میدان بزد — منہ سے اڑ جائے حریفون کے ترے خوف سے رنگ

رکھتی سرعت ہے تپ لرزہ ہیبت سے ترے — نبض محموم کی مانند جبل مین رگ سنگ

مرغ دل کو ترے دشمن کے قفس ہے سینہ — اور جگہ چوب قفس کے ہے ترا تیر خدنگ

ہو وے حاسد کو نہ آزار حسد سے صحت — تا کہ دارو نہ پیالہ مین بھرے تیری تفنگ

مفسد و حاسد و غماز و عدو وے سرکش — زیر شمشیر غضب تیرے ہون چار ون چنگ

آ نہین سکتے بیان مین ترے اوصاف تمام — ہوتا ہے قافیہ سنجون کا یہان قافیہ تنگ

ق کرتا اس رنگ سے ہے ختم سخن دیکے دعا — ذوق جو ہے ترا مداح محبت یکرنگ

گلشن دہر مین ہر سال مبارک تجھ کو — جشن نوروز بہر رنگ بتاج و اورنگ

اور ترے حاسد بد بین کو دکھائین لاکھون — خسروا روز نئے رنگ فلک کے نیرنگ

قصیدہ نمبر ۱۱

حبذا ساقی فرخ رخ و خورشید جمال — مرحبا مطرب بار ید ستان و زہرہ خصال

بارک اللہ کہ درفشان ہے تو اے ابر بہار — خیر مقدم کہ خرامان ہے تو اے بادِ شمال
للہ الحمد لبالب ہے مئے عیش سے جام — شکر للہ زرِ گل سے ہے چمن مالا مال
جوشِ روئیدگی سبزہ سے ہو جائیگا سبز — گل زمینِ چمنِ حسن مین تا دانہ خال
اللہ اللہ ری سرسبزی گلزارِ جہان — کیا عجب ہو روشِ خضر اگر رنگ بلال
شررِ تیشۂ فرہاد سے پیدا ہوے گل — بل بے جوشِ گل خودرو سرِ دامانِ خیال
جوشِ فوارہ ہے وہان کثرتِ تار بارش — سرِ مجنون کے تھے آلودہ جہان گرد سے بال
کیا عجب رحمتِ باری سے کہ وقتِ باران — ابرِ مردہ سے بھی ہو قطرہ فشان آبِ زلال
معجز باد سے مانندِ عصاے موسے — شجرِ خشک بھی ہو جاے تر و تازہ نہال
ذوقِ مستی سے ہے طاؤس چمن مین رقاص — شوقِ آہنگ سے ہے سرو پہ قمری قوال
شورِ بلبل بھی یہ رکھتا ہے نمک آج کہ گل — بن گیا کثرتِ شبنم سے نمکدان کی مثال
دیتی ہے طاقتِ پرواز یہ کیفیت مے — اس ہوا مین ہے بط مے کہ اڑون بے پر و بال
ہے یہ وہ دور کہ ہر صوفی صافی مشرب — رقص مستان مین ہے وجد کنان شامل حال
بیدمون کو جو نئے چارہ گرِ عیسے دم — شمع مردہ کی رگِ تار سے کھولین قیفال
پتلیان ناچتی ہین چشم کے گھر مین بے ساز — جنبشِ دستِ مژہ دیتے ہے اس انداز سے تال
ہون قلم ہاتھ اگر کوئی لکھے خطِ غبار — صفحۂ دہر پہ کیا دخل جو ہو گردِ ملال
روزِ جشن آج ہے اُسکا جسے کہتی ہے خلق — نائبِ ختمِ رسل ظلِ خداے متعال
وہ بہادر شہ غازی کہ اگر تیغ اُس کی — اپنی دکھلاے چمک چرخ پہ کٹ جاے ہلال
وہ نکو خو نکو روے و خجستہ منظر — وہ بلند اختر و فرخ روش و فرخ فال
وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان — وہ سلیمان وش و موسی کف و صالح اعمال
چمنِ خلق و نسیم کرم و ابرِ سخا — چشمۂ فضل و ہنر کانِ عطا بحرِ نوال
آسمانِ جاہ و عطارد قلم و مہرِ علم — مشتری دانش و مہ بینش و مریخ جلال

خسرو جم حشم و داد دہ کسریٰ انصاف
شاہ دارا دل و سلطان سکندر اقبال

مدح حاضر میں پڑھوں اُسکے وہ مطلع جس سے
ہمسری کی نہ رکھے مطلع خورشید مجال

ہو تری یک نظر فیض سے ناقص کو کمال
مہر سے گرمہ کامل ہو دو ہفتہ میں ہلال

نیر جاہ ترا وہ ہے جسے تا دور فلک
نہ کسوف و نہ غروب و نہ ہبوط و نہ وبال

آگے بخشش کے ترے خرمن دریکدانہ
آگے ہمت کے ترے کوہ طلا یک مثقال

ہو وے جون چادر مہتاب گلیم شب تار
رخ پہ نور جو تو پونچھ کے جھاڑے رومال

جام سے قطرہ جو ٹپکا تو معلق ہی رہا
دستگیری نے لیا تیری جو گرتوں کو سنبھال

گر ترے قہر کی گرمی تپ محرق بن جائے
لب دریا پہ حبابوں کی جگہ ہوں تبخال

قوت ماسکہ ممسک کے قوی سے گم ہو
فیض جاری سے ترے بخل کو یاں تک ہو زوال

حکمت آموز ترا علم جہاں ہو تو وہاں
نہ ارسطو کو ہو طاقت نہ فلاطون کو مجال

ہو تری عقل سے عاجز دم بحث معقول
اک مقولہ میں فقط فعل کے عقل فعال

ق

دم ہے کیا باد صبا میں کہ دم سیر جہاں
تیرے گلگون سبک سیر کے جا دے دنبال

یونہی دو چار قدم خاک اڑا کر رہ جائے
اور پہنچ جائے کہیں سے وہ کہیں مثل خیال

ہے وہ ہیکل میں اگر دیو تو صورت میں پری
ہے اڑان اُسمیں ملک کی تو بشر کے سے خیال

جلد اتنا کہ جہاں عرصۂ جولان اُس کا
عہد مستقبل و ماضی کا وہاں ہے یک حال

زیب تن اُسکے جو مسندی کا ہو برگل تصویر
پھرتا کاوے میں ہے وہ صورت فانوس خیال

اُس فلک سیر کو جولان جو کرے تو تو یہ ڈر
مزرعۂ سبز فلک ہو نہ مبادا پامال

ق

تیرے ہاتھی کی بلندی کی طرف کیجو نگاہ
سر پہ اندیشہ نے لی ہاتھ سے دستار سنبھال

کہکشاں کو وہ فلک پر سے زمیں پر پھینکے
نیشکر راہ میں مانگیں اگر اُس سے اطفال

جیسے ہاتھی پہ بزرگوں کے ہو سجدہ کا نشاں
اُسکی مستک پہ شہا جلوہ نما یوں ہے ڈھال

ہے جو اُس فیل کی خرطوم سرِ افیل کا صور
آئے اعدا پہ قیامت سرِ میدانِ قتال

اُسکے دانت اسکے لئے ہین روشِ تیرِ شہاب
ہے جن اعدا کو سرِ اوجِ شیاطین کی مثال

ق
آبداری مین تری تیغ کہ ہے برق کی موج
کیا تماشا ہے کہ ہے آب سے آتش سیّال

تیری شمشیر کو ہے خونِ عدو روز مباح
یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مردار حلال

طائر روح عدو کے لئے صیاد اجل
سبزۂ تیغ مین جوہر سے لگا رکھتا ہے جال

طاقت دم زدن اس دور مین ہے کسکو رہی
دیکھکر تیرا نسق اے شہ فرخندہ خصال

پر ترا ذکر جو آتا ہے زبان پر تو نفس
لب پہ آجائے ہے سینہ سے پئے استقبال

ہو قوی دست اگر زورِ حمایت سے ترے
شیر سے پنجہ کرے پنجۂ مژگانِ غزال

تقویت دیوے اگر پاسِ حفاظت تیرا
شعلۂ شمع کو صرصر سے نہ ہو اضمحلال

ہے ترے عہد مین فتنہ سے زمانہ خالی
فیلسوفی ہے حکیمون کی خلا کہنا محال

ق
آتش و آب مین یہ ربط ترے عدل سے ہے
دیوے ہیزم کو جلا کر کوئی پانی مین جو ڈال

کاکلِ موجِ دُخان کے لئے اُسکے دریا
لے تہِ آب سے شانہ پرِ ماہی کا نکال

خبر جملۂ عشرت ہے ترا جشنِ سعید
مبتدا جسکا شہا غرۂ ماہِ شوال

ہوتی ہے حیرت توصیف سے تیری شاہا
روشِ غنچۂ تصویر زبان منھ مین لال

ق
بس دعا ہی پہ فقط ختم سخن کرتا ہے
یہ جو ہے ذوق ثنا خوان ترا اور مدح سگال

جشن ہر سال ترا ہووے مبارک تجکو
رہے جب تک کہ زمانہ مین حساب مہ و سال

قصیدہ نمبر ۱۲

لاتا نیرنگ سے ہے رنگ نئے چرخِ محیل
واہ بگڑا ہے کچھ اس خم مین عجب ڈھنگ سے نیل

ڈر زمانہ سے وہ ہشیار ہے یہ ہوش رُبا
لاکھ بیہوشیون سے جسکی بھری ہے زنبیل

ہے توکل کا احاطہ وہ عزیمت کا حصار
کہ بجز حفظ خدا جس کی نہ خندق نہ فصیل

گم ہون ظاہر کی خرابی سے صفات اصلی
زنگ دیتا ہے چھپا جوہر شمشیر اصیل

پیش دشمن نہ گذر حق سے نہین سانچ کو آنچ
بلکہ ہے آتش نمرود گلستان خلیل

ہوتے سیرت سے ہین مردان دلاور ممتاز
ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل

نہین بے قید علائق کسی عالم مین بزرگ
رسم تحریر مین بھی چھوٹے نہ زنجیر سے فیل

ہے تہ خاک بھی قارون کو سفر حشر تلک
نہین تا تحت ثری منزل آرام بخیل

عید یکروز جہان مین رمضان ہے یک ماہ
بعد ہے کثرت تکلیف کے یان عیش قلیل

کشت سبز فلک دون سے نہ رکھ چشم ثمر
خوشۂ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعۂ نیل

قابل انسان کی صحبت کے ہے انسان نہ ملک
بنگیا پیش نبی صورت دحیہ جبریل

جتنا خورشید تپے اُتنی ہی بارش ہو سوا
ہووے کیونکر تپش عشق نہ رحمت کی دلیل

عشق کھنچوائے ہے اک ذرۂ جفاکش سے نزو
بار صد کوہ الم بے عمل جبر ثقیل

لگے نہ چرخ کو گر نالۂ عاشق کی ہوا
دم مین اجزاے دخانی کیطرح ہون تحلیل

شمع کشتہ کے لئے ہے دم عیسےٰ آتش
سوزش عشق سے زندہ ہون محبت کے قتیل

معتبر ہے جو کرے نالۂ دل درد اظہار
نالہ ہے دلکی زبان دل ہے موکل یہ وکیل

دل کے ہے ایک ورق مین وہ حقیقت ساری
جسکا اجمال قضا اور قدر ہے تفصیل

بھی مین ہے اور پڑھون مین کوئی مطلع ایسا
گوہر مخزن معنی سے ہو جسکو تادیل

کیج جیسے مین کرون علم خموشی تحصیل
یہ عجب مرتبے ہے جسمین کہے قال نہ قیل

درس توحید سے لون ایک شفا کا نسخہ
بحث مین علت معلول کے ہے عقل علیل

جلوۂ لم یزلی کا یک پردہ دیے ہے اُسکو
شمع فانوس سمجھ خواہ چراغ قندیل

ق

فکر بیہودہ مین کس واسطے ہے تو پابند
کچھ نکال اپنے لئے ذوق نکلنے کی سبیل

خواب غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری
نہین مہتاب ہے یہ روشنی صبح رحیل

عرصۂ عمر ہے وہ تار کھنچا اور ٹوٹا
کچھ اگر وقت معین کی طرف سے ہو نہ تعجیل

وہی منزل ہے جہان ٹھہرے حیات گذران
کہ پئے راہ فنا کوئی نہ فرسخ ہے نہ میل

مشق اندوہ سے اک روز نہین تو بیکار
تیرے ہفتہ مین نہین کوئی بھی روز تعطیل

غم عصیان ہے تو ہے رحمت غفار وسیع
فکر روزی ہے تو ہے رزق کا رزاق کفیل

ہے تمنائے زر و مال تو سب جائیگا چھوڑ
چھوڑ جانے کو تو کافی ہے فقط ذکر جمیل

پھر بہار چمن عمر مین دلگیر ہے کیون
سیر کر سیر کہ ہے فرصت گلگشت قلیل

مژدۂ عید سے ہے دیکھ تو کیا رنگ چمن
گل کی رنگین ہے قبا غنچہ کی رنگین مندیل

ہوے آراستہ ہین آج بدل کر پوشاک
فضل سے راغ تلک باغ سے لے تا بہ نخیل

نظر آتا ہے برنگ لب ساغر جو ہلال
ٹپکا پڑتا ہے لب مست سے شوق تقبیل

گاہ ہے خم مین ہے گہ شیشہ مین کیا کیا ہے سیر
روح کرتی ہے کسی مست کی قالب تبدیل

تہنیت خوان ہو تو آج اُس شہ دریا دل کا
جسکے نزدیک ہے اک قطرہ سے کم قلزم و نیل

وہ بہادر شہ والا نسب و پاک گہر
خسرو چرخ سریر و شہ خورشید اکلیل

ماہ نو چشم زدن مین مہ کامل ہو جائے
نظر مہر مین ہے اُسکے وہ نور تکمیل

نور معنی ہے بہر شکل نتیجہ اُس کا
اللہ اللہ رے زہے شکل شہنشاہ شکیل

مدح حاضر مین پڑھون مطلع روشن ایسا
مطلع شمس کو بھی جسکے ہو واجب تبجیل

بادشاہان سلف سے تجھے یون ہے تفضیل
جیسے قرآن کو بس توریت و زبور و انجیل

تو ہے اس طرح سے عزت دہ اولاد تمر
جیسے موسےٰ شرف افزاے بنی اسرائیل

نور افزاے بصارت ہو اگر تیرا جمال
آئین آنکھون سے نظر معنی اللہ جمیل

ہووے نیکو پہ ہے مائل ترے خوے نیکو
کہون کیونکر نہ کہ الحسن الی الحسن یمیل

ہے بجسم انسان کے قالب مین ترا نور ظہور
برج خاکی مین ہے خورشید فلک کی تحویل

دانش آموز ہو گر تربیت عام تری
بید مجنون کو بنا دے ابھی انسانِ عقیل

جوہر تیغ اجل اک ترے حکم کی نقل
تیر حکمی قضا حکم کی تیرے تعمیل

عہد مین تیرے جو ہو راہِ تعدی مسدود
کھلے فعل متعدی سے نہ باب تفعیل

تشنۂ ذوق حلاوت ہون نہ کیونکر سراب
تیری شیرین سخنی ہے اُنھین شربت کی سبیل

نکتہ چینون کے لئے نکتۂ برجستہ ترا
قابض طبع روان ہے روش دانۂ ہیل

جب ہون مرغانِ ہوا تیرے نشانِ بندق
نسرِ طائر کو بھی تو سمجھے ایک اُڑتی ہوئی چیل

مہرۂ پشتِ عدو مین ترا تیرِ صف دوز
رشتۂ مہرۂ تسبیح کے مانند دخیل

طائرِ روحِ عدو کے لئے پھر پرواز
تیر کی تیرے صدا جیسے کبوتر کو زفیل

ق
وہ قیامت ہے تری فوج کہ شورِ محشر
دم نہ مارے کبھی سن پائے جو گھوڑون کی صہیل

نالۂ بوق کی ہیبت سے رکھے پھونک کے پانون
کوچۂ صور سے گذرے جو دم اسرافیل

ق
دون ترے گھوڑے کو کیونکر مین پری سے نسبت
نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول ڈیل

گرم جولان وہ کہان ہو کہ رکھے ہے وسعت
نہ تو میدان تصور نہ فضائے تخییل

عرصۂ معرکہ مین گر تجھے اے شاہ سوار
اس سبک سیر سے منظور ہو کار تعجیل

جائے یون جیسے ہوا سم بھی نہ پانی سے ہو تر
نہ ہو پروا اُسے ہے راہ مین تالاب کہ جھیل

ق
کوہ البرز کو سائے مین دبالے اپنے
ہے وہ اے شاہ فلک رتبہ تری رفعت فیل

حملہ آور ہو وہ جسدم تو سپئے جانِ عدو
اُسکی خرطوم ہو دستِ کشش عزرائیل

تو جو محرابِ عماری مین ہو اجلوہ نما
اُسکے دانتون پہ یہ خرطوم سے سوجھی تمثیل

خانۂ قوس مین خورشیدِ جہانتاب آیا
دن ہین کوتاہ ہوئے اور ہوئی رات طویل

نہین یہ جوشش گل و لالہ بجل آیا ہے
دادخواہی کے لئے خاک سے خونِ ہابیل

عدل نے تیرے کیا یار دے زمین کو گلزار
آج تک عدل مین کوئی نہ رہا تیرا عدیل

واسطے دیدۂ بدبین کے ہے یہ عین صلاح
ہو تری نوکِ سنان سرمۂ کوری کی جو سیل

تیر برسائے عدو پر جو کہا نذارِ قضا / کم نہ فوارہ سے ہو تیر دن کی اُسکی قندیل
رہزنِ لطف بدخواہ ہوا دل سے قضا / اُسکی پشتِ پدری سے نہ کبھی تا اسلیل
محکمہ مین ترے انصاف کے ہون ہاتھ قلم / دے اگر بھول کے بھی کوئی سرِحرف کو ڈھیل
ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ / ہو گران خاطرِ نازک پہ مبادا تطویل
عید ہر سال ہو فرخ تجھے باجاہ و جلال / ہون قوی پایہ ترے دوست بصد قدرِ جلیل
جو ضلالت سے ہون گمراہ وہ اے ظلِّ خدا / ذلِ اقدام سے ہون خاکِ مذلت پہ ذلیل

قصیدہ نمبر ۱۳

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسمان / کھائے اگر ہزار برس چکر آسمان
ہے بادۂ نشاطِ طرب سے لبالب آج / ایک عمر سے پڑا تھا تہی ساغر آسمان
دیکھے نہ اس طرح کا تماشا جہان مین / گر ہو تمام چشمِ تماشا گر آسمان
اترا رہا ہے عطر سے عیش و نشاط کے / سچ ہے زمین پہ پاؤن رکھے کیونکر آسمان
افراطِ انبساط سے کیا ہے عجب اگر / مثلِ حباب جامہ سے ہو باہر آسمان
شادی کی اُسکی دھوم ہے آج آسمان تلک / تابع زمانہ جسکا ہے فرمان بر آسمان
فرزند شاہ یعنے جوان بختِ ذی وقار / تسلیم کو ہے جسکی جھکاتا سر آسمان
ہے اُسکی بارگاہ مین مانندِ چوبدار / حاضر عصائے کاہکشان لیکر آسمان
اس بیاہ کی نوید سے ہے اس قدر سرور / ہے پیر پر جوانون سے ہے بہتر آسمان
پھرتا ہے اہتمام مین شادی کے رات دن / مقدور کیا کہ ٹھہر سکے دم بھر آسمان
فردِ حسابِ صرف سے اس بیاہ کے ہو کم / گو لاکھ جمع و خرج کا ہو دفتر آسمان
تو دن کی پچت مطبخِ عالی مین اس قدر / ہے جسکا ایک تودۂ خاکستر آسمان
اُس روشنی کی چند دکھا دیجے جھلکیان / نازان ہے آفتاب کے پنجہ پر آسمان

ابر بہار دود چراغان سے توبہ تو — ہون سات آسمان کی جگہ ستر آسمان
چشم قمر مین اور بھی ہو روشنی دچند — کاجل لگائے اُسکے دھوئین سے گر آسمان
کر ڈالے پارہ پارہ فتیلون کے واسطے — مہتاب کو سمجھ کے کُہن چادر آسمان
یہ کہنہ و سیاہ وہ خوش رنگ و نو بہ نو — فائق ہو کیا سبوچۂ ساچق پر آسمان
تھلیون مین ہین وہ نقل پڑے انکا عکس اگر — لے کہکشان کی مانگ مین موتی بھر آسمان
آرائش ایسی اور وہ گلہاے رنگ رنگ — اودنے سا جنمین غنچۂ نیلوفر آسمان
بنوائے اُسمین پھول طلائی و نقرئی — لے لیکے ماہ و مہر سے سیم و زر آسمان
نقارخانہ کی ہے چراغان سے وہ شکوہ — گویا ہے ایک زمین پہ پر از اختر آسمان
ق
کرتا ہے رقص تخت پہ نقارخانہ کی — شہنائی کی صدا کو جو سُن سُنکر آسمان
آوازۂ دمامۂ نوبت سے گونج اُٹھا — وہ جو سب آسمانون کے ہے اوپر آسمان
دُولھا دلھن کی ہے یہ علامت سہاگ کی — آیا ہے ایک سہاگ پڑا بنکر آسمان
جائے عجب نہین ہے کہ عطر سہاگ کے — شیشہ کے شیشہ بھر کے لنڈھا دے گر آسمان
یارب ہمیشہ دولھا دلھن مین ہے یہ سہاگ — جبتک کہ ہووے نیچے زمین اوپر آسمان
مہندی کے وصف لکھنے کے قابل نہین کہ ہے — نیلا سا ایک کاغذ بے مسطر آسمان
جو سُرج اُڑے ہے اُڑکے یہ ہوتا ہے وہ بلند — رکھ لے ہے سر پہ مثل گل احمر آسمان
کرتا رہا برات کی شب شام سے نثار — شبنم کی جاے صبح تلک گوہر آسمان
پہنچے براتیون کے نہ ہرگز ہجوم کو — انجم سے لاکھ جمع کرے لشکر آسمان
عیش و طرب کو مژدہ کہ کرتا جہان مین ہے — زہرہ سے اب قران مہ انور آسمان
ہنگام بزم عقد ستارون کے واسطے — کیا کیا سجے ہے اوج زخرف کے گھر آسمان
ہرہین سکے ہے نظر کے جلانے کے واسطے — انجم سپند آگ شفق مجمر آسمان
جس وقت سہرا باندھ کے دولھا ہو اسکو — کیا کیا بلائین لیتا تھا جھک جھک کے آسمان

کرتا تھا اُن نگاد کو دم پڑھ کے دمبدم
دولھا کے صبحدم رخِ روشن پر آسمان

ایسا نہین جہان مین کوئی نخلِ آرزو
لایا ہو آج جس مین نہ برگ و بر آسمان

کرتا ہے شاخِ خشک تمنا کو نخلِ سبز
در پردہ مثلِ پردۂ بازی گر آسمان

شادی کا اُسکے نور بصر کے ہے اہتمام
کرتا ہے جسکا روز طوافِ در آسمان

وہ شاہِ نامور کہ بہادر شہ اُسکا نام
ہو حکم سے نہ اُسکے کبھی باہر آسمان

وہ آفتابی اُسکی تجمل جس سے آفتاب
وہ چتر اُسکا جس سے نہ ہو ہمسر آسمان

مطلع پڑھون حضور مین وہ مین جسے کہے
مطلع سے آفتاب کے بھی برتر آسمان

تجھ سا زمین پہ دیکھے جو فرخ فر آسمان
قربان نہ کیون زمین کے ہو پھر پھر کر آسمان

طالع سدا مساعد و عالم سدا مطیع
کوکب ہمیشہ یار ترا یاور آسمان

نہ آسمان سے رتبہ ترا یون بلند تر
جس طرح کوہسار سے بالاتر آسمان

خطبہ کے واسطے ترے نامِ بلند کے
گر مشتری خطیب ہو تو منبر آسمان

وہ بحرِ بیکران ہے تری ہمتِ وسیع
ہے بلبلا سا ایک کنارے پر آسمان

دریاے قہر تیرا جو طوفان بپا کرے
بہ جاے مثلِ کشتیِ بے لنگر آسمان

قد پر ترے وہ راست قباے علو و جاہ
زیبندہ جسکے واسطے بالا بر آسمان

تیری گہر فشانیِ دستِ کرم سے ہے
گویا کہ ایک دامن پر گوہر آسمان

چمکائے تیغِ تیز کو اقبال گر ترا
ہو مصقلہ ہلال تو صیقل گر آسمان

یون دلمین ترے جلوۂ ذاتِ محیط حق
آجائے جیسے آئینہ کے اندر آسمان

سرعت مین تیرا رخشِ فلک سیر کیا شہاب
رفعت مین بھی ہے پیلِ چہل پیکر آسمان

شاہا عجب نہین ترے شبدیز کے لیے
بنواے ماہِ نو سے رکاب نہ آسمان

پہنچا نہ اُسکے کاوے کے انداز کو کبھی
کھاتا رہا زمین پہ سدا چکر آسمان

انجم ہیں گیا شرر ترے نعل سمند کے
ہے بلکہ بڑا گروہ لشکر آسمان

ق

مانا اگر بلندی شان وشکوہ میں
ہاتھی سے تیرے ہو بھی گیا ہمسر آسمان

پر اُس کے نقشِ پا کے مقابل بنا سکے
چار آفتاب ایک جگہ کیونکر آسمان

یہ ذوق کی دعا ہے کہ جبتک زمانہ میں
منسوب ہر ستارے سے ہووے ہر آسمان

بزمِ نشاط وعیش رہے تیرے گھر میں رونق
لائے ہمیشہ تیری مرادیں بر آسمان

مارے جگر میں حاسدِ بدخواہ کے ترے
تارِ خطوطِ مہر سے سو نشتر آسمان

اشعار در تاریخ دیوان نواب الٰہی بخش خان معروف

سبز رنگان کہ بباغ حسن اند
تازہ چون شاخ گل و لالہ و ورد

از کمر تا دہن شان ہمہ وہم
چون خط جوہری و جوہر فرد

چشم دارند بہ قتل عشاق
چون حریفے کہ کند قصد نبرد

بجمال رخ آنہا معروف
مدتے شد کہ دلش خوش میکرد

رفت صیتِ سخنش از دہلی
تا صفاہان و عراق و مادرد

واندران حال سخنہا میگفت
ہمہ چون نالہ موزون پر درد

صد و یک مطلع رنگین آخر
گفت با نالہ گرم و دم سرد

شد چو تسبیح زمرد نامش
رونق و آب گہر رفت بگرد

مرد فیروزہ خون شد دلِ لعل
کہربا چون یرقانی شدہ زرد

پیش آن گنج گہر نیست چو خاک
گنج خسرو کہ بود باد آورد

ذوق چون خواست دو تاریخش را
اندرین دفترِ معنی بدو فرد

اولش از دو دانۂ خوش رنگ شمار
کرد و آن عقدۂ مطلب وا کرد

بادہ با خامۂ رنگین بنوشت
طرفہ تسبیح زسر و آورد

قطعۂ تاریخ تعمیر چاہ معمرۂ محمد شاہ سہارنپوری

سید با صفا محمد شاہ | کرد تعمیر طرفہ مسجد و چاہ
ذوق تاریخ سال ہر دو بہم | زد رقم ساخت کعبہ و زمزم

اشعار قصیدہ ناتمام

خسروا نیر اقبال کی تیرے خورشید | کھائے ہے وقت شرف عز و شرف کی سوگند
تاب کیا انجم سعادت سے ترے ہو ہمسر | منزل اوج پہ چمکے مہ تابان ہر چند
دم تحویل یہ کہتے ہیں عناصر چار دن | چار چند آپ کا ہو مرتبہ بلکہ صد چند
پر درش امن کے سایہ میں کیا کرتا ہے | شیر نر بچۂ آہو کو بجائے فرزند
قصر دولت سے ترے مرغ نظر ریختہ پر | بام حشمت پہ ترے کاہکشان نصف کمند

قصیدۂ مسدس دعائیہ

سریر آرائے گردون جب تلک سلطان خاور ہو | قمر دستور اعظم صدر اعلیٰ سعد اکبر ہو
عطارد میر منشی زہرہ ناظر آسمان پر ہو | زحل میر عمارت ترک گردون میر لشکر ہو

سر ہفت آسمان جبتک کہ دور ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ ہفت کشور ہو

رہے نام سلیمان تا نگین حکمرانی ہے | رہے نام فریدون تا درفش کاویانی ہے
رہے دارا کو تا نام آوری تاج کیانی ہے | سکندر تا ہو نامی سکۂ کشورستانی ہے

الٰہی تا سپہر دوالا شمس عالم مسخر ہو | سر سریر سلطنت پر تو ہمیشہ داد گستر ہو

بخار ارض سے تا ابر ہو اور ابر میں پانی — روان پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی
زمین میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہر کانی — پڑے جوہر سے قیمت اور قیمت کو فراوانی

تری شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضہ میں بحر پر گہر ہو کان پر زر ہو

رکھیں تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر میں — گل تر تا ہو گلدان میں تری ہو تا گل تر میں
رہے نافہ میں مشک اذفر اور بو مشک اذفر میں — صدف میں تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر میں

ترے ابر کرم سے باغ عالم تازہ و تر ہو
شمیم خلق سے تیرے جہان یکسر معطر ہو

طریق رہبری میں خضر ہو جبتک ہدایت فن — سہارا ہووے تا بحر غریق الیاس کا دامن
رہے ادریس تا قطع تعلق سے جنان مسکن — مسیحا کا ہو بالاخانہ تا خورشید سے روشن

چراغ عمر سے تیری جہان سارا منور ہو
فروغ اسلام کو ہو رونق دین پیمبر ہو

شفق گلگونہ ہو جب تک سحر کے روئے نیکو کو — کرے آراستہ تا شام اپنے موئے گیسو کو
ثریا نورتن تا کہکشان کے ہووے بازو کو — کرے وسمہ سے تا قوس قزح سبز اپنے ابرو کو

لب پا بخوردہ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو
سر بدخواہ فندق تیری انگشت سنان پر ہو

گلستان میں ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا — نیستان میں تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نہاں تا تاک میں انگور ہو انگور میں صہبا — نشہ صہبا میں ہو اور ہو نشہ جبتک نشاط افزا

شراب عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشن جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

رہے تا کام دینداروں کو احکام شریعت سے — خوشی تا حاجیوں کو ہووے کعبہ کی زیارت سے

رہے تا عابدوں کو شوق محراب عبادت سے
نماز اہل سنت تا ہو مسجد مین جماعت سے

ترا خطبہ مین ہو نام اور خطبہ زیب ممبر ہو
ترا حامی ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہو

قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین
قلمزن تا ہو مشک افشان کاغذ خط مشک آگین
زبان پر تا سخن ہو اور سخن مین معنی رنگین
سخن تا داد چاہے اور تا اہل سخن تحسین

ترا مداح دائم خسروا ذوق سخنور ہو
ہمیشہ تہنیت خوان ہو دعا گو ہو ثنا گر ہو

اشعار متفرقات قصائد و قطعات و مخمسات وغیرہ

قطعہ در مدح میرزا شاہرخ بہادر

میرزا شاہرخ بہادر نے
قصد صید افگنی کیا جو دم
خون نخچیر سے ہوا سارا
دامن دشت لالہ زار ارم
نہ بچا اُس شکار افگن سے
صید کوئی سوائے صید حرم
مرغ و ببر و غزال و پلنگ
ہوے مسکن پذیر دشت عدم
ہے جگر گوشۂ بہادر شاہ
ہو بہادر نہ کیون وہ ننگ شیم
سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم
اُسکے پر سامنے ہے مثل غنم
شیر گردون بھی اُسکے لشکر مین
پائے ہرگز نہ قدر شیر علم
رہے مانند شیر قالین کے
اوج ہمت سے اُسکے زیر قدم
ہاتھ مین جب تفنگ لی اُس نے
ہمسر اژدہائے آتش دم
کیئے شیر ژیان شکار کئی
اُس غضنفر شکار نے باہم
ہے بجا گر دلاوران جہان
کھائین اُسکی دلاوری کی قسم

جبکہ اس جسرات و شجاعت کو
تا رہے یادگار عالم مین

چاہا اس طرح دل نے کیجے رقم
وصفِ عالی صاحب عالم

لکھی اے ذوق مین نے یہ توصیف
مع تاریخ ثانی رستم
۱۲۶۲

لکھتے ہین کس کی تہنیت عید مدح خوان
آراستہ ہوا جو قلمدان آسمان

عہد مین تیرے نکالے دانت گر سینِ ستم
گر پڑے پاؤن پہ تیرے مہر اگر سایہ وار

کام لے زنبور کا خامہ سے دستِ معدلت
آفتابی سے جو تو کہدے کہ اسکو رکت

فصل گل آج ہے وہ سلطنت آئے طرب
کہ ملا باغ مین بلبل کو ہزاری منصب

ہے اگر لیلی سیاہی تو ورق عذرا عذار
ہوگیا خورشید مالا مال وہ ہین لوز سے
ہاتھ مین بیند وق لے جسوقت تو مہر نشکار

خط ترا شیرین ہے شاہا اور قلم شاخ نبات
دی ہو تو نے دولتِ انوارِ دانش کی زکوٰت
شیر گردون کو ہو مشکل ہاتھ سے تیرے نجات

پر ہین پر ترا توسن وہ پری سان پران
ہو قوی دست ترے زور سے اسلام اگر
پاتا گرداب سے ہے گردہ نان آبی

سیر کہ جسکی ہے اک قاف سے لیکر تا قاف
کھینچے شمشیر سر کفر پہ پھر مرکز کاف
تیری بخشش سے جو دریا کا معین ہے کفاف

دستِ ہمت نے ترے کھوئی روپے کی یہ قدر
چٹکیوں مین ہین اڑاتے اسے کیا کیا صراف

دیتا ہے تیری فوج مین نقارہ سبب فلک
آتا ہے صاف چوب کی صورت نظر ہلال

تا نسر طائر ایک پرندہ نہ بچ سکے
منظور تجھ کو جبکہ شکار پرند ہو

قصیدہ ناتمام

آج کچھ ایسی ہوائے عیش کی تاثیر ہے
ہر ورق کاغذ کا رشک گلشن کشمیر ہے

گر نہال دشت کو شوق حنا بندی نہین
ہاتھ کیون مہندی سے رنگتا برگ بید انجیر ہے

مدح حاضر مین سناوے مطلع روشن کہ ذوق
منتظر مشرق مین بیٹھا مہر پر تنویر ہے

نام کو اللہ اکبر کیا ترے تاثیر ہے
ہر اذان مین شامل اور داخل ہر تکبیر ہے

کرون رقم اگر تہنیت کا مین آہنگ
تو سووے خامہ سے پیدا صدائے بربط و چنگ

ہے تیرا زور حمایت کہ پانون کو اپنے
کرے ہے شیر کی چربی سے مالش آہو لنگ

شہا ترے رخ روشن کو کس سے دون تشبیہ
کہ مہر و مہ کو گہن لازم آئینہ کو زنگ

کرون مین کیا ترے گلگون کا وصف چالاکی
اڑا ہی جاتا ہے وہ تو برنگ طائر رنگ

نہ پہنچے گرد کو اسکے وہ پیک فکر رسا
کہ ہو وسے عرصہ نہ چرخ جسکی ایک شلنگ

چلے ہے یون کج و راج ادا و ناز کے ساتھ
کہ جیسے مست مئے ناز کوئی دلبر شنگ

وہ چلنے مین ہے تدرو اڑنے مین شاہین
اچکنے مین ہے وہ آہو لپکنے مین پلنگ

نہین پری وہ پری سے بھی ہے سوا پران
نہین وہ آدمی لیکن سب آدمی کے ڈھنگ

روان ہو گر وہ بکسیر آب دریا پر
تو سم بھی تر نہ ہو اسکا چہ جائے زانو و تنگ

جو چھیڑے اسکو تو میدان ادھر کہین اٹھکے
بزیر نعل سم آکر شرر فشان ہو سنگ

شرار سنگ نظر سے نہان نہ ہونے پائے
دلپیٹ کے اور وہ پھر آئے سیکڑون فرسنگ

اگر ہو تجکو شہا اُسکے خانۂ زین مین — تمام عرصۂ گیتی کی سیر کا آہنگ
تو اس ارادہ کے آنے مین دل تلک ہو دیر — اور اسکے جا کے پھر آنے مین کچھ نہ ہووے درنگ

ہین وہ نعلین جنسروا ترے سر اورنگ گل — جن پہ کھاتا ہے چمن مین تختۂ اورنگ گا

کرے ہے مہر علیؑ دل کو صاف پر انوار — طلوع شمس پہ موقوف ہے وجود نہ
علیؑ سے کیونکہ ہنوز ریش کر کفار — علیؑ ہے شکل علےٰ اور علےٰ ہے حرف ج

مخمس در مدح

خسروا چڑھ کے سر گنبد دوار ہلال — خو لب عجز سے کرتا ہے یہ اقرار ہلا
حاضر خدمت عالی ہے بہر کار ہلال — گرز بردار ہے خورشید کماندار ہلا
آسمان لیکے سپر چلتا ہے تلوار ہلال

دست ہمت ترا خورشید سے ہے بالاتر — تری بخشش سے ہے نیسان عرق شرم
آئین تیرے در دولت پہ گدایانہ اگر — اپنے کاسہ مین بھرے چرخ وہین لعل
اور کشتی مین بھرے درہم و دینار ہلال

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ — عید ہر سال ہو فرخ تجھے با حشمت
تیری دولت سے ہون خورسند ترے دولتخواہ — اور جو حاسد ہین ترے واسطے اُنکے ہر
چرخ پر تیز کرے خنجر خونخوار ہلال

قصیدۂ ناتمام در منقبت

لکھون جو مین کوئی مضمون ظلم چرخ بریں — تو کربلا کی زمین ہو مری غزل کی زمیں

یہ حال ہے مرا ضعفِ دماغ سے کہ مجھے
زمانہ عربدہ پرداز و بخت بد ناساز

صدائے صورِ قیامت ہے ہر گس کی طنین
ستارہ بر سرِ پیر کاش و چرخ بر سرِ کین

عجب نہیں ہے کہ راہب خطِ چلیپا سے
بنا دے تیرے طویلہ کے واسطے حز زین

رباعیات مدح

اے شاہا تجھے بادولت و بختِ فیروز
فرخ ہو سدا جہان میں جشنِ نوروز

ہووے شرف اندوز ترے طالع سے
ہر سال حمل میں مہرِ عالم افروز

خورشید سے کیوں نہ ہو جہان میں نوروز
اور تجھ سے جہان نہ ہو مسرت اندوز

ہے جس کو زمانہ میں شرف پرداز وہ ماہ
اور ہے مہرِ جمال آفتاب گیتی افروز

کہتا ہے یہ فیروزی رنگِ نوروز
تو ہو صفِ اعدا پہ مظفر فیروز

ہو دشمنِ سرکش کے لئے سہم الموت
اے شاہ عدو کش ترا تیرِ دل دوز

دعا ہے ذوق کی ہو طلعتِ ولیعہدی
مبارک آپ کو با آفتابی و کرسی

یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ
بحق سورۂ والشمس و آیتہ الکرسی

اشعار قصیدہ

آگے تیری طبعِ موزون کے ہے اک فعلِ عبث
یہ جو کرتے ہیں عروضی فاعلاتن فاعلات

فیض سے تیرے نہ کیونکر اک جہان سرسبز ہو
ذات ہے تیری بہارِ چشمۂ آبِ حیات

اشعار قصیدہ ہفتدہ زبان

جبکہ سرطان واسد مہر کا ٹھہرا مسکن	آب والمولہ ہوئے نشو و نمائے گلشن
جوش روئیدگی سبزہ پہ یاد آئی ہے	آیت اَنبَتَہُ اللہُ نَبَاتاً حَسَناً
جسطرح شعلہ کا عالم ہو بفانوس خیال	خوف سے یون ترے لرزاں ہے عدو زیر کفن
شاہا بہ عمر و دولت و اقبال و عز و جاہ	فرخ یہ تجھکو سالگرہ ہو ہزار سال
بلکہ خدا کرے تری عمر اس قدر دراز	ہون جسمین بے شمار گرہ بے شمار سال
کوہ اور آندھی مین ہین گر آتش و آب و خاک و باد	چل نہ سکین گے آج پر آتش و آب و خاک و باد
تاکہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست یون باز	چھوڑ دین شرک پوجنا آتش و آب و خاک و باد